www.Markazahlesunnat.com
حدائقِ بخشش
فنِّ شاعری اور
حسّان الہند
علامہ عبد الستار ہمدانی مصروفؔ برکاتی نوری
مرکز اہلسنت برکاتِ رضا
امام احمد رضا روڈ،
پور بندر، گجرات

فن شاعری
اور
حسان الہند

مصنف:-

علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ''

برکاتی،نوری۔پور بندر

ناشر:-

مرکز اہل سنت برکات رضا

پور بندر، گجرات (الہند)

نام کتاب	فن شاعری اور حسان الہند
مصنف	علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ''
تصحیح اوّل	مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، ضلع بستی
تصحیح ثانی	ارشد علی جیلانی برکاتی جبل پوری
تعداد	۱۰۰۰/ ایک ہزار
ناشر	مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر

ملنے کا پتہ

(۱) مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر، گجرات

(۲) فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی

(۳) کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

www.Markazahlesunnat.com

فہرست عنوانات

"فن شاعری اور حسان الہند"

(۱۸) صنعت تجنیس کامل (تام) ....

(۱۹) صنعت تجنیس ناقص ....

(۲۰) صنعت مراعات النظیر ....

(۲۱) صنعت ترصیع ....

(۲۲) صنعت مقابلہ ....

(۲۳) صنعت مستزاد ....

(۲۴) صنعت لف ونشر ....

(۲۵) صنعت تضمین

(۲۶) صنعت تشبیب

(۲۷) صنعت مرصّعہ

(۲۸) صنعت تنسیق الصفات

(۲۹) صنعت اتصال تربیعی

(۳۰) صنعت مقلوب مستوی

(۳۱) صنعت مقلوب کل

(۳۲) صنعت حسن طلب

(۳۳) صنعت ترجیع بند

''سببِ تصنیف''

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امام عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت **امام احمد رضا** محدث بریلوی قدس سرہٗ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' سے راقم الحروف نے صنعت تجنیس کامل کے ایک سوتیس (۱۳۰) اشعار کی تشریح بنام ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ'' تقریباً ایک ہزار صفحات میں اختصاراً مرقوم کی۔ بعدہٗ کتاب کا مقدمہ لکھنا شروع کیا۔ گمان تو یہ تھا کہ دس، پندرہ صفحات میں مقدمہ پورا ہوجائے گا۔ لیکن دورانِ تحریر ذہن میں مضامین کی آمد شروع ہوئی اور وہ مضامین بوسیلہ قلم صفحۂ قرطاس پر منقش ہوتے گئے اور اس تسلسل نے اتنا طول پکڑا کہ مقدمہ مقالہ بن گیا۔ جو کتابی شکل میں بنام ''فنِ شاعری اور حسّان الہند'' قارئین کرام کی دست بوسی کا شرف حاصل کررہا ہے۔

فقیر کی تصنیف ''عرفان رضا'' کا مقدمہ مرقوم کرنا تو باقی ہی رہا۔ بلکہ اب تو ایک کے بجائے دو مقدّمات لکھنے کی نوبت پیش آئی۔ لیکن فقیر نے مقدّمہ نہ لکھنے کی ٹھان لی اور یہ نیت کرلی کہ دونوں کتاب کا مقدمہ میرے پیرومرشد کے پیرزادے، امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی کے پیرخانے کے شہزادے، خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدّسہ کے سجادہ نشین، میرے آقائے نعمت، میرے مُونس وغمگسار، میرے ماویٰ وملجا، میرے شافع ورافع، حضور قبلہ سیّد آل رسول حسنین نظمی صاحب مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست پاک سے لکھواؤں گا تاکہ میری دونوں کتابوں کو حضور نظمی صاحب کے مبارک قلم کا سایہ حاصل ہوجائے۔ میں حقیر وفقیر، سراپا تقصیر، اردو زبان کا ابجد خواں، اپنی بے علمی وبے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میری مادری زبان گجراتی ہے۔ اردو میں

کچھ لکھنا اور وہ بھی حصرت رضا بریلوی جیسی عبقری شخصیت کے ''امام الکلام'' کے تعلق سے کچھ لکھنا میری بساط واستطاعت سے کالے کوسوں ہے۔ لیکن حضور نظمی صاحب جیسے میرے آقائے نعمت کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کی نوازش پر مچل کر جرأت ارقام کرلیتا ہوں۔ راقم الحروف کی سابق تصنیف ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' پر حضور نظمی صاحب قبلہ نے مفصل مقدمہ ارقام فرماکر مُہر سند ثبت فرمائی ہے۔ یہ ان کا کرم ہی ہے کہ ناکارہ فقیر کو اپنے لطف وکرم سے اُگال عطا فرماتے ہیں۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ محاسن کتاب کو فیض رضا پر محمول کریں اور اغلاط وکوتاہی کا ذمہ فقیر کے سر پر وضع فرماکر بنظر عفو اپنے مفید مشوروں اور رائے اصلاح سے نوازنے کی نوازش فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام وخواص اس سے مستفید ہوکر میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

فقط والسلام

بارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار ہمدانی، ''مصروف''

۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

مطابق ۴؍اگست ۱۹۹۸ء بروز سہ شنبہ

''آغازِ سخن''

پیار، محبت، چاہ، اُلفت، وِلا، حُبّ، وارفتگی، نثار، رغبت، پریم، مہر، اُنس، وغیرہ ''عشق'' کے الگ الگ نام ہیں اور اُس عشق کے نتیجے میں فراق، ہجر، وصل، فرحت، شادمانی، رنج، الم، غم، کلفت، درد، آہ، بُکا، گریا، خندہ، خوشی، غمی، زاری، بیقراری، بے چینی، سکون، راحت، اضطراب، فُغاں، انبساط، تعریف، توصیف، مدح، ثناء، ستائش، ہجو، زخم، نشتر، وفا، جفا، وغیرہ کیفیت وحالت رونما ہوتی ہیں۔ اُن تمام کیفیات کا سیدھا اثر دل پر ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیات اُسے ہی میسر ہوتی ہیں جو عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ بقول شاعر

محبت کرنا آساں ہے مگر مشکل ہے یہ سیّد
کہ عمریں بیت جاتی ہیں محبت آزمانے میں

〈سیّد مارھروی〉

ایک عاشق کہ جس کو کسی کا عشق میسر ہوتا ہے وہ عشق کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کیفیات سے اتنا مؤثر ہوتا ہے کہ وہ ہر لحہ ولحظہ اُن کیفیات کے زیر اثر رہتا ہے۔ پھر چاہے وہ کیفیات سُرور وانبساط ہوں یا پھر غم واندوہ ہوں۔ کیفیت سُرور کے عالم میں اُس کا دل مچلتا ہے۔ اور کیفیتِ غم کے وقت اس کا دل تڑپتا ہے۔ وہ غم وخوشی کو محسوس ضرور کرتا ہے لیکن اپنے احساسات کا اظہار نہیں کرسکتا۔ بقول شاعر:

ل ''یہ وہ نازک حقیقت ہے، جو سمجھائی نہیں جاتی''

ایک عاشق کے دل میں جذباتِ عشق کی جب بہتات ہوتی ہے تب وہ جذبات اُچھل اُچھل کر دیوارِ دل عبور کرکے باہر نکلنے کو مچلتے ہیں۔ اور دل کے وہ بیتاب جذبات الفاظ کا لبادہ پہن کر مُہذّب انداز میں ایوانِ دل سے باہر تشریف لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اسی کو شاعری کہتے ہیں۔ حُروف مرکّب ہوکر الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ کے موتی

بشکل لڑی جملہ اور کلمہ بنتے ہیں یا یوں کہو کہ الفاظ کہ شاداب پھول گلدستہ کی شکل میں بطور جملہ صفحہ قرطاس پر مہکتے ہیں۔ ہر شاعر کی شاعری اُس کے جذبات دل کی عکّاسی ہوتی ہے۔ بقول شاعر:-

ل ''شاعری کیا ہے جذبۂ دل کا اظہار ہے'' اس کے کلام سے اس کے دل کی کیفیت کا بآسانی اندازہ ہوجاتا ہے۔ اس کے پوشیدہ رازِ دل اُس کے اشعار سے عیاں وآشکار ہوجاتے ہیں۔ بقول شاعر: ل ''کھلتا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ''۔ انسان کے عشق کو دو اقسام میں منقسم کیا گیا ہے (۱) عشقِ حقیقی اور (۲) عشقِ مجازی۔ لہٰذا اب یہ امتیاز کرنا پڑے گا کہ اُس عاشق کے دلی جذبات عشقِ حقیقی کے تحت ہیں یا عشقِ مجازی کے زیر اثر ہیں۔ عشقِ حقیقی مستحسن ہے بلکہ روحِ ایماں کی حیات ہے۔ عشقِ حقیقی کا اطلاق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ، اس کے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا دینِ اسلام اور اسلامی شخصیتوں کے ساتھ ''الحب لله'' کے جذبۂ صادق کے تحت کئے جانے والے عشق پر ہوتا ہے۔ عشقِ مجازی دنیا اور دنیاداروں کے ساتھ کئے جانے والے عشق کو کہتے ہیں اور اس عشق کو اگر شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں محدود رکھا جائے تو وہ جائز اور روا ہے۔ اور شریعت مطہرہ کے قوانینِ قاہرہ کے حدود سے تجاوز کرکے فسق وفجور، شہوت ونفسانی خواہشات وغیرہ مذموم اطوار سے کیا جانے والا عشق لائق تنفّر اور ملامت ہے۔ اور یہی حُکم اُس عشق کے جذبے کے تحت کی جانے والی شاعری کا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''**والشعراء یتبعهم الغاؤن ○ الم تر انهم فی کل واد یهیمون ○ وانهم یقولون ما لا یفعلون ○** ''(پارہ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۲۲۵۔۲۲۶)۔ ترجمہ: ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں''۔ (کنزالایمان)۔ اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت شعراءِ کفّار کے حق میں نازل ہوئی ہے جو

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گُمراہ لوگ اُن سے اُن اشعار کو نقل کرتے تھے۔ اُن لوگوں کی اس آیت میں مُذّمت فرمائی گئی۔ نیز شعراءِ کفّار ہر طرح کی باتیں بناتے ہیں اور ہر لَغو باطل میں سُخن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی ہجو کرتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے کہ شعر سے پُر ہو"۔

لیکن شعراءِ اسلام کہ جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ سورۂ شعراء کی مذکورہ آیات نمبر ۲۲۵ / اور ۲۲۶ کے بعد فوراً آیت نمبر ۲۲۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **"الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیراً"** ترجمہ: "مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ اور بکثرت اللہ کی یاد کی"۔ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شعراء اسلام کا استثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ وہ کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں، اسلام کی مدح لکھتے ہیں، پند ونصائح لکھتے ہیں، اس پر اجر وثواب پاتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسّان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ اُس پر کھڑے ہوکر رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفّار ومشرکین کی بَد گوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **"ان بعض الشعر لحکمة"** یعنی "بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ

"شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے بعض بُرا۔ اچھے کو لو اور بُرے کو چھوڑ دو۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔

ملک عرب میں شاعری بہت رائج تھی۔ لہٰذا جب قرآن مجید نازل ہوا تو کفار مکہ نے یہ افترا کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے اور اس سے ان کفار کی مراد یہ تھی کہ معاذ اللہ یہ کلام کاذب ہے۔ اُن کے رد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **"وما علمنه الشعر وماینبغی له ط ان ھو الا ذکر و قرآن مبین"** (پارہ نمبر ۲۳، سورۂ یٰس، آیت ۶۹)۔ ترجمہ: "اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ اُن کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن" (کنز الایمان)۔ اس آیت میں کفارِ مکّہ کا رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا۔ اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں کیونکہ کفار مکّہ کی مُراد شعر سے کلام کاذب تھی۔ الحاصل! قرآنِ مجید میں جن اشعار کی مذمت کی گئی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن اشعار کے صدور کی نفی کی گئی ہے اُن اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں جو کذب بیانی اور لَغویات پر مشتمل ہیں۔

J ۸ھ جنگِ حنین (ہَوَازِن) کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بغلۂ بیضاء پر سوار تھے اور کفار پر اپنی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے رَجزاً یہ شعر ارشاد فرما رہے تھے کہ:

"انا النبی لا کذب ÷ انا ابن عبدالمطلب"

J بارگاہِ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت اعشیٰ بن مازن بن عَمرو بن تمیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا کہ:-

"وھن شر غالب لمن غالب"

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کواس طرح بدل دیا کہ:-

"امن شر غالب لمن غلب" (مدارج النبوۃ،اردو،جلد۲،ص ۱۰۱۷)

بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام کی فہرست بہت طویل ہے۔

چند شعرائے کرام کے اسماء گرامی اس طرح ہیں J حضرت حسّان بن ثابت J حضرت عبداللہ بن رواحہ J حضرت عامر بن اکوع J حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب J حضرت زبیر بن صرد جشمی J حضرت کعب بن مالک J حضرت عباس بن مِرداس سلمی J حضرت عدی بن حاتم J حضرت حمید بن نورالبلال J حضرت ابوالطفیل بن عامر بن واثلہ لیثی کنانی J حضرت ایمن بن خزیمہ اسدی J حضرت اعشی بن مازن عمرو بن تمیم J حضرت ابوعبداللہ اسود بن سریع ساعدی تمیمی J لبید بن ربیعہ عامری J قیس بن عبداللہ عمرو بن عدسی بن ربیعہ بن جعدہ المعروف ''نابغہ جعدی''۔ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

n حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تا کہ وہ اس پر کھڑے ہوکر حضوراقدس کی مدحت بیان کریں اور حضوراکرم کے دشمنوں کی ہجواور مذمت کریں ان کی اس خدمت سے خوش ہوکر حضوراقدس نے فرمایا کہ "ان اللہ یؤید حسانا بروح القدس ما دام یناقح عن رسول اللہ"۔ ترجمہ:''بیشک اللہ تعالیٰ حسّان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں''۔(مدارج النبوۃ)

n حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسّان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اوراس کے چبھنے سے زیادہ سخت تر ہے۔اورفرمایا کہ حق تبارک وتعالیٰ جسے زبان

عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت وقدرت بخشے اُسے چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت اورآپ کے دشمنوں کی ہجواور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

n ایک مرتبہ بنی تمیم کا وفد بارگاہِ رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی شان رفیع میں گستاخی کرنے لگے۔بنی تمیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کررہا تھا۔حضرت حسّان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی تمیم کے وفد کوایسا دندان شکن جواب مرحمت فرمایا کہ بنی تمیم کواپنے عجز کا اقرار واعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے شاعر ہمارے شاعراور خطیب سے بہتر ہیں۔نیز حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسّان مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت ونشانی ہیں۔منافق ان کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی وعداوت نہیں رکھتا۔(مداراج النبوۃ)

n حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں عرض کیا کہ:-

"لو لم یکن فیه آیات مبینة ÷ کانت بدیهیة بینك بالخیر"

n حضرت قیس بن عبداللہ بن عمروالمعروف ''نابغہ جعدی'' نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک طویل قصیدہ مرتب فرمایا۔اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

"اتیت رسول الله اذا جاء بالهدی ÷ ویتلوا کتابا کالمخبر سراً"

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی سے خوش ہوکر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ "لا یفیض اللہ فاك"یعنی اللہ تیرے منہ کوسلامت رکھے۔حضوراقدس کی مبارک دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت نابغہ جعدی کی عمرایک سواسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ میں تمام دانت بہترین اورتمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔

عہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے نامور شعراء نے بزبانِ فصیح و بلیغ عربی شاعری کر کے اپنا تسلّط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے برے بڑے فصحا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عاجز اُزانوئے ادب طے کیئے۔ قرآن مجید اور حضور اقدس کے دربار کے تعلیم یافتہ صحابۂ کرام شعراء نے کفارِ عرب کے شعراء کو اپنے ارفع و اعلیٰ کلام سے مبہوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشقِ رسول کے جذبے کو اپنی شاعری سے اُجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے چرخ کے درخشاں سیّارے کی طرح جگمگائے۔ ل حصرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ ل ابومحمد عبداللہ ل ابو زید عبدالرحمٰن بن سعید ل جمال الدین ابن نباتہ ل علامہ بوصیری ل امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے حُسن کو دہ چند کرنے کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔ خصوصاً علاّمہ بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ''قصیدہ بُردہ شریف'' اتنا رائج اور مقبول ہوا کہ وہ اہل دل اور اہل عشق کے دل کی دھڑکن بن گیا۔ مذکورہ شعراء نے اپنی سحر بیانی سے عربی شاعری کی زینت کو چار چاند لگا دیئے اور ان کا کلام ہر مکان ہر محلے کی رونق بن گیا۔ عالم اسلام کو عشقِ رسول کی سچی تڑپ اور طلب صادق کا احساس انہوں نے کرا دیا۔

نعتیہ شاعری صرف عربی زبان اور ملک عرب تک محدود نہ رہتے ہوئے ملک عرب کی سرحدوں کو عبور کر کے ایران کی سرزمین میں داخل ہوئی۔ اور ایران میں فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کے عہد کا آغاز ہوا۔ فارسی زبان کی شاعری نے نئی زینت و آرائش اختیار کی اور ادب کے نئے نئے زیورات زیب تن کئے۔ تعین لغت، قوانین صرف و نحو، الفاظ بندی، مرکبات نظم و نثر، جملہ بندی، سخن سازی، ربط و روانی، سخن طرازی، فصاحت و بلاغت، سخن پروری، حُسن بیان، سخن آرائی، جوامع الکلم، سخن وری وغیرہ کے قوانین

وضوابط نافذ کئے گئے اور ان قوانین کے تحت ایک عاشق کے تخیّلات، تصوّرات، مدّعا، منشاء، تفکّرات، جذبات دل، جوش و ولولہ، فکر رساں، فریفتگی، تاثر، غور و خوض، حالتِ قلب، سوختہ دلی، آزردگی، تفتہ دلی، اضطراری، آویزگی، جذبۂ عشق، جوش ایثار، ناکامی، مایوسی، یاس امید، سرور، لگن، التفات، ارادت اور کیفِ دل نہاد کو حسن اسلوبی سے اشعار میں اظہار کرنے کا طرز اختیار کیا گیا۔ اور اس کے ضمن میں شاعری کا ایک مستقل فن متعیّن کر کے کئی صنعات ایجاد کی گئیں۔

فارسی نعتیہ شاعری میں ل حکیم سنائی غزنوی ل نظامی گنجوئی ل حضرت سعدی شیرازی ل عطار نیشاپوری ل علاّمہ جلال الدین روی ل حافظ شیرازی ل سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ل حضرت خواجہ معین الدین چشتی ل حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ل حضرت بوعلی شاہ قلندر ل حضرت علاّمہ عبدالرحمٰن جامی ل حضرت نظام الدین اولیاء ل حضرت امیر خسرو وغیرہ جیسے شہرۂ آفاق ادبّاء اور جلیل القدر اولیائے ملّت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت کہیں اور فارسی نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ ل میر دردؔ ل عزّت بخاری ل مرزا غالبؔ ل اخترؔ ایوان ل اقبالؔ ل مظہرؔ ل قدسیؔ ل عرفیؔ ل تطیری ل ظہوریؔ وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے فارسی شاعری کو عروج کی منزل میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

فارسی نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (المتوفی ۸۲۶ھ)، فخر الدین نظامی (المتوفی ۸۲۵ھ) اور محمد قلی قطب شاہ (المتوفی ۹۸۸ھ) کے کلام میں اردو نعتیہ شاعری کے دیدار ہوتے ہیں۔ اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ فارسی اور عربی شاعری میں اکثر و بیشتر اولیاء ائمہ، علماء، صوفیاء، صلحاء وغیرہ مذہبی ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلّط رہا، لہٰذا عربی اور فارسی شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت،

تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری میں اولیاء وعلماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے قلم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پھوٹ نکلے اور اردو شاعری میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیں لوگوں کو رنگینیٔ سخن سے سکون وقرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملّت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار، شرابی، کبابی، حسینوں کے دیوانے، دل پھینک عاشق بلکہ فٹ پاتھ چھاپ فحش شعراء بھی برساتی مینڈک کی طرح نکل پڑے۔ نتیجۃً عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسماء اس طرح ہیں:

l ولؔی دکنی l فراقؔ بیجاپوری l سوداؔ l مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ l میر تقی میرؔ l جگرؔ مرادآبادی l اکبرؔ الہٰ آبادی l علامہ اقبالؔ l رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری l امیرؔ مینائی l محسنؔ کاکوروی l عمرؔ خیّام l میرؔ عبدالحی دہلوی l تاباںؔ l داغؔ دہلوی l میر دردؔ l دانشؔ l ریاضؔ خیرآبادی l وصلؔ l عرشؔ ملسانی l مہاراجہ شری کرشن پرساد شادؔ l بیدلؔ l نشترؔ l آتشؔ l حفیظؔ جالندھری l جلیلؔ l حسنؔ بریلوی l محشرؔ l الطاف حسین حالیؔ l جرأتؔ l نظیرؔ l سراجؔ l ظفرؔ l ہادیؔ l پیمیؔ مارہرویؔ l شکیلؔ بدایونیؔ l کافی مرادآبادیؔ l امجدؔ l منورؔ l انشاءاللہ خاں انشاءؔ l میر ببر علی لکھنوی l محمد ابرہیم ذوق دہلوی l کنور مہیندر ناتھ بیدی سحر l سیماب اکبرآبادی l شیخ امام بخش ناسخؔ لکھنویؔ l فیض احمد فیضؔ l جوشؔ ملیح آبادی l بیزارؔ لکھنوی l بیدمؔ وارثی l اصغرؔ گونڈوی l مؤمن خاں مؤمنؔ l جاں نثار اخترؔ l فانیؔ بدایونی l ساحرؔ لدھیانوی l حسرتؔ موہانی l حضرت رضاؔ بریلوی l آثرؔ لکھنوی l قتیلؔ شفائی

l خمارؔ بارہ بنکوی l آرزوؔ لکھنوی۔

مذکورہ شعراء کے علاوہ کئی نامی۔ انامی شعراء نے اردو ادب کے فنِ شاعری کے بحر ذخّار میں غوطہ زنی کی۔ بہت سے ڈوب گئے اور بہت سے اس میں بہ گئے۔ اس وقت ہم صرف عشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ اردو شاعری میں عشق حقیقی کے جذبے کے تحت وجود میں آنے والی تخلیق کو فن وادب کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ہم بالکل سَلیس زبان میں شاعری کے لوازمات قوانین، اقسام تخلیق، صفات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت، قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے صنعات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تفہیم کے لئے موقعہ سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات، اقسام اور صنعات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعدہٗ اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

n **لوازمات:-** یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات، ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

l حرف l لفظ l اعراب l کلمہ l مصرعہ l شعر l بیت l بند l ردیف l قافیہ l مطلع l حسن مطلع l مقطع l مقفّٰی l مسجّع l ٹیپ l بحر l تقطیع l وزن l ربط l سکتہ l تخلّص۔

n **اقسام:-** مشعر کی زمین، طرح، مضمون، انواز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے

شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

J نظم J لُوری J گیت J سُرور J غزل J حمد J نعت J مثنوی J قصیدہ J مرثیہ J قطعہ J مثلّث J رباعی J مخمس J منقبت J مسدّس J مستزاد۔

n **صنعات:-** شاعر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حُسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فنِ شاعری کی متعین صنعات کا استعمال کر کے اپنے اشعار کو مزین کر کے ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صنعات ذیل میں اجمالاً مذکورہ ہیں:

J صنعت استعارہ J تشبیہ J مبالغہ J اقتباس J تضاد J تلمیح J تلمیع J تجاہل عارفانہ J تجنیس کامل J تجنیس ناقص J مقابلہ J مراعات النظیر J مستزاد J لف ونشر J تضمین J تشبیب J تنسیق الصفات J خط توأم J گریز J حسن تعلیل J اتصال تربیعی J قصیدہ مرصّعہ J ترصیع J ترجیع بند J حسن طلب J مقلوب مستوی J مقلوب بعض J مسمّط J غزل الشفتین J ابہام۔

اب مذکورہ لوازمات اقسام اور صفات کے ہر شعبے کو انفرادی طور پر دیکھیں۔

(۱) لوازمات

J **حرف:** وہ کلمہ جس کے معنی دوسرے لفظ کے ساتھ ملے بغیر پورے سمجھ میں نہ آئیں۔ (فیروز اللغات صفحہ ۵۶۶)(Alphabet)

J **لفظ:** وہ بامعنی کلمہ جو منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۵۸)(Word)

J **اعراب:** حروف کی حرکات ظاہر کرنے والی زیر، زبر، پیش کی علامتیں (فیروز اللغات، ص ۱۰۱) (Vowel)

J **کلمہ:** وہ بامعنی لفظ جو آدمی کے منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۲۲) (Part of Speech)

J **مصرعہ:** آدھا شعر، نصف بیت (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۴) =Hemistich= Helf Poetic line =Distich=

J **شعر:** موزوں مقفّی کلام، سُخن موزوں (فیروز صف ۸۴۲) =poem= Containing two hemistich=

J **بیت:** ایک وزن کے دو مصرعے۔ (فیروز، ص ۲۵۲)=Couplet poetry=

J **بند:** ٹیپ کا مصرعہ یا شعر (فیروز، ص ۳۱۷) =Verse of a Song= Consisting of two or there Couplets=

J **ٹیپ:** اونچے سے نیچا سُر۔ اونچی سے اونچی الاپ۔ مسدّس کا تیسرا شعر، مخمس یا مثلّث وغیرہ کا آخری شعر۔ بند۔ گرہ (فیروز اللغات، ص ۴۳۳)

J **ردیف:** وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے آخر میں قافیہ کے پیچھے بار بار آئے۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۸)=Rhyming Word=

J **قافیہ:** ردیف کے پہلے کا لفظ جو اپنے ہم وزن الفاظ میں مُتبدّل ہوتا رہے =Rhyme=

J **مطلع:** غزل یا قصیدے کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۵۹) =First Couplet of Ode in Which Rhyme in every hemistich is must=

J **حسن مطلع:** غزل یا قصیدے کا دوسرا مطلع۔ یعنی وہ دوسرا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز، ص ۵۶۹) -Second Couplet of ode. Rhyme in very hemistich is must-

J **مقطع:** غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص آتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵) =Last Verse of Poem in which Titular name of Poet is must=

J **مقفّیٰ:** قافیہ دار۔ قافیہ کیا گیا۔ مسجّع۔ (فیروز، ص ۱۲۷۵) =Rhythmically Composed=

J **مسجّع:** وہ عبارت یا مضمون جس میں قافیہ کا اہتمام ہو۔ (فیروز، ص ۱۲۴۵) =Harmoniums=

J **بحر:** شعر کا وزن (فیروز اللغات، ص۱۸۴) =Metre in Prosoby=

J **تقطیع:** شعر کے اجزاء کو بحر کے اوزان پر وزن کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۶۹)۔ =Dissection= The Ceasure or Pause in reading poetry=

J **وزن:** علم عروض کی اصطلاح میں شعر کی بحر (فیروز اللغات، ص ۱۴۰۹) =poetry a Shekel=

J **ربط:** بندش، تناسب، تعلق (فیروز اللغات، ص۷۰۳)، یعنی ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ موزوں ہوکر شعر کی بحر وغیرہ کو بالکل درست کرنا۔ =Well Measured Verse=

J **سکتہ:** شعر کا وزن پورا نہ ہونا (فیروز اللغات، ص:۸۰۲) **Pause**

J **تخلص:** شاعر کا وہ مختصر نام جو اشعار میں مستعمل ہو۔ (فیروز اللغات، ص۳۵۰)۔ یہ نام شاعر اپنے لئے خود تجویز کرتا ہے۔ =Titular name assumed by Poet=

مذکورہ لوازمات میں سے بحر، تقطیع اور وزن کی تفصیلی وضاحت کو مؤخر کرتے ہوئے

پہلے ہم بقیہ لوازمات کی تفہیم حاصل کریں اور اس کو آسان طریقہ سے سمجھنے کے لئے اشعار کو مثل بنائیں۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ غزل (قصیدہ) کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

n صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا ÷ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

n باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ÷ مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

n تیری نسل پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا ÷ تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانا نور کا

n چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ÷ کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

n اے رضؔا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے ÷ ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مذکورہ اشعار میں ''صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا'' کا جملہ مصرعہ ہے۔ اس کے ساتھ ''صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا'' کے کلمہ سے بنا ہوا جملہ مصرعہ ثانی ہے۔ یہ دونوں مصرعے مل کر شعر بنے۔ اور یہ شعر غزل کا پہلا شعر ہونے کی وجہ سے شعر و ادب کی اصطلاح میں مطلع کہلائے گا ہر شعر میں جو لفظ ''نور کا'' ہے وہ ردیف ہے۔ جو اپنی حالت پر رہتے ہوئے بلا کسی تبدیلی اور ترمیم کے بار بار یعنی مکرّر سکرّر آئے گا۔ مذکورہ اشعار میں باڑا، تارا، پھولا، کلمہ، بچّہ، گھرانا، کھلونا، اور قصیدہ کے جو الفاظ ہیں وہ قافیہ ہیں۔ قافیہ کا ہر شعر کے مصرعۂ ثانی میں ردیف سے پہلے ملحق ہوکر آنا ضروری ہے قافیہ کا لفظ ہر شعر میں اپنے ہم وزن لفظ سے بدلتا رہے گا۔ مذکورہ اشعار میں قافیوں کا اہتمام کیا گیا ہے لہٰذا یہ اشعار مقفّیٰ اور مسجّع ہیں اور ان اشعار میں ایک دوسرے سے مناسبت رکھنے والے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے لہٰذا اشعار میں ربط قائم ہے کہیں بھی سکتہ نہیں ہے۔ اس نعتیہ غزل کا دوسرا شعر ''باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا'' کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کیا گیا ہے لہٰذا غزل کا جو دوسرا شعر ہے وہ ''حسن مطلع'' ہے۔ کچھ سطور کے بعد حسن مطلع کے تعلق سے حضرت رضؔا بریلوی اور دیگر شعراء اردو ادب کے کلام کا تقابلی جائزہ لیں گے۔

مذکورہ اشعار کا جو آخری شعر ہے یعنی ''اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیض نور ہے'' یہ غزل کا آخری شعر ہونے کی وجہ سے مقطع کہلائے گا اور اس شعر میں جو لفظ ''رضاؔ'' ہے وہ امام عشق ومحبت حضرت امام احمد رضاؔ محدّث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تخلّص ہے۔

''حُسنِ مطلع''

جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے۔ عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کرتا ہے کیونکہ فن وادب کے اعتبار سے وہ ضروری امر ہے۔ مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرعۂ ثانی میں ردیف اور قافیہ کا التزام کرتا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے اور اس کا شمار شاعر کے فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبیٔ فن کو سراہنے کے لئے ایسے شعر کو ''حسن مطلع'' سے مُلقّب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعرا کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:-

(۱) مرزا غالبؔ:-

آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
ہے گریباں ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں (مطلع)
صفت ہائے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
رنگ ہو کر اُڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں (حسن مطلع)

مرزا غالبؔ کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔ مرزا غالبؔ کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں سے صرف ایک قطعہ نمبر ۶ ''مسی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھئے'' میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔

(۲) فانیؔ بدایونی

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے
صبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)
قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے
آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)

فانیؔ بدایونی کے دیوان ''کلیات فانی'' میں کل انسٹھ (۵۹) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک، کسی میں دو یا تین، ایک غزل میں سب سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں۔ اور وہ غزل ''زبان مدعا آشنا چاہتا ہوں÷ دل اب زندگی سے خفا چاہتا ہوں'' والی غزل ہے اس غزل میں حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔

(۳) اصغرؔ گونڈوی:-

مستی میں فروغِ رُخِ جاناں نہیں دیکھا
سنتے ہیں بہار آتی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)
زاہد نے مِرا حاصل ایماں نہیں دیکھا
رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسنِ مطلع)

اصغرؔ گونڈوی کے کلام کے مجموعے ل ''نشاط زندگی'' اور ل ''سرورِ زندگی'' میں حسن مطلع کے کل اڑتالیس (۴۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک غزل میں زیادہ سے زیادہ تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ل ''رخ رنگیں پہ موجیں ہیں تبسّم ہائے پنہاں کی'' اور ل ''شاید کہ پیام آیا پھر وادیٔ سینا سے'' ان دونوں غزلوں میں حسنِ مطلع کے تین۔ تین اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) شکیلؔ بدایونی:- ہوں دل میں عشرتِ غمِ جاناں لئے ہوئے
صحرا ہے رنگ و بوئے گلستاں لئے ہوئے (مطلع)
ذوق گناہ عزم پشیماں لئے ہوئے
کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لئے ہوئے (حسنِ مطلع)

شکیلؔ بدایوانی کے کلام کے مجموعے ل ''رعنائیاں'' ل ''صنم وحرم'' ل ''شبستاں'' ل ''رنگینیاں'' میں کل ایک سو چوسٹھ (۱۶۴) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔کل ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسنِ مطلع کے اشعار پائے جاتے ہیں لیکن بجز ایک غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد اشعار نہیں۔صرف ایک غزل ''دانستہ سامنے سے جو وہ بےخبر گئے ÷ دل پر ہزار طرح کے عالم گزر گئے'' میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں۔سولہ (۱۶) غزلوں میں حسنِ مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس (۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک شعر ہی ہے۔

(۵) فیض احمد فیضؔ:- شاخ پر خونِ گل رواں ہے وہی
شوخیِ رنگِ گلستاں ہے وہی (مطلع)
سر وہی ہے، تو آستاں ہے وہی
جاں وہی ہے، تو جانِ جاں ہے وہی (حسنِ مطلع)

فیض احمد فیضؔ کے کلام کے مجموعے ل ''دستِ صبا''، ''نقشِ فریادی'' ل زنداں نامہ'' ل ''دست تہہِ سنگ'' اور ل ''سروادیٔ سینا'' کی صرف تیرہ (۱۳) غزلوں میں سب ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسنِ مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ''طوفاں بہ دل ہے ہر کوئی دلدار دیکھنا ÷ گل ہو نہ جائے مشعلِ رخسار دیکھنا'' ہے۔

(۶) جگرؔ مرادآبادی:- نظر ملتے ہی دل کو وقفِ تسلیم و رضا کردے
جہاں سے ابتداء کی ہے، وہیں پر انتہا کردے (مطلع)
وفا پر دل کی صدقے، جان کو نذرِ جفا کردے
محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہو فنا کردے (حسنِ مطلع)

علی سکندر جگرؔ مرادآبادی کے کلام کے مجموعے ل ''شعلۂ طور'' ل ''جذبات جگرؔ'' ل ''آتشِ گل'' ل ''لمعات طور'' ل ''تخیلات جگرؔ'' ل کی کل دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچپن (۴۵۵) اشعار حسنِ مطلع کے پائے جاتے ہیں۔مذکورہ دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔اور وہ غزل کلیات جگرؔ مرادآبادی صفحہ ۲۷ پر ہے۔غزل کا مطلع ہے ''اک لفظِ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے ÷ سمٹے تو دلِ عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے''۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں صرف جگرؔ مرادآبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگرؔ صاحب کو بھی تھامنا پڑے ایسی مثال امام عشق و محبت حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔''حدائق بخشش'' حصّہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضؔا بریلوی نے غزل کے انداز میں مرقوم فرمایا ہے۔اس قصیدہ کا نام ''قصیدۂ نور'' ہے۔اس قصیدے میں حضرت رضؔا بریلوی نے حسن مطلع کے چھیالیس (۴۶) اشعار فرمائے ہیں۔اردو ادب کے کسی بھی شاعر نے ایک غزل میں اتنے اشعار حسن مطلع کے نہیں کہے بلکہ دس (۱۰) اشعار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچ سکے۔جب کہ حضرت رضؔا بریلوی نے ایک نیا ریکارڈ قائم کردیا ہے۔اور یہ ریکارڈ غیر مُکسّر (Unbeaten) رہے گا۔قصیدۂ نور کا پہلا شعر مطلع ''صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے بازا نور کا ÷ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا'' ہے۔مطلع کے بعد کا شعر جو حسن

مطلع ہے وہ ''باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ÷ مست بُو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا''
سے شروع ہو کر ''یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا ÷ بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور
کا'' تک کل چھیالیس (۴۶) اشعار حسن مطلع کے آپ نے فرمائے ہیں۔

حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے قیصدۂ نور میں کثرت سے قافیوں کا استعمال فرما کر اپنی
قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی شانِ فصاحت و بلاغت کو اُجاگر فرمایا ہے۔ جب کہ جناب
سکندر میاں جگؔر مرادآبادی صاحب چند قافیوں میں ہی الجھے رہے۔ حالانکہ جگؔر صاحب نے
حسن مطلع کے صرف آٹھ اشعار ہی کہے ہیں اس کے باوجود بھی انہوں نے قافیوں کی قلت
محسوس کی ہو ایسا لگتا ہے کیونکہ ان کے اشعار سے ایک قافیہ چار چار مرتبہ مکرّر آیا ہے۔ اس کے
برعکس امام الکلام حضرت رضؔا بریلوی کے کلام میں قافیوں کی بہتات و وسعت نظر آتی ہے۔

جگؔر مرادآبادی نے اپنی ایک غزل میں 'جن آٹھ حسن مطلع کا استعمال کیا ہے' وہ
حسب ذیل ہے:

(۱) اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے -مطلع
سمٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے

(۲) یہ کس کا تصور ہے، یہ کس کا فسانہ ہے -حسنِ مطلع نمبر۱
جو اشک ہے آنکھوں میں، تسبیح کا دانہ ہے

(۳) دل سنگ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے -حسنِ مطلع نمبر۲
دل پھر بھی مرا دل ہے، دل ہی تو زمانا ہے

(۴) ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۳
رونے کو نہیں کوئی، ہنسنے کو زمانا ہے

(۵) وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۴
سب دل کی شرار ہے آنکھوں کا بہانا ہے

(۶) شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۵
فطرت مرا آئینہ، قدرت مرا شانا ہے

(۷) جو اُن پر گزرتی ہے، کس نے اسے جانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۶
اپنی ہی مصیبت ہے، اپنا ہی فسانا ہے

(۸) کیا حُسن نے سمجھا ہے، کیا عشق نے جانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۷
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے

(۹) آغاز محبت ہے، آنا ہے نہ جانا ہے -حسنِ مطلع نمبر۸
اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانا ہے

مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ[۱۶] قافیوں کی ضرورت تھی لیکن جگؔر صاحب
صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔ (۱) فسانا۔ ۳؍مرتبہ (۲) زمانہ۔
۵؍مرتبہ (۳) دانہ۔ ۱؍مرتبہ (۴) نشانہ۔ ۱؍مرتبہ (۵) مانا۔ ۱؍مرتبہ (۶) بہانا۔ ۱؍مرتبہ
(۷) شانا۔ ۱؍مرتبہ اور (۸) جانا۔ ۳؍مرتبہ استعمال کرکے قافیوں کی قلت
(Shortage) کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے قصیدۂ نور کے
حسن مطلع کے ۴۶؍اشعار کے لئے ۹۲؍قافیوں کے لیے کل ستاسی (۸۷) الفاظ کا استعمال
فرما کر دنیائے ادب پر اپنی سخن شاہی کا سکہّ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضؔا نے ۸۷؍قافیوں کا
استعمال فرمایا ہے وہ اس طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) کلمہ۔ دو مرتبہ (۳) سجدہ۔ دو مرتبہ
(۴) ستارہ۔ دو مرتبہ (۵) کمرہ (۶) پودا (۷) والا (۸) اعلیٰ (۹) بدلا۔ بمعنی تغیر
(۱۰) بدلا۔ بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پیالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ
(۱۶) صحیفہ (۱۷) عمامہ۔ دو مرتبہ (۱۸) بالا (۱۹) بُکّہ (۲۰) پھریرا (۲۱) شفیعہ (۲۲) قبالہ
(۲۳) پسینہ (۲۴) سونا (۲۵) لمعہ (۲۶) شعلہ (۲۷) گچھاّ (۲۸) زجاجہ (۲۹) سورہ
(۳۰) پُتلا (۳۱) کُرتا (۳۲) ماتھا (۳۳) سیما (۳۴) ٹکڑا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا

(۳۷)شہانہ (۳۸)دوبالا (۳۹)اِکّا (۴۰)ترانہ (۴۱)لہرا (۴۲) آیہ (۴۳)معنیٰ ۔ دومرتبہ (۴۴)بھالا (۴۵)دکھایا (۴۶)مژدہ (۴۷)دھڑکا (۴۸)دریا (۴۹)اہلا (۵۰)رہا تھا (۵۱)کلیجا (۵۲)بٹھایا (۵۳)علاقہ (۵۴)توڑا۔روپیوں کی تھیلی (۵۵)توڑا۔بمعنی خسارہ (۵۶)کاسہ (۵۷)مہینہ (۵۸)دعویٰ (۵۹)مچلکا (۶۰)تمغا (۶۱)ٹیکا (۶۲)اُس با (۶۳)رشتہ (۶۴)حلقہ (۶۵)ہالہ (۶۶)بچّہ (۶۷)گھرانا (۶۸)دوشالہ (۶۹)جوڑا (۷۰)اندھا (۷۱)نگینہ (۷۲)تڑکا (۷۳)دھندلکا (۷۴)بڑھتا (۷۵)ذراسا (۷۶)مُعلّیٰ (۷۷)قُبّہ (۷۸)پہرا (۷۹)پرندہ (۸۰)شیدا (۸۱)دوپٹّا (۸۲)کشتہ (۸۳)چھینٹا (۸۴)جملہ (۸۵)سچّا (۸۶)آتا (۸۷)استعارہ۔

جگرؔ مرادآبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ''حسن'' و''عشق'' کے چکّر میں پھنس کر معشوقہ کے عشق میں تڑپنے اور آنسوں بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے علاوہ ازیں ان آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت کے فسانے کا رونا رویا گیا ہے۔کوئی معنی خیز الفاظ یا فنِ شاعری کی کسی صنعت پر دست آزمائی نظر نہیں آتی۔ جب کہ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار کا ایک ایک لفظ علم وعرفان کا گوہر نایاب معلوم ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اردو ادب کی کئی صنعات مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلمیح، مقابلہ، تجنیس کامل وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سوصفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حُسن بھی اپنی تمام آب وتاب کے ساتھ نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ نے مذکورہ قصیدۂ نور کے علاوہ وہ دیگر چالیس (۴۰) نعتوں، منقبتوں وغیرہ میں بھی حسنِ مطلع کا استعمال فرمایا ہے۔اور حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

- ''واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا''۔نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔
- ''ماہ سیما ہے احمد نوری''۔منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔
- ''اے امام الھدیٰ محبّ رسول''۔منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

''وزن اور بحر''

شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تولنے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں اور جنہیں بحر کہا جاتا ہے۔ان بحور میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہوسکتا اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔شعر کے وزن کرنے کا جوفن ہے وہ علم عروض کہلاتا ہے۔اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔فنِ عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم خلیل بن احمد ہے۔جو ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء میں وفات پائی۔خلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔خلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحور کے بعد ابوالحسن اخفش، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحریں مقرر ہوئیں۔پھر ان ۱۹ر بحور کو الگ الگ بحروں میں تقسیم کیا گیا اور کل چھہتر (۷۶) بحریں تعین کی گئی ہیں۔جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں لہٰذا ناظرین کی طبع خاطر فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحور کا نقشہ مع اس کے اقسام و اوزان پیش خدمت ہے:

"نقشۂ بحور مع کیفیت ، اقسام و اوزان"

نمبر	بحر کا نام	کیفیت	کل اقسام	اس بحر سالم کا وزن
۱	ھزج	مفرد	۱۱	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۲	رِجز	؍؍	۵	مستفعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۳	رَمل	؍؍	۷	فاعلاتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۴	مُتَقَارِبُ	؍؍	۶	فعولن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۵	کامل	؍؍	۱	متفاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۶	وافر	؍؍	۱	مفاعلتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۷	مُتدارکُ	؍؍	۷	فاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۸	منسرح	مرکب	۵	مستفعلن مفعولات - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۹	مُضارع	؍؍	۷	مفاعیلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۰	سریع	؍؍	۶	مستفعلن مستفعلن مفعولات - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۱	خفیف	؍؍	۳	فاعلاتن مستفعلن فاعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۲	مجتث	؍؍	۳	مستفعلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۳	مقتضب	؍؍	۳	مفعولات مستفعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۴	طویل	؍؍	۱	فعولن مفاعیلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۵	مدید	؍؍	۱	فاعلاتن فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۶	بسیط	؍؍	۱	مستفعلن فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں

نمبر	بحر کا نام	کیفیت	کل اقسام	اس بحر سالم کا وزن
۱۷	جدید	؍؍	۱	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۸	قریب	؍؍	۴	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۹	مشاکل	؍؍	۱	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں

میزان: ——— ۴۷

مذکورہ بحور میں سے سات ۷) بحریں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحریں مرکب (Cmobined) ہیں۔کل انیس (۱۹) بحریں اصل ہیں اور یہ انیس بحریں منقسم ہوکر کل ۴۷ر بحریں ہوگئیں۔جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے معائنہ سے آجائے گا۔اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے وہ ان مذکورہ ۴۷ر بحور میں سے کسی ایک بحر کے وزن پر ہوتی ہے۔کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا ہے لیکن علم عروض کا پورا دارومدار تقطیع پر ہے۔

"تقطیع"

تقطیع ہی علم عروض کا اصل اصول ہے۔اور تقطیع کا علم اور اس میں مہارت صرف علم عروض کے اصول اور قوانین کو یاد کر لینے سے نہیں آتی بلکہ مشق اور ممارَست (Expericnce) سے اس پر عُبور حاصل ہوتا ہے۔اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اُصول کی روشنی میں تقطیع کی مسلسل مشق جاری رکھنی چاہئے۔اس پر قابو پالینا علم وفن عروض پر حاوی ہونے کے مرادف ہے۔یہ کام اگر آ گیا تو گویا عروض آ گیا۔تقطیع کے

لغوی معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ چوں کہ بحر کے ارکان سے ہم وزن کرنے کے لئے شعر کے الفاظ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اس لئے اس فن کو تقطیع نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چونکہ شعر الفاظ کے مجموعہ سے بنتا ہے اور الفاظ حروف کے مرکب ہونے سے بنتے ہیں لہٰذا تقطیع میں حروف کو مدِ نظر رکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔ حروف کی تین صورتیں متعین کی گئی ہیں۔ (۱) مکتوبی غیر ملفوظی یعنی وہ حروف جو لکھے جائیں لیکن بولنے اور پڑھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً ہائے مختفی، واوٴ معدولہ، عربی کا الف وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (۲) ملفوظی و مکتوبی یعنی وہ حروف جو لکھنے میں بھی آئیں اور بولنے پڑھنے میں بھی آئیں۔ ان کا شمار تقطیع میں ہوتا ہے۔ (۳) ملفوظی غیر مکتوبی یعنی وہ حروف جو بولنے اور پڑھنے میں آئیں مگر لکھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً حروف مشدّد یعنی جب حرف پر تشدید کی علامت (ّ) ہو۔ اضافت یا ہائے باطنی، وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

تقطیع کی بہت ہی مختصر تشریح مندرجہ بالا کی گئی ہے حالانکہ تقطیع کے تعلق سے جو اصول وضوابط ہیں وہ اتنے کثرت سے ہیں کہ جن کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ قارئین کی فرح طبع کی خاطر ذیل میں حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی تقطیع پیش ہے:۔

شعر:

گنہ گاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

یہ شعر بحر ہزج سالم کا ہے۔ جس کا وزن مفاعیلن۔ چار مرتبہ ایک مصرعہ میں ہے۔
تقطیع یہ ہوئی:۔

مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
گنہ گاروں	کو ہاتف سے	نوید خوش	مآلی ہے
مبارک ہو	شفاعت کے	لئے احمد	سا والی ہے

n امام الکلام حضرت رضاؔ بریلوی نے تمام بحور میں اشعار کہے ہیں مثلاً:۔

J وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں ← بحر وافر سالم میں ہے

J رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں ← بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف میں ہے۔

J وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ← بحر خفیف مسدس مشعث مقصور میں ہے۔

J سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے ← بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف میں ہے۔

J زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے ← بحر وافر سالم میں ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ''زمین وزماں تمہارے لئے'' جس بحر میں کہی ہے وہ بحر وافر سالم صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے ''یہ بحر عربی سے مخصوص ہے اور اردو میں رائج نہیں'' (حوالہ: ''فن شاعری'' از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی بلکہ اس بحر کو فارسی اور اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفنا ہو گئی تھی لیکن حضرت رضاؔ بریلوی کے قلمِ حیات بخش نے اس بحر کو نئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا جوبن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشقِ رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن و زینت سے آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوسی ہو کر فراموش کر دیا تھا اس بحر کو حضرت رضاؔ بریلوی نے بزم البحار کی شمع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہِ دشوار کو سہل بنا دیا ہے بلکہ اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی نے اس دشوار بحر میں پورے حسنِ ترتیب سے الفاظ کی صف بندی فرما کر جو روانی پیدا کی ہے اسے دیکھ کر اہلِ علم وادب عش عش پکار اٹھے ہیں۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنی نگاہ التفات سے اُس متغائر اور متروک بحر کو وہ حُسن بخشا کہ حضرت رضاؔ بریلوی کے بعد بہت سے شعرائے اردو ادب اس بحر پر وارفتہ ہوگئے اور اس بحر میں غزلیں کہیں ہیں۔ جس بحر کو فارسی و اردو کے شعراء نے تلخ اور ترش سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہوگئے تھے اس بحر میں حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شیرینی اور چاشنی پیدا کردی کہ ہر شاعر کے لیے وہ بحر مرغوب طبع ہوگئی۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے اس بحر میں جو نعت ارشاد فرمائی ہے اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے شعر کے ہر رکن کو پورا جملہ دینے کے بجائے ہر رکن کو قافیہ کا حُسن عطا کیا ہے۔ اور ان ارکان شعر میں وہ ربط وروانی پیدا کردی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والا اگر شعر کے مطلب سے واقف نہیں بھی ہے، پھر بھی وہ الفاظ وقافیہ کی موزونیت اور نظم سنجی کے کیف میں جُھوم اٹھے گا۔ مندرجہ ذیل اشعار ہمارے اس دعوے کی دلیل وبرہان ہیں:

- تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
  زمین وفلک، سماک سمک، میں سکّہ نشاں تمہارے لئے
- کلیم ونجی، مسیح وصفی، خلیل ورضی، رسول ونبی
  عتیق و وصی، غنی وعلی، ثنا کی زباں تمہارے لئے
- عطائے ادب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
  یہ رحمت رب، ہے کس کے سبب، بربّ جہاں تمہارے لئے
- جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
  سزائے محن، پہ ایسے منن، یہ امن واماں تمہارے لئے

- اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خود کو پھیر لیا
  گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب وتواں تمہارے لئے
- صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے
  لِوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضاؔ کی زباں تمہارے لئے

اس نعت پاک کے ہر شعر میں الفاظ کی ندرت اور روانی کی شیریں مقالی اتنی پُرکیف ہے کہ نعت پڑھنے والے کے دہن میں شہد نایاب گُھل جاتا ہے۔ گویا کہ حضرت رضاؔ نے بحر وافر سالم کی پتھریلی راہ کو ہموار کر کے اس کو مخملی بنا دیا ہے۔

(۲) ''اقسام''

- **نظم=** لڑی، سلک، کلام، شعر (فیروز، ص۱۳۶۶) (Well Measured Poetry= Stringing as Pearls=
- **لوری=** ہلکی آواز کے سُریلے گیت جو عورتیں بچوں کو سلاتے یا بہلانے کے لئے آہستہ آہستہ گاتی ہیں۔ (فیروز، ص۱۱۶۸)
- **گیت=** راگ، بھجن، سُرور (فیروز، ص۱۱۳۶) =Song=
- **سُرور=** نغمہ، گیت، راگ، ایک قسم کا باجا۔ (فیروز، ص ۷۹۷) =Melody=
- **غزل=** نظم کی ایک صفت جس میں عشق ومحبت اور اخلاق وتصوف کا ذکر ہوتا ہے۔ غزل کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا حامل ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ (فیروز، ص۹۱۳) =ODE= Amatory Sonnet=

- **حمد=** خدا کی تعریف (فیروز، ص ۵۷۶) =Praise of Almighty Allah
- **نعت=** مدح، ثنا، تعریف، توصیف، رسول اللہ کی شان میں مدحیہ اشعار (فیروز، ص ۱۳۶۶) =Eulogium= Praise especially of Holy Prophet Hazrat Mohammed=
- **منقبت=** تعریف، توصیف، انبیائے کرام کے علاوہ بزرگان دین کی مدح وثنا کرنا۔ (فیروز، ص ۱۲۹۶) =Virtue= Praise of apostles except Prophets=
- **مثنوی=** نظم کی وہ قسم جس میں کوئی بات مسلسل بیان کی جائے اور اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ (فیروز، ص ۱۲۰۴) =Heroic Verse=
- **قصیدہ=** نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف وتحسین یا ہجو ہو۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں میں اور بعد کے ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۸) =Phith= Long Ode=
- **مرثیہ=** وہ نظم جس میں مُردے کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں۔ وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔ رونا۔ (فیروز، ص ۱۲۲۵) =Elegy= Song of Lementation=
- **قطعہ=** نظم کی وہ قسم جس میں کوئی ایک چیز بیان کی جاتی ہے۔ اس میں مطلع نہیں ہوتا۔ (فیروز، ص ۹۵۹) =Strophe= The Couplet Poem=

- **مثلّث=** وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۰۴) =Triverses Poetry=
- **رباعی=** وہ چار مصرعے جو اوزانِ مخصوص ہوں۔ اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعہ کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ چوتھا مصرعہ عجیب ہوتا ہے کہ سننے والا متحیّر ہوجائے۔ رباعی کے چوبیس (۲۴) اوزان ہیں۔ (فیروز، ص ۷۰۳) =Quatrain=a Stanze of four line=
- **مخمس=** وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو۔ (فیروز، ص ۱۲۱۷) =Pentagon= a king of Verse Containing five line=
- **مسدّس=** نظم کی وہ قسم جس کے ہر بند میں چھ (۶) مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۴۵) =poem Consisting of Six line=

حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح تمام بحور میں اشعار نظم فرمائے ہیں اسی طرح آپ نے قریب قریب شاعری کی تمام اقسام میں اشعار فرمائے ہیں اور فن ادب کو اس انداز سے نکھارا ہے کہ رہتی دنیا تک فن اور اہلِ فن حضرت رضاؔ بریلوی کے مرہونِ منّت رہیں گے۔ اقسام شاعری کے عنوان کے تحت کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حضرت رضاؔ بریلوی کے تبحر علم اور قادر کلامی کا تھوڑا بہت اندازہ آجائے گا۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے شاعری کی ہر قسم میں طبع رسائی فرمائی ہے۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، مثلّث، رباعی، مخمس، مسدّس وغیرہ میں اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔ جن کا ذکر صنعات کی تفصیل میں ضمناً آئے گا لہٰذا انفرادی طور پر اس پر بحث نہ کرتے ہوئے کچھ ضروری امور کی طرف قارئینِ کرام کی توجہات ملتفت کرنا چاہتے ہیں۔

''حمد اور نعت''

اردو زبان ہو یا اور کوئی زبان ہو، اس زبان کی شاعری کے اصناف میں حمد اور نعت کی بہت ہی اہمیت ہے۔ حمد اور نعت میں حمد آسان ہے جبکہ نعت بہت ہی مشکل فن ہے۔ حمد میں خدائے تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں جتنا بھی بڑھا جائے روا ہے۔ حمد میں تعریف کی سمت میں کوئی حد ہی نہیں کہ خدا کی تعریف اس حد تک کی جائے اس سے آگے نہ بڑھا جائے بلکہ تعریف کرنے والے کو روا ہے کہ وہ خدا کی حمد وثنا میں اپنے قلبی تاثرات کا جتنا زیادہ اظہار کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ حمد میں صرف ایک امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ خدائے قدوس کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ نہ کہی جائے کہ جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہو جائے۔ جب کہ نعت میں دو حدیں مقرر ہیں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ آپ کو بشریت سے خارج کر کے الوہیت سے ملحق کر دیا جائے اور ایسا کرنے پر شرک کا الزام عائد ہوگا۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک محدود حد تک ہی بڑھنا روا ہے۔ اس حد سے تجاوز کرنا روا نہیں۔ دوسری حد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کا قطعاً استعمال نہ کیا جائے جو آپ کی شایان شان نہ ہوں اور ان الفاظ میں توہین و گستاخی کا پہلو نکلتا ہو۔ اور ایسا کرنے پر شانِ رسالت میں گستاخی کرنے کا کفر لازم آئے گا۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہئے کہ شرک لازم آئے اور نہ ہی اتنا گھٹانا چاہئے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ ان دونوں سرحدوں کے درمیان رہ کر نعت گو نعت کہتا ہے اور یہ ایک دشوار منزل ہے۔

امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی اس معاملہ میں فرماتے ہیں کہ:-

''حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے

ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہونچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے''۔

(حوالہ:-الملفوظ، حصہ۲، مرتب حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا علیہ الرحمہ)

نعت رسول لکھنے کے لئے پہلی شرط شاعر کا قلب رسول کی لازوال دولت کے گوہر شاداب سے معمور ہوتا ہے اور ساتھ میں اس جذبۂ صادقہ، عشق خالص اور بے پناہ عقیدت کو اعتدال وتعاون کے ساتھ حدود شناسی کے ساتھ اظہار کرنا ہے۔ شاعر کا عشق اس درجے تک رساں ہونا چاہئے کہ اس کے دل کی ہر دھڑکن سے ''یا حبیبی یا رسول اللہ'' کی صدا آتی ہو۔ اور سنت رسول کی پیروی اس کا مقصد حیات بن جائے۔ جب یہ جذبہ شدّت کی حالت اختیار کرتا ہے تو اس کی زبان وقلم سے سوائے محبوب کی یاد اور نعت کے کچھ اور ادا نہیں ہوتا۔ اس کی زبان وقلم سے عشقِ رسول کے بے بہا موتی جھڑتے ہیں اور نعت کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

''حضرت رضؔا اور نعتیہ شاعری''

امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک دنیائے اردو شاعری مجازی محبوب کی زلفوں کی اسیر تھی۔ شعراء ہمہ وقت اپنی محبوبہ کے حُسن وجمال کی تعریف میں کھوئے رہتے تھے۔ کوئی اپنی محبوبہ کی زلفوں کی درازی میں طویل غزلیں لکھ رہا ہے۔ کوئی محبوبہ کی مخموری آنکھوں کے نشے میں جھوم رہا ہے۔ تو کوئی رخسار، لب، کمر، نزاکت موزونیت کی شان کے اظہار میں مصروف ہے۔ کوئی انگور کی بیٹی کے کڑوے گھونٹ کی شیرینی محسوس کر رہا ہے۔ غرض دنیا اور دنیا کے مجازی محبوبوں کے عشق مجازی کا ایسا غلبہ اور

تسلّط تھا کہ شعراء اردو ادب کی اکثریت اسی کے دامِ فریب میں گرفتار تھی اور مجازی محبوب کے سراپا کا عاشقانہ بیان اور اس کی سوقیانہ تشریح ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ خلاف شریعت اقوال وافعال کی ترغیب تشویق گویا کہ شاعری کا معیارِ فن بن چکا تھا۔ اردو کے کچھ شرابی اور کبابی شاعروں نے کیفِ خمر کے زیر اثر ایسے ایسے ناروا اشعار کہے ہیں کہ اردو شاعری کی روح بھی شرمندہ تھی۔ خجل وندامت سے اس کی جبینِ احساس خم ہوگئی تھی اور ایسے شعراء اور اردو ادب وفن شاعری کے لیے عار ووبال بن گئے تھے۔ ان ننگِ ادب شاعروں نے اپنے قلم کی سیاہی سے صفحۂ قرطاس ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کا دامن بھی داغ دار کرڈالا تھا۔ اس کم ظرف وکم نظر شعراء کا یہ غلط نظریہ تھا کہ اردو شاعری میں جدّت اور رنگت کی چاشنی گھولنے کے لئے عاشقانہ اور شرابیانہ طرز اختیار کرنا ضروری ہے ورنہ اردو شاعری خُشک اور تلخ رہ جائے گی۔ شراب وشباب کی رنگینی کا تذکرہ بھی اردو شاعری میں رنگ جما سکتا ہے۔ نوجوان اور عاشق طبقے کو اردو شاعری کی طرف مائل کرنے اور ان کو رغبت دلانے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اور اسی سے اردو شاعری کے حسن کا نکھار ہے۔ مذہبی شاعری کی طرف بہت کم شعراء ملتفت ہوئے تھے کیونکہ شعراء اردو ادب نے ماحول ایسا پراگندہ کردیا تھا کہ عشق حقیقی میں کی جانے والی شاعری کو پورانی وضع قطع کی ذہنیت کی تخلیق اور خشک عنوانی پر مشتمل شاعری سمجھی جاتی تھی۔ مذہبی شعراء کی مقبولیت اور شہرت ایک مخصوص طبقے اور حلقے تک ہی محدود تھی جب کہ عشق فسق سے لبریز کلام والے فسّاق شعراء عام شہرت اور مقبولیت کے ٹھیکدار بنے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی کا اردو شاعری پر احسان ہے کہ آپ نے اس غلط نظریہ کی عملی تردید فرمادی اور اپنے حسنِ کلام سے اردو شاعری کو زینت وزیبائش عطا کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی شاعری میں بھی اپنی رنگینیٔ سخن سے رنگ ورَس پیدا کردیا اور جس مذہبی عنوان کو خشک اور بے رنگ گردان کر اس کی طرف شعراء نظرِ التفات سے گریز کرتے تھے اس عنوان کو اتنا رنگین وحسین بنادیا کہ اس عنوان کے شعر گو کو بلند منصب اور اعلیٰ

معیار حاصل ہونے لگا۔ اردو شاعری کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں ایسا رنگا کہ اردو شاعری کے چہرے کی زردی کو سرخ روئی میں بدل دیا اور ثابت کردیا کہ اردو شاعری کا حسن ونکھار عشق مجازی میں شعر گوئی سے نہیں بلکہ عشق حقیقی میں طبع آزمائی سے آتا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن آئے کیوں
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضؔا کے یوں

حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے کلام بلاغت نظام سے اردو شاعری کو زینت بخشنے کے ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے جذبات دل کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام رعنائیوں کے ساتھ اظہار کرنے کا سلیقہ بھی تعلیم فرمایا۔ آپ کی شاعری حقیقت اور صداقت پرمبنی ہے۔ تصنع، بیجا غُلو، رواِیاتی تکلف، کذب گوئی، دروغ بیانی، جذبات کے سیلاب میں بہنا وغیرہ قباحتوں سے بالکل پاک ومنزّہ ہے۔ آپ کی شاعری وہبی تھی، خالق کائنات نے حضرت رضؔا کو موزونیت ومعنویت کی وہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں کہ عشق رسول کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ فن وادب کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں صرف آمد آمد کی آمدِ بہار ہے۔ آورد کی کھینچا تانی کی خزاں کا نام ونشان نہیں۔ آپ دیگر شعراء کی طرح صبح سے شام تک اشعار بندی میں منہمک نہیں رہتے تھے بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ سمندر کی طغیانی کی طرح اُبھرتا اور یادِ محبوب میں آپ بے چین وبے قرار ہوجاتے تو عشق رسول کا وہ جذبۂ سوز خود بخود بشکل اشعار زبان سے نکلتا اور وہ اشعار آپ کے سوزشِ عشق کا سامان بن کر آپ کے بیقرار دل کو سکون بخشتا۔ خود حضرت رضؔا فرماتے ہیں کہ:-

"جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں۔ (حوالہ: "سوانح اعلیٰ

حضرت، از حضرت علاّمہ بدرالدین احمد، ص ۲۸۳)

حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ شاعری بطورِ عبادت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا ہی مقصدِ اصلی تھا۔ اور اس مقصد میں صرف خلوص کا جذبہ ہی کارگر تھا۔ اس کا پتہ حسب ذیل واقعہ سے آئے گا:

’’ایک مرتبہ کوئی ایک شاعر ایک نعت لکھ کر حضرت رضاؔ بریلوی کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر ہوا۔ حضرت رضاؔ نے جب اس نعت کو ملاحظہ فرمایا تو اس نعت کے اشعار میں ایسا تذکرہ تھا کہ یارسول اللہ! آپ کی یاد اور آپ کے فراق میں میرا یہ حال ہے کہ نہ راتوں کو نیند آتی ہے نہ دن کو چین حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے غم ہجر میں کھانا، پینا، سونا وغیرہ ترک ہوگیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے اس شاعر صاحب سے فرمایا کہ واقعی اگر آپ کی وہی حالت ہے جو آپ نے اپنے اشعار میں بیان کی ہے تو آپ کی یہ حالت قابل صد تحسین ہے اور اگر آپ کی حالت حقیقۃً وہ نہیں ہے جو آپ نے بیان کی ہے بلکہ شعر کو حسن اسلوبی سے آراستہ کرنے کے لئے محض شاعرانہ تکلفات کے تحت ہی آپ نے تصنع کرتے ہوئے آپ نے اپنی حالت بیان کی ہے اور آپ کا حال اپنے بیان کے مطابق نہیں بلکہ آپ کھاتے، پیتے اور آرام سے سوتے بھی ہیں، تو یہ ایک جھوٹ ہوا۔ ذرا سوچو! جھوٹ اور وہ بھی اتنی عظیم بارگاہ میں؟ لہٰذا آپ اپنے اشعار میں اپنی وہی کیفیت بیان کیجئے جو واقعی آپ محسوس کررہے ہیں۔‘‘ یعنی اپنے اشعار کو صداقت پر ہی محمول کریں اور کذب بیانی وتصنع سے احتراز کریں۔

مذکورہ واقعہ حضرت رضاؔ بریلوی کی شاعری میں صداقت کے عناصر کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنے نعتیہ اشعار میں صرف وہی لکھا ہے جو آپ نے واقعی محسوس کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضاؔ کے اشعار میں صدق وخلوص کی گہرائیاں پائی جاتی ہیں۔ اور آپ کی شاعری میں عشق رسول کے حقیقی جذبات جلوہ

فگن ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری رسمی اور روایتی نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ اردو شاعری میں رسمی شاعری کی بدی گھر کئے ہوئے تھی۔ مثال کے طور پر مرزا اسداللہ غالبؔ آزاد طبیعت کے آدمی تھے۔ شراب نوشی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جوا(Gambling) کے وہ ایسے دلدادہ تھے کہ اُس لت کے طفیل کئی مرتبہ حوالات کی ہَوا کھا چکے تھے۔ چچا غالبؔ کے اطوارِ زندگی کو اور تصوّف کو دور کا واسطہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی غالبؔ صاحب نے تصوّف میں بہت اشعار کہے ہیں۔ غالبؔ کے صوفیانہ اشعارِ تصوف صرف رسمی اور روایتی تھے حقیقت سے اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن حضرت رضاؔ کا جُملہ کلام رسم وروایت سے مبّرا ومنزّہ ہے۔ آپ کو اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کا سراپا حبِّ رسول میں غرق تھا۔ آپ کے کلام میں عشقِ رسول کی جو مہک ہے وہ ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہے۔ آپ نے اُسی صداقت وخلوص کے جذبے کے تحت ہی اشعار نظم فرمائے ہیں اور شعراءِ اردو ادب کو نعتیہ شاعری میں راہِ خلوص اختیار کرنے کی ہدایت وتلقین فرمائی ہے۔

فن شاعری میں حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاذ نہ تھا اور نہ ہی آپ کسی سے اپنے اشعار کی اصلاح کراتے تھے۔ علاوہ ازیں شعر گوئی آپ کا مشغلہ بھی نہ تھا اور نہ ہی آپ کو اتنی فرصت تھی کہ آپ شاعری کی طرف مُلتفت ہوں کیونکہ آپ تجدیدی خدمات میں ہمہ وقت منہمک تھے۔ کثرت تصنیف میں آپ ایسے مصروف تھے کہ آپ شاعری کی طرف اپنی توجہات مرکوز ہی نہ کرسکے تھے کیونکہ شب وروز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے تقریباً ۱۸/ یا ۲۰/ گھنٹے آپ تصنیفی خدمت میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی شاعری وہبی تھی۔ فنِ شاعری میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رہنما تھا۔ قرآنِ مجید آپ کی شاعری کا ماخذ ومرجع تھا۔ احکام شریعت آپ کے پاسدار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتیہ شاعری احکام شریعت سے سَرِ مُو متجاوز نہیں۔ حالانکہ نعت گوئی کے میدان میں کئی مشکل مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نعت گو شاعر عموماً مضامین کے محدود دائرے میں

جولانی کرتا ہے۔ وہ ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنے کے لئے نئے نئے الفاظ کی تلاش وجستجو میں رہتا ہے۔ اور جدّتِ الفاظ کی قُدرت جتانے کے شوق میں وہ کبھی ناروالفظ کا بھی دامن تھام لیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضمون کی تلاش میں شاعر اپنی بساط سے اونچی پرواز کرنے کی کوشش کرتا ہے اور الجھ جاتا ہے۔ یا تو احکام شریعت کی خلاف ورزی کر بیٹھتا ہے یا اپنے کلام کو مہمل بنا ڈالتا ہے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اُن تمام امور سے منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ کی شاعری میں جو احتیاط پائی جاتی ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ آپ نے جس مضبوطی سے ادب واحترام کے دامن کو تھاما ہے، اس کی مثال دیگر شعراء کے کلام میں بہت ہی قلت سے پائی جاتی ہے۔ حضرت رضؔا کے کلام کی عمدگی کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے لئے قرآنِ مجید کو مشعلِ راہ بنایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات واعجاز، مناقب ومراتب اور بے مثل ومثال صفات کو قرآن مجید کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کئے۔ قرآن سے آپ نے نعت گوئی سیکھی اور نعت گوئی کے منازل کو اس کی تمام تر رعنائیوں سے طے کرنے کے لئے مداحِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقفِ راہ عشق کو خضرِ راہ بنایا اور اُن کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ خود فرماتے ہیں کہ:

n ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ ÷ بیجا ہے للہ المنّت محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ÷ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت رضؔا بریلوی نعت گوئی کی راہ میں ایسے ایسے نازک مراحل سے گذرے ہیں کہ تھوڑی سی بے احتیاطی بھی ارتکابِ جرم عظیم کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی نے بڑی احتیاط سے ان مضامین کو نبھایا، نعت گوئی کے احترام وتقدس کو ملحوظ رکھا اور شعر کو فن کے زیورات سے آراستہ کر کے شاعری کے حسن کو بھی دوبالا کیا ہے۔ ان مراحل کو بآسانی طے کرنے کے لئے

جو طریقہ اپنایا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

n رہبر کی رہ نعت میں اگر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسّان بس ہے

حضرت رضؔا بریلوی نے شاعری کے تمام اصناف میں شعر گوئی کی ہے لیکن آپ کے کلام میں زیادہ تر تغزل کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ نے غزل کے انداز میں نعت، منقبت، قصیدہ وغیرہ نظم فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں حمد، مثنوی، قطعات، رباعیات وغیرہ میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے فن شاعری کو حیات نو بخشی ہے اور فنّ شاعری صنعات میں آپ نے اپنی قادرالکلامی کا سکہّ بٹھاتے ہوئے جو کمال دکھایا ہے اس کو دیکھ کر دنیائے اردو ادب کے بڑے بڑے شعراء اور ماہرین انگشت بدندان ہیں۔ اس وقت حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شاعری پر مزید کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صنعات فن شاعری پر کچھ گفتگو کریں اور اختتامِ مقالہ میں حضرت رضؔا کی شاعری کے محاسن پر کچھ تفصیل سے تبصرہ کریں گے۔

(۳) صنعات فن شاعری

فن شاعری میں کچھ صنعات متعیّن کی گئی ہیں۔ اور ہر صنعت کے قواعد وضوابط مقرّر کئے گئے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لئے ان صنعات کا اپنے اشعار میں استعمال اور اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعراء اپنے کلام میں ان صنعات کو استعمال میں کوشاں رہے اور اپنی حسبِ استطاعت ان صنعات کا استعمال کیا۔ حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے کلام میں ان صنعات کا بھرپور استعمال فرمایا ہے اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کردی کہ نعتیہ شاعری میں ان صنعات کا حسین انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور فن وادب کو اُجاگر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت رضؔا نے اپنے نعتیہ

اشعار میں ان صنعات کو اپنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہلِ ذوق کو مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضؔا کا مقام فن وادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند واعلیٰ ہے۔ اب ہم صنعات کا ذکر کرتے ہیں اور ہر صنعت میں حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، ندرت، قدرت، اور فوقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اُس صنعت میں حضرت رضؔا کے اشعار پیش کرتے ہیں۔

n ''صنعت استعارہ''

اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص۴۱) =Metaphorical=

شکیل بدایونی کا شعر ہے کہ:- (۱) اے میرے ماہ کامل پھر آشکار ہوجا
اکتا گئی طبیعت یاروں کی روشنی ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے لئے حقیقی معنی ترک کر کے ''ماہ کامل'' کے مجازی معنی کا استعمال کیا ہے یعنی ماہ کامل سے مراد اپنی محبوبہ ہے۔

حضرت رضؔا فرماتے ہیں:- (۱) آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اُجالا تیرا
(۲) نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا
(۳) واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دُلہن پھول
(۴) اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

(۵) کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں شعر نمبر۱ میں J سچے سورج، شعر نمبر۲ میں J منشیٔ رحمت، شعر نمبر۳ میں J گل، شعر نمبر۴ میں J نور باری اور J مہر، شعر نمبر۵ میں J بدرالدجیٰ اور J شمس الضحیٰ سے مراد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس ذاتِ گرامی ہے۔ ایسے تو کئی اشعار ''حدائق بخشش'' میں دستیاب ہیں۔

n ''صنعت تشبیہ''

ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔ (فیروز اللغات، ص۳۶۱) =Allegory=

J **میر تقی میرؔ کا شعر ہے کہ:-** ناز کی اُن کے لب کیا کہیئے
پنکھری اِک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے ہونٹ کو گلاب کی پنکھری سے مثال دی اور اپنی محبوبہ کے لب کو گلاب کی پنکھری کی مانند ٹھہرایا۔

J **حضرت رضؔا بریلوی فرماتے ہیں:-** پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضؔا اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک اور نازک ہونٹوں کو ان کی نزاکت کی بنا پر ''گلِ قدس کی پتیوں'' سے تشبیہ دے رہے ہیں۔

J **ماہرؔ چاندپوری کا شعر ہے:-** چاند سے چہرے پہ بکھری ہے وہ زلف عنبریں
رات کیوں ہے آج اتنی دل ربا معلوم ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے چہرے کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

J **حضرت رضاؔ فرماتے ہیں:-** دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کف پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا، تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ’’کف پا‘‘ یعنی تلووں کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

J **حضرت رضاؔ فرماتے ہیں:-** ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضاؔ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک یعنی ڈاڑھی شریف کو ہالۂ ماہ یعنی کہ چند کے اردگرد جو کنڈل ہوتا ہے اس سے تشبیہ دی ہے۔

n ’’صنعت مبالغہ‘‘

کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۹۳) اس کو غُلو بھی کہتے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ اردو ادب کے شعراء نے اس صنعت میں بہت ہی گل کھلائے ہیں۔ مثلاً امیر مینائی کا شعر ہے:-

’’ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی ÷ بال کھولے تو گھٹا لوٹ آئی‘‘۔

لیکن حضرت رضاؔ کی نعتیہ شاعری میں مبالغہ یا غُلو متصوّر رہی نہیں۔ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا ہے وہ حقیقت ہے اور حقیقت حال پر ہی محمول ہے۔ جس ذاتِ پاک کی تعریف کا جو حق ہے وہ حق ہی کماحقہٗ جب ادا نہیں ہوسکتا تو پھر مبالغہ اور غلو کی صورت ہی پیدا نہیں ہوسکتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف میں مبالغہ اور غلو کا سدِّ باب زور وشور سے فرماتے ہوئے حضرت رضاؔ رقمطراز ہیں کہ:-

n ’’اے رضاؔ خود صاحب قرآن ہے مداحِ حضور ÷ تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی‘‘

جب تعریف و مدحت کا جو حق ہے وہی ہم سے ادا ہونا ممکن نہیں تو پھر مبالغہ یا غلو کو دخل

ہی نہیں ہے اور حضور اقدس کی تعریف کا کماحقہٗ حق ادا کرنے سے اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے حضرت رضاؔ فرماتے ہیں کہ:-

n ’’لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا ÷ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے‘‘

مختصر یہ کہ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں مبالغہ یا غلو کا امکان ہی نہیں جو بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ہے وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہی ہے، غلو نہیں۔

n صنعت اقتباس

چنا ہوا کلام (فیروز اللغات، ص ۱۰۵) یعنی شاعر اپنے شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا ٹکڑا لے۔ اور اس عبارت کو عربی زبان میں ہی شعر میں نقل کرے۔ =Quotation=

صنعتِ اقتباس کی مثالیں اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اُن شعراء کے کلام میں یہ صنعت برائے نام ہی پائی جاتی ہے بجز ڈاکٹر اقبالؔ صاحب۔ ڈاکٹر اقبالؔ کے کلام میں صنعت اقتباس ضرور پائی جاتی ہے لیکن محدود تعداد میں:-

پہلے ہم اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے کلام سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

J **مرزا اسد اللہ غالبؔ کا شعر ہے کہ:-** دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
وقنا ربنا عذاب النار

مرزا غالب کے دیوان میں صنعت اقتباس کے کل دو ہی اشعار پائے جاتے ہیں۔ غالبؔ کا وہ دوسرا شعر بھی پیش خدمت ہے۔

جاں مطرب ترانۂ ھل من مزید ہے
لب پر وہ سنج زمزمۂ الاماں نہیں

ڈاکٹر علامہ اقبالؔ کا شعر:- (۱) رنگ او ادنی میں رنگین ہو کے اے ذوق طلب
کوئی کہتا تھا کہ لطفِ **ما خلقنا** اور ہے
(۲) زندگی از دہر و دہر از زندگی ست
لا تسبّوا الدھر فرمانِ نبی ست
(۳) کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے **ھو اللہ احد** کہتے تھے
(۴) حکمت وتدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا "**وقد کنتم بہ تستعجلون**"
(۵) چشمِ اقدام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان **رفعنا لک ذکرک** دیکھے

علاّمہ اقبالؔ کے کلام سے صنعت اقتباس کی مثال میں پانچ اشعار درج کئے ہیں۔ علاّمہ اقبال کے علاوہ دیگر شعرائے اردو کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں مشکل سے ملتی ہیں۔ جگرؔ مرادآبادی، فیض احمد فیضؔ، فانیؔ بدایونی، فراقؔ گورکھپوری، اصغرؔ گونڈوی کے کلام تو اس صنعت سے محرومیت پر ماتم کناں محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت اقتباس کی مثالیں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ عقلیں حیران ہیں۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

حضرت رضاؔ فرماتے ہیں:- (۱) ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
(۲) لاملئن جہنم تھا وعدۂ ازلی
نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا

(۳) انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
(۴) غنچے ما اوحی کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں
(۵) پائے کوباں پل سے گزریں گے تیری آواز پر
ربِ سلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے
(۶) نبی سرورِ ہر رسول و ولی ہے
نبی رازدار مع اللہ لی ہے
(۷) نہ عرشِ ایمن نہ **انی ذاھب** میں میہمانی ہے
نہ لطف ادن یا احمد نصیب **لن ترانی** ہے
(۸) کھلے کیا راز محبوب ومحبّ مستانِ غفلت پر
شرابِ **قد رأى الحق** زیب جامِ **من رآنی** ہے
(۹) ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے
(۱۰) **من رآنی قد رای الحق** جو کہے
کیا بیاں اُس کی حقیقت کیجئے
(۱۱) **والضحیٰ حُجرات الم نشرح** سے پھر
مؤمنو! اتمام حُجت کیجئے
(۱۲) **من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی**
ان پر درود جن سے نوید اِن بشر کی ہے

(۱۳) ایسا اُمتی کس لئے منّت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقرأ ربك الاكرم نہیں

(۱۴) ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شیءٍ
تفصیل جس میں ماعبر وما غبر کی ہے

(۱۵) مجرم بلائے آئے ہیں جاء وٗك ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

(۱۶) مؤمن ہوں، مومنوں پہ رؤف رحیم ہو
سائل ہوں سائلوں کو خوشی لا نهر کی ہے

(۱۷) تبارك الله شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

(۱۸) پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تد لی کے سلسلے تھے

(۱۹) اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

(۲۰) یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر اکملت لکم

(۲۱) مژگان کی صفیں چار ہیں، دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیالٍ عشرٍ

(۲۲) دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
من رأیٰ کیسا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

(۲۳) ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص
کھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا

(۲۴) بجا لایا وہ امر سارعوا کو
تیری جانب جو مستعجل ہے یا غوث

(۲۵) نحت فلاح الفلاح رحت فراح المراح
عد لیعود الهنا تم پہ کروڑوں درود

(۲۶) گیسو وقد لام الف کر دو بلا منصرف
لا کے تہِ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

(۲۷) شمع بزم دنیٰ هو میں گم کن انا
شرع متن ہویّت پہ لاکھوں سلام

(۲۸) لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(۲۹) معنی قد رأیٰ مقصد ما طغیٰ
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(۳۰) منزلٌ من قصب لا نصب لا صخب
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

(۳۱) یٰعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

(۳۲) لا یعودون آگے ہوگا بھی نہیں
تو الگ ہے دائما پھر تجھ کو کیا

(۳۳) **فاذا فرغت فانصب** یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اُٹھو وقت بخشش آیا۔ کرو قسمت عطایا

(۳۴) **و الی الاله فارغب** کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا۔ بنو شافع خطایا

(۳۵) وہ کنواری پاک مریم، وہ **نفخت فیه** کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا۔ وہی سب سے افضل آیا

(۳۶) یہ ہیں **حیّ ابدی** اُن کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

(۳۷) **احسن الله لهم له رزقاً** سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

(۳۸) یا الٰہی جب سرِ شمشیر پہ چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

(۳۹) یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے **آمین ربنا** کا ساتھ ہو

حدائق بخشش حصّہ اوّل و دوم سے مذکورہ ۳۹/ اشعار اردو کلام سے اخذ کئے گئے ہیں حالانکہ ان دونوں حصص میں صنعت اقتباس کے اشعار فارسی کلام میں بکثرت ہیں۔ حدائق کے دونوں حصص میں فارسی کلام بمقابل اردو کلام چوتھائی حصّہ (۱/۴) کے برابر نہیں اس کے باوجود فارسی کلام میں صنعت اقتباس کے ۵۹/ اشعار ہیں۔ حصّہ سوم کے اردو اور فارسی اشعار ان میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی تعداد حسب ذیل ہوگی:-

نمبر	کیفیت	حدائق حصّہ اوّل و دوم کے اشعار	حدائق حصّہ سوم کے اشعار		میزان
۱	اردو اشعار	۳۹	۴۰	=	۷۹
۲	فارسی اشعار	۵۹	۵	=	۶۴
			کل اشعار	=	۱۴۳

حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے صنعت اقتباس میں ۱۴۳/ اشعار ارشاد فرما کر ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے جو کبھی توڑا نہ جا سکے گا بلکہ اردو ادب کے تمام شعراء نے مل کر صنعت اقتباس میں جتنے اشعار کہے ہیں ان سے کہیں زیادہ اشعار حضرت رضا نے اکیلے نظم فرمائے ہیں اور وہ اشعار بھی ایسے اعلیٰ معیار و علمی وجاہت کے ہیں کہ ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی صفحات مرقوم کئے جا سکتے ہیں۔ اردو ادب کے دامن کو حضرتِ رضا نے گوہر شاداب سے بھر دیا ہے اور اردو ادب کے حُسنِ فن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ صرف صنعت اقتباس میں اردو زبان کے کل ۷۹/ اشعار اور فارسی زبان کے کل ۶۴/ اشعار نظم فرما کر حضرت رضا نے اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔ راقم الحروف کا جہاں تک خیال ہے وہاں تک آج تک دنیائے اردو ادب میں ایک بھی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا، جس نے صنعت اقتباس میں اتنی کثرت سے اشعار کہے ہوں۔ اس میدان میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان منفرد اور یکتائے زمانہ ہیں۔ ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ جس کو بھی دیکھتے ہیں وہ حضرت رضا کے سامنے طِفلِ مکتب نظر آتا ہے۔

n ''صنعت تضاد''

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اِسم ہوں یا فعل ہوں۔ اس صنعت کو صنعتِ طباق و تضاد بھی کہا جاتا ہے =Parodo=

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** فرش سے تا عرش، واں، طوفاں تھا موجِ رنگ کا
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

اس شعر میں فرش و عرش اور زمین و آسمان متضاد الفاظ ہیں۔

J **اکبر الہٰ آبادی کا شعر ہے :-** نگاہِ ناز بُتاں پر نثار دل کو کیا
زمانہ دیکھ کے دُشمن سے دوستی کرلی

اس شعر میں دشمن اور دوستی ایک دوسرے کی ضد کے الفاظ ہیں۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** کفر وخرد کو راس نہ آئے گی زندگی
جب تک جنوں ہے مشعلِ ایماں لئے ہوئے

اس شعر میں کفر و ایمان اور خرد و جنوں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ ہیں۔

J **اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:-** اس عالم ہستی میں نہ مرنا ہے نہ جینا ہے
تو نے کبھی دیکھا نہیں، مستوں کی نظر سے

اس شعر میں مرنا اور جینا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

J **فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:-** وصل کی شب تھی تو کس درجہ سبک گزری تھی
ہجر کی شب ہے تو کیا سخت گراں ٹھہری ہے

اس شعر میں وصل کی ضد ہجر، سبک کی ضد گراں اور ''تھی'' کی ضد ''ہے'' ہے۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** موت ہستی پہ وہ تہمت تھی کہ آساں نہ تھی
زندگی مجھ پہ وہ الزام کہ مشکل سے اٹھا

اس شعر میں موت کی ضد زندگی اور آسان کی ضد مشکل ہے۔

J **جگرؔ مراد آبادی کا شعر ہے:-** خدا جانے محبت کونسی منزل کو کہتے ہیں
نہ جس کی ابتدا ہی ہے، نہ جس کی انتہا ہی ہے

اس شعر میں ابتدا اور انتہا دو متضاد الفاظ ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار میں صنعتِ تضاد اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ اُن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جن سب کو بطور مثال یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ آپ کے کلام میں صنعت تضاد کی وہ بہتات ہے کہ ایک ایک شعر میں کئی صنعات ملتی ہیں اور ہر شعر میں صنعت تضاد کے لئے نئے نئے اور معنی خیز الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔ الفاظ کی تکرار یا اعادہ بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بلکہ ہر شعر میں جدّت کی لذّتِ نو پائی جاتی ہے۔ ذیل میں حضرت رضاؔ کے کلام سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار پر کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف شعر پیش کرنے کے بعد ان کے ذیل میں صنعت تضاد کے الفاظ درج کر کے شعر میں مستعمل صنعت کی تعداد شمار کی گئی ہے:

J **حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-**

n (۱) بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا
کُھل گیا گیسو ترا، رحمت کا بادل گِھر گیا

تضاد:- (۱) بڑھ چلی v/s. گھٹا (۲) ضیا -v/s- اندھیر (۳) کھل گیا -v/s- گھر گیا۔

n (۲) نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

تضاد:- (۱) نہ -v/s- ہونا (۲) آسمان -v/s- خاک (۳) کشیدہ (کھینچا ہوا) -v/s- خمیدہ (جُھکا ہوا)

n (۳) ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ
بھاری ہے ترا وقار آقا

تضاد:- ہلکا -v/s- بھاری (۲) اگر -v/s- ہے (۳) ہمارا -v/s تیرا (۴) پلّہ -v/s- وقار۔

n (۴) نارِ دوزخ کو چمن کردے بہارِ عارض
ظُلمت حشر کو دِن کردے نہارِ عارض

تضاد:- (۱) نار -v/s- نہار (۲) دوزخ -v/s- چمن (۳) ظلمت -v/s- نہار۔

n (۵) جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جُلتے بجھا دیئے ہیں۔ روتے ہنسا دیئے ہیں

تضاد:- (۱) جلتے -v/s- بجھا دیئے (۲) روتے -v/s- ہنسا دیئے۔

n (۶) واں مطیعون کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

تضاد:- (۱) واں -v/s- یاں (۲) مطیعون -v/s- سیہ کاروں (۳) جگر -v/s- دامن (۴) خوف -v/s- مچلنا۔

n (۷) سر سبز وصل یہ ہے سیہ پوشیں ہجر وہ
چمکی دو پٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

تضاد:- (۱) سرسبز -v/s- سیہ پوش (۲) وصل -v/s- ہجر (۳) یہ -v/s- وہ۔

n (۸) وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے، اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

تضاد:- (۱) وہاں -v/s- یہاں (۲) فلک -v/s- زمیں (۴) پر (اوپر) -v/s- میں (اندر) (۴) اُدھر -v/s ادھر (۵) آتے -v/s- اُٹھتے (جاتے) (۶) انوار -v/s- نفحات۔

n (۹) کبھی خاک پر پڑا ہے، سر چرخ زیر پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے۔ سربندگی جُھکا یا

تضاد:- (۱) خاک -v/s- چرخ (۲) پر (اوپر) -v/s- زیر (نیچے) (۳) سر -v/s- پا (پاؤں) (۴) کھڑا -v/s- جھکایا۔

n (۱۰) کبھی گُم کبھی عیاں ہے، کبھی سردگہ تپاں ہے
کبھی زیرلب فغاں ہے، کبھی چُپ کہ دم نہ تھایا

تضاد:- (۱) گُم -v/s- عیاں (۲) سرد -v/s- تپاں (۳) فغاں v/s- چپ (۴) ہے -v/s- نہ (نہیں)۔

مذکورہ صرف دس (۱۰) اشعار میں صنعت تضاد کی چھتیس (۳۶) مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اس سے قارئین اندازہ کرلیں کہ حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ کلام میں یقیناً ہزاروں مثالیں صنعت تضاد کی پائی جاتی ہیں۔

n ''صنعت تلمیح''

کلام میں کسی قصّے کی طرف اشارہ کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۷۵)۔ یا کسی مشہور شعر اور کہاوت یا قرآن وحدیث کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** مئے کوثر پلاتے ہیں جناب مصطفیٰ شاید
علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے

اس شعر میں میدان کربلا میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین کے شہزادے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہما کی پیاس اور ان کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مرزا غالبؔ کا شعر ہے:- قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوار زنداں ہو گئیں

اس شعر میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قید ہونے، حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کے فراق میں رو رو کے نابینا ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:- طور نے جل کر ہزاروں طور پیدا کر دیئے
ذرّہ ذرّہ میرے دل کی خاک کا دل ہو گیا

اس شعر میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار الٰہی کے لئے کوہِ طور سینا پر تشریف لے جانا اور کوہ طور کا انوارِ الٰہی کی تجلّی کی ایک کرن سے جل کر خاک ہو جانے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی کرنے کے ثمرے میں مشکل سے دو۔ پانچ اشعار صنعت تلمیح کے نظر آئیں گے اور وہ اشعار بھی کوئی خاص دم دار بھی نہیں۔ فن شاعری کی صنعت تلمیح میں اسلامی تاریخ کے واقعات کی طرف اشارہ کرنے میں اکثر شعراء کی معلومات محدود ہی رہی ہے۔ اکثریت نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہِ طور کے واقعہ، حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور واقعات کربلا تک ہی اپنی معلومات کو محدود رکھ کر اشعار تلمیحات نظم کئے ہیں لیکن حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کا معائنہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اوّل تا آخر پورا دیوان تلمیحات سے چھلک رہا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کا ہر شعر قرآنِ مجید کی کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر ہے۔ یا تو پھر کسی حدیث کا مفہوم و معنی ہے یا تو پھر اسلامی تاریخ کے کسی اہم واقعہ کی

روداد و تفصیل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رضاؔ کے کلام میں تلمیحات کی بھرمار ہے۔ صرف اُن تلمیحات کی تشریح لکھی جائے تو علم کا ایک خزینہ وجود پذیر ہو جائے۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تلمیحات کے بیان کے سلسلہ میں علمی معلومات کی حد بندی کی قید میں مقید نہ رہتے ہوئے وسعتِ علم کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ نے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والے اکثر واقعات کو اپنے اشعار میں بحیثیت تلمیحات نظم بند فرمائے ہیں۔ حضرت رضاؔ کے کلام سے صنعت تلمیح کے کچھ اشعار قارئین کے ذوق کے لئے پیش خدمت کرتے ہیں:

حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چِر گیا

اس شعر میں دو تلمیحات یعنی دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مصرعۂ اولیٰ میں جنگ خیبر سے واپسی میں مقام صہبا میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹایا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مصرعۂ ثانی میں معجزۂ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم
جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم
پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں اُن کئی واقعات کا ذکر ہے کہ بارہا جانوروں نے باعثِ تخلیقِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدے کر کے تعظیم بجا لائے، سنگریزوں نے کلمہ پڑھا،

درختوں نے حکم کی بجا آوری اور سجدے کئے۔ایسے بے شمار واقعات کی طرف صرف ایک شعر میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

n (۳) ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ احد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے۔احد کا پہاڑ لرزنے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پائے اقدس کی ایک ٹھوکر رسید فرما کر احد کے پہاڑ کا زلزلہ دور فرما دیا۔اس واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

n (۴) انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس شعر میں اُن تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ کئی مرتبہ ایسا حادثہ ہوا ہے کہ کثیر تعداد پر مشتمل لشکر اسلام میں پانی ختم ہو گیا۔وضو، غسل اور پینے پکانے کے لئے بھی پانی نہیں۔کہیں سے پانی دستیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔ایسی حالت میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کی مبارک انگلیوں سے پانی کے دریا جاری ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں افراد اس مقدس پانی سے سیراب ہوئے۔کسی نے وضو کیا، کسی نے غسل کیا، کسی نے شکم سیر ہو کر نوش کیا، یہاں تک کہ لشکر میں موجود برتنوں اور مشکیزوں میں پانی بھر لیا گیا۔

n (۵) عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب فرعون نے پورے ملک کے

جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے جمع کئے تھے۔ان جادوگروں نے اپنے ہاتھوں کی لاٹھیاں اور رسّیاں زمین پر پھینکیں، تو وہ سب سانپ بن کر رینگنے لگیں۔حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ میں جو عصاء (لاٹھی) تھا اس کو زمین پر ڈال دیا تو وہ زبردست اژدہا بن گیا اور جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا۔

n (۶) واللہ جو مل جائے مرے گُل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مفلس وغریب شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیٹی کی شادی ہے۔میں اتنا مفلس الحال ہوں کہ دلہن کے لئے عطر بھی نہیں خرید سکتا۔یارسول اللہ! کچھ عطا فرما دو۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شیشی میں اپنا پسینہ مبارک بھر کے اس شخص کو عطا فرمایا۔جب دلہن کو وہ مقدس پسینہ لگایا گیا تو ایسی خوشبو مہکی کی پورا شہر مدینہ مہک اُٹھا اور خوشبو کا یہ عالم تھا کہ اس خوشبو سے بہتر خوشبو کسی نے سونگھی نہ تھی۔

یہاں تک صرف چھ اشعار کی بہت ہی مختصر وضاحت کر دی ہے۔حضرت رضؔا کے نعتیہ کلام میں سیکڑوں اشعار صنعت تلمیح کے پائے جاتے ہیں۔ان تمام اشعار کو تشریح کئے بغیر بھی پیش کرنا ممکن نہیں۔لہٰذا ناظرین کرام کے لطف وفراح کے لئے چند اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں:

n (۷) تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو آپ کے فراق میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے نابینا ہونے کی دعا

مانگی تھی اوران کی دعامقبول ہوئی تھی۔

n (۸) قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

اس شعر میں اشارہ ہے کہ حضور غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے قسمیں دے کر کھلایا اور پلایا۔

n (۹) اس نے لقبِ خاک شہنشاہ سے پایا

جو حیدرِ کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

حضرت علی کو حضور اقدس نے ''ابوتراب'' لقب سے نوازنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

n (۱۰) کیوں جناب بو ہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر

جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

ایک پیالہ دودھ سے ستّر (۷۰) حضراتِ اصحابِ صُفہ کے سیراب ہوجانے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

n (۱۱) حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سَر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال حُسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کا اپنی انگلیاں کاٹ ڈالنے کے واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

n (۱۲) چاند جُھک جاتا جدھر اُنگلی اُٹھاتے مہد میں

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضور اقدس عالم شیر خواری میں گہوارے سے انگلی کا اشارہ فرماتے تو چاند آپ کے اشاروں پر چلتا تھا۔

n (۱۳) جس نے ٹکڑے کیئے ہیں قمر کے وہ ہے

نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔

n (۱۴) جان ہیں جان کیا نظر آئے

کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

دورانِ ہجرت حضور اقدس کا غار ثور میں تشریف فرما ہونے کے باوجود دشمنوں کو نظر نہ آنے کا واقعہ۔

n (۱۵) اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خُور کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے

معجزۂ شق القمر اور معجزۂ رجعت شمس کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت تلمیح کے سینکڑوں اشعار پائے جاتے ہیں۔ اہل ذوق حضرات آپ کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع فرمائیں۔

n ''صنعت تلمیع'' (مُلَمَّع)

اس صنعت کو صنعتِ ملّمع بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عروض میں ایک زبان کی نظم میں دوسری زبان کا ایک مصرع یا شعر یا اشعار ملا دئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص۱۲۸۴)۔ یعنی ایسی نظم کہ جس کا ایک مصرع یا ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی میں ہو۔ اس صنعت کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) **ملّمع مکشوف** : یعنی جب ایک شعر ایک زبان میں اور دوسرا شعر دوسری زبان میں ہو۔

(۲) **ملّمع محجوب** : یعنی جب ایک مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ

دوسری زبان میں ہو۔

=Furbished= Spocies of Poem, the distichs of which are writtern in Persian and Arabic alternate. (The Royal Persian-Eun. Dict. Page.435)

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے اچھے شاعروں کو لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔ اردو ادب کے اکثر و بیشتر شعراء کے دیوان اس صنعت کی مثال کے اشعار سے محروم ہیں۔ یہاں تک کہ جن کا شمار اردو ادب کی صف اوّل کے شعراء میں ہوتا ہے وہ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کے پورے دیوان میں صرف ایک شعر پایا جاتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
وقنا ربنا عذاب النار

یہ وہی شعر ہے جو صنعت اقتباس کی مثال میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ شعر ویسے دیکھو تو صنعت تلمیع (ملمع) کے ضوابط وقوانین کے معیار پر ٹھیک اُترتا بھی نہیں کیونکہ اس صنعت کی اہم شرط یہ ہے کہ اس شعر کا ایک حصہ عربی میں اور دوسرا حصّہ فارسی زبان میں ہو۔ جب کہ غالبؔ صاحب کے اس شعر کا پہلا مصرعہ اردو میں ہے اور دوسرا مصرعہ عربی میں ہے۔ پھر بھی اگر غالبؔ صاحب کے ساتھ فراخ دلی سے رعایت کرتے ہوئے اس شعر کو صنعت تلمیع میں شمار کیا بھی جائے تب بھی وہ شعر صرف صنعت ملمّع محجوب کا مانا جائے گا۔ کیونکہ جس شعر کا ایک مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ دوسری زبان میں ہو وہ شعر صنعت ملمّع محجوب میں شمار ہوگا۔

اردو ادب کے دیگر شعراء صف اوّل مثلاً شکیلؔ بدایونی، فیض احمد فیضؔ، جگرؔ مرادآبادی، فانیؔ بدایونی وغیرہ کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ اچھّوں اچھّوں کی ہوا بند ہو جاتی ہے۔ شاعر کی علمی اور ادبی صلاحیتیں جواب دے چکتی ہیں۔ پروازِ تخیّل دم توڑ دیتی ہے۔ اقلام جامد اور غیر

متحرک ہو جاتے ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال بہت ہی دشوار مرحلہ ہے۔ اکثر شعراء اس کی طرف اپنی بے مائیگی کی وجہ سے قصداً ملتفت نہیں ہوتے کیونکہ پھسل کر اوندھے منہ گرنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ لہٰذا اردو ادب میں صنعتِ تلمیع برائے نام ہی رہ گئی تھی۔ اس صنعت کے اصول اور ضوابط متعیّن کر دئے گئے تھے لیکن اس صنعت کی عملی مثال دیکھنے کے لئے اہل ذوق کی آنکھیں ترستی تھیں لیکن حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل ذوق کی ترستی آنکھوں کو برف سے زیادہ ٹھنڈک کا لُطف بخشا اور آپ نے اس صنعت میں ایک ایسی نعت قلمبند فرمائی کہ اہل ادب بھی عش عش پُکار اٹھے۔ آپ نے ایک ایسی نعت نظم فرمائی کہ جس کا ہر شعر صرف دو نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ہے۔ اردو ادب میں دو زبانوں میں مشترک ایک دو شعر کا جہاں قحط پڑا ہوا تھا وہاں حضرت رضاؔ کے علوم وعرفان کی بارش ہوئی اور دو زبانوں سے مرکب ایک دو شعر نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ۹/ (نو) اشعار پر مشتمل ایک نعت گلدستۂ شاداب کی حیثیت سے مہک اُٹھی اور دنیائے عشق ومحبت کو عشقِ رسول کا عالم گیر پیغام دینے کے ساتھ ساتھ دنیائے اردو ادب پر احسانِ عظیم کی حیثیت سے وہ نعت ہر ہر گوشہ میں گونج رہی ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے چار زبانوں سے مرکب جو نعت نظم فرمائی ہے اس میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں عربی اور فارسی زبان اور دوسرے مصرعہ میں بھوجپوری ہندی اور اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے۔ اس نعت کے چند اشعار:-

(۱) لم یاتِ نظیرك فی نظر ، مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سَر سو ، ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

(۲) انا فی عطشٍ و سخاك اتم، اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم ، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

(۳) الروح فداك فزد حرقا ، یک شعلہ دگر برزنِ عشقا
موراتن من دھن سب پُھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(۴) بس خامہ خام نوائے رضاؔ ، نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبّاء ناطق تھا ، نا چار اس راہ پڑا جانا

نو(۹) اشعارِ صنعتِ تلمیع کے نظم فرمانے کے بعد حضرت رضاؔ نے اس نعت کے مقطع یعنی آخری شعر میں اس انداز سے یہ نعت تخلیق کرنے کی وجہ بھی ظاہر فرمادی ہے۔ چار زبان پر مشتمل یہ نعت نظم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ارشاؔد اور ناطقؔ نام کے دوشاعر جو حضرت رضاؔ کے معتقد تھے انہوں نے حضرت رضاؔ علیہ الرحمہ کی خدمت میں گذارش کی کہ اردو ادب میں صنعت تلمیع میں بہت ہی کم اشعار پائے جاتے ہیں لہٰذا آپ دو زبانوں پر مشتمل ایک نعت نظم فرمائیں تو اردو ادب پر آپ کا احسان ہوگا۔ حضرت رضاؔ نے ارشاؔد صاحب اور ناطقؔ صاحب کی گذارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دو کے بجائے چار زبانوں پر مشتمل مذکورہ نعت نظم فرمائی اور مقطع میں ارشاؔد اور ناطقؔ لفظ کا استعمال فرما کر دونوں فرمائش کنندہ کے نام کا ذکر بھی فرمادیا ہے۔

اس شعر میں حضرت رضاؔ نے چار زبانوں کا استعمال فرما کر واقعی کمال کردیا ہے اور ساتھ میں نعت کا اعلیٰ معیار کا مضمون، عشق ومحبت کا جذبہ، سوز وگداز، الفت کی وارفتگی وغیرہ محاسن اپنی جگہ آپ ہیں۔ علاوہ ازیں چار متفرق زبانوں کا استعمال کرنے کے باوجود ہر شعر میں جو روانی اور ربط ہے، جو تسلسل و تطبیق ہے اس کا تو لطف ہی نرالا ہے۔ علم عروض اور اصول تقطیع کے مطابق ہر شعر وزن میں پورا ہے۔ نہ کہیں سکتہ ہے اور نہ کہیں انقطاع ہے۔ الفاظ کی بندش اور اندازِ بیان اتنا دلکش اور دل نشین ہے کہ اشعار پڑھنے اور سننے والا بلا قصد واختیار عشق رسول کے کیف وسرور میں جھومنے لگتا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے فن وادب کی جاں بلب صنعت کو حیاتِ نو بخشی ہے۔ اہل فن وادب تنگ نظری اور تعصّب کی بنا پر حضرت رضاؔ کے ساتھ ناانصافی اور احسان فراموشی کریں لیکن فن وادب رہتی دنیا تک آپ کے مرہون منت رہیں گے۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے کلام میں مذکورہ نعت کے نو (اشعار) کے علاوہ دیگر پینتیس (۳۵) اشعار تلمیع کے پائے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں کل چوالیس (۴۴) اشعار اس صنعت کے پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں اس صنعت کے ایک دو اشعار کے بھی لالے پڑتے ہیں لیکن حضرت رضاؔ کے کلام میں اس صنعت کے اشعار وافر تعداد میں دستیاب ہیں۔

حضرت رضاؔ کے کلام سے صنعت تلمیع کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) در ایں جلوت بیا از راہِ خلوت تا خدا یابی
متیٰ ما تلق من تهویٰ دع الدنیا و اهملها

(۲) رضاؔ مست جامِ عشق ساغر باز سی خواہد
الا یاایها الساقی ادر کاساوّ ناولها

(۳) نیست فصلش بہت قدم بے ادب
یخطف ابصارهم برق الغضب

(۴) پندہا دادیم وحاصل شد فراغ
ما علینا یا اخی الا البلاغ

(۵) ان کی دعوت میں ہو شامل اُن کا نام
یوم تدعوا کل ناسٍ بالامام

(۶) یا ابن هذا المرتجیٰ یا عبد رزاق الوریٰ
تاکہ باشد رزق ما عشق شما امداد کن

(۷) شان فضل الله یا ذوالفضل یا فضل الٰه
چشم در فضلِ تو بست ایں بینوا امداد کن

(۸) انـــــا اعـــــطيـــــنٰك الـــكـــوثـــــر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(۹) ثـــانـــی اثـــنيـــن اذهـــمـــا فـــی الـــغـــار

میں نثار اور فدا محبّ رسول

(۱۰) وصف اہل بیعت آمد اے رشید

فـــوق ایـــدیھـــم یـــدالـــلـــہ الـــمـــجـــید

مختصر یہ کہ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فن وادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا اس صنعت کی قسمت جاگ اُٹھی اور اس صنعت سے عہد خزاں کی ویرانی دور ہوکر بہار کا شباب ونکھار آ گیا۔

n ''صنعت حسن تعلیل''

شاعر اپنے تخیّل سے کسی چیز یا امر کی کوئی ایسی وجہ (علّت) بیان کرے، جو دراصل اُس کی علّت نہیں ہوتی (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علّت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو۔

=An Excuse occasioning Elegance=

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** شبِ غم کی تیرگی میں مری آہ کے شرارے
کبھی بن گئے ہیں آنسو کبھی بن گئے ہیں تارے

شاعر نے اپنی آہ کے شرارے (چنگاری) کو ستارے کی تخلیق کی علّت بتائی ہے جو حقیقی نہیں۔

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستاں کُھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

شاعر نے بلبل کے غزل خواں ہونے کی علّت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے جو حقیقی نہیں۔

J **فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:-** رنگ پیراہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام

شاعر نے رنگ کی علّت محبوبہ کا پیراہن، خوشبو کی علّت محبوبہ کی زلف کا لہرانا اور موسم گل کی علّت محبوبہ کا بام پر آنا بیان ہے۔ جو حقیقی نہیں۔

J **اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:-** ہے عشق کے سوزش سے رعنائی وزیبائی
جو خون اُچھلتا ہے، وہ رنگِ گلستاں ہے

شاعر نے رعنائی وزیبائی کی علّت سوزش عشق اور رنگ گلستاں کی علّت خون کا اچھلنا بیان کیا ہے وہ حقیقی علّت نہیں بلکہ شاعرانہ تخیّل ہے۔

J **جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:-** برسائی آنسوؤں کی جھڑی چشمِ یار نے
کیا اُٹھ کے کہہ دیا مری خاک مزار نے

شاعر نے چشم یار سے آنسو نکلنے کی علّت خاک مزار کا کچھ کہہ دینا بیان کی ہے۔ جو حقیقی نہیں۔

J **جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:-** پھر گھنے جنگل میں چھیڑا غم کی دیوی نے ستار
پھر خنک تاروں کی آنکھیں اَشک برسانے لگیں

شاعر نے تاروں کی آنکھوں سے اشک برسنے کی جو علّت بیان کی ہے وہ محض تخیّل ہے حقیقت نہیں۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** کس صبح کے مشتاق کا ماتم ہے کہ فانیؔ
روتی ہے گلے مل کے سحر شمع سحر سے

شاعر نے سحر سے شمع سحر ملنا اور اس کی علّت بیان کی ہے۔ یہ سب تخیّلِ شاعر ہے۔ حقیقت نہیں۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں حسن تعلیل کی مثالیں بہت

کثرت سے ملتی ہیں۔ ان مثالوں میں حضرت رضاؔ نے جو تخیلات کا اظہار فرمایا ہے وہ علم وادب کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ میعار کا ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

J **حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-**

(۱) خم ہوگئی پُشتِ فلک اِس طعنِ زمین سے

سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

کتنا بہترین تخّیل ہے کہ آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہوا اور اس نے فخر محسوس کیا تو زمین نے اس کو طعنہ دیا کہ اکڑ مت! میرا رُتبہ تجھ سے بُلند ہے کیونکہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینہ منورہ میں وہ ذاتِ گرامی آرام فرما ہے کہ جن کے طفیل تیری بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ زمین کا یہ طعنہ سن کر آسمان کی پشت خم یعنی پیٹھ ٹیڑھی ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کے کناروں کو زمین سے ملتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان خم دار یعنی جُھکا ہوا اور ٹیڑھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آسمان کا یہ خم زمین کے طعنہ کی وجہ سے نہیں۔ جو علّت آسمان کے خم ہونے کی شعر میں بیان کی گئی ہے وہ حقیقی علت نہیں۔ ایک تخّیل ہے لیکن سراپا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا پاکیزہ تخّیل ہے۔

(۲) بُلبل و نیلپر و کبک بنو پروانوں

مہ وخورشید پہ ہنستے ہیں چراغانِ عرب

اس شعر میں بلبل، نیلپر اور کبک (چکور) کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم تینوں چاند اور سورج کے بجائے مدینہ کے چراغ کے پروانے بن جاؤں۔ کیونکہ چاند اور سورج پر عرب کے چراغ ہنستے ہیں۔ اس شعر میں چاند اور سورج پر عرب کے چراغ کے ہنسنے کی جو علّت بیان کی گئی ہے وہ ایک تخّیل ہے۔

(۳) غفلتِ شیخ وشاب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار

کرنے کو گُدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

عوام الناس کا ایک غلط خیال ہے کہ شیر خوار بچہ جب ہنستا ہے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پڑیاں اس کو گدگدی کر کے ہنساتی ہیں۔ حضرت رضاؔ اس خیال و وہم کے مقابل ایک نیا تخّیل پیش کرتے ہیں کہ قوم مسلم کے بوڑھے اور جوانوں کی دین سے جو غفلت ہے اس غفلت پر شیر خوار بچّہ ہنستا ہے حضرت رضاؔ نے شیر خوار بچے کی ہنسی کی جو علّت بیان کی ہے وہ ایک تخّیل ہے اور قوم مسلم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے ایک مہذب طنز ہے۔

(۴) چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

اس شعر میں حضرت رضاؔ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے چمن میں سنبل کا پھول کہ جس میں عورت کے بال کی مانند لمبے لمبے ریشے ہوتے ہیں۔ اُن ریشوں کو سنبل کی زلفیں یا گیسو کہا جاتا ہے۔ ان گیسوؤں میں سنبل کا پھول کنگی کرے اور گیسوؤں کو سنوارے اور بال سنوارنے کی وجہ سے بالوں میں شکن یعنی پیچ پڑیں، تو اُن شکن کے دل کش پر وارفتہ ہوکر جنت کی حور اپنے گیسو نثار و قربان کردے۔ اس شعر میں حوروں کا اپنے بالوں کو قربان کرنے کی جو علّت یعنی سنبل کے پھول کا اپنے بالوں کو سنوارنا، یہ ایک تخّیل ہے۔

قارئین کرام اس صنعت میں حضرت رضاؔ کے چند اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:

(۵) رخِ انور کی تجلّی جو قمر نے دیکھی

رہ گیا بوسہ دہِ نقشِ کفِ پا ہو کر

(۶) یہ اُن کے جلوہ نے کیں گرمیاں شبِ اسرا

کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ وطلائے فلک

(۷) رنگ مژہ سے کرکے خجل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

(۸) ہیں عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

(۹) چرخ پر چڑھتے ہی چاند میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

(۱۰) اے رضاؔ مضمونِ سوزِ دل کی رفعت نے کیا
اس زمینِ سوختہ کو آسمانِ سوختہ

(۱۱) عرش کی عقل دنگ ہے، چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کِدھر ہائے تیرا مکان ہے

(۱۲) ہر اِک دیوار ودر پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگارِ مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

(۱۳) ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے

(۱۴) نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

(۱۵) زبانیں سُوکھی دکھا کر موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

(۱۶) سبزۂ گردوں جُھکا تھا، بہرِ پا بوسِ براق
پھر نہ سیدھا ہوسکا کھایا وہ کوڑا نور کا

(۱۷) عکس سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سِیم وزرِ گردوں پہ سکّہ نور کا

(۱۸) ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
سلام ابروئے شہِ میں خمیدہ ہونا تھا

(۱۹) دندان ولب کی یاد میں گریاں و خون چکاں
دُرِّ عدن نہیں ہے کہ لعلِ یمن نہیں

(۲۰) کون جاتا ہے کہ بے ہش ہے جہاں
گِر پڑا ہے آسماں پَر آسماں

مذکورہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ ایسا شعار حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت رضاؔ کے اس صنعت میں جو اشعار ہیں ان میں ایک خوبی یہ ہے کہ تمام اشعار حسن تعلیل میں حضور اقدس شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت کا اظہار کرنے کے لئے طرح طرح کے تخیّلات پیش کئے گئے ہیں اور اُن تخیّلات میں صرف عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ ہی کارگر ہے۔

صنعت تجاہل عارفانہ

یعنی جان بوجھ کر انجان بننا۔ شاعر کا کسی معلوم چیز یا بات کو نامعلوم کی طرح بیان کر کے اُس کی تمیز میں اپنی حیرانی اور عدم واقفیت کا اظہار کرنا۔ ارادۃً ناواقفیت ظاہر کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۴۵) اس صنعت کو مساق المجہول بھی کہتے ہیں۔

=Pretending Ignorance=

مرزا غالبؔ کا شعر ہے:- کچھ تو کہئے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا

شاعر نے اس شعر میں غزل نظم کرتے ہوئے بھی غزل سرا نہ ہونے کی بات تجاہل عارفانہ کے تحت کہی ہے۔

فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:- یہ خون کی مہک ہے لب یار کی خوشبو
کس راہ کی جانب سے صبا آتی ہے دیکھو

شعر میں صبا کو خون کی مہک یا لبِ یار سے منسوب کرنے میں تذبذب کا اظہار تجاہل عارفانہ ہے۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** نہ فنا مری، نہ بقا مری، مجھے اے شکیلؔ نہ ڈھونڈھیے
میں کسی کا حُسنِ خیال ہوں، مرا کچھ وجود عدم نہیں

شعر میں شاعر نے اپنی فنا، اپنی بقا اور اپنے وجود کے عدمِ پتہ کا اظہار کر کے اپنے کو نہ ڈھونڈنے کی تلقین کرنا تجاہلِ عارفانہ ہے۔

J **غلام ربانی تاباںؔ کا شعر ہے:-** کسے ہے یاد کہ سعی وطلب کی راہوں میں
کہاں ملا ہمیں تیرا نشاں، کہاں نہ ملا

شعر میں محبوب کے نشان کے ملنے یا نہ ملنے کی جگہ سے اپنی بے علمی کا اظہار شاعر نے تجاہلِ عارفانہ سے کیا ہے۔

J **جگر مرادآبادی کا شعر ہے:-** ہم نہیں جانتے محبت میں
رنج کیا چیز ہے؟ خوشی کیا ہے

شاعر نے رنج وخوشی سے اپنی عدم واقفیت کا اظہار تجاہلِ عارفانہ کے تحت کیا ہے۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعتِ تجاہلِ عارفانہ کی مثال کے اشعار بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کا معیار اتنا اعلیٰ ہے کہ حضرت رضاؔ کا ایک شعر دیگر شعراء کے کئی اشعار پر بھاری ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

J **حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-**

(۱) جنت کو حرم سمجھا، آتے تو یہاں آیا
اب تک کے ہر اک منہ کہتا ہوں کہاں آیا

اس شعر میں جنّت کو حرم سمجھنے کے مغالطے کا ذکر اور جنّت میں آکر متعجب ہو کر سوال کرنا کہ میں کہاں آ گیا یہ عشق رسول کا جذبہ ہے کہ مدینہ کے مقابلے میں جنّت بھی عاشق صادق کے لئے حیرت آمیز مقام معلوم ہو رہی ہے اور کہاں آ گیا؟ کا سوال تجاھل عارفانہ کے

تحت ہے۔

(۲) کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

یعنی میدانِ محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوۂ زیبا اور اُس جلوے کے صدقے میں حاصل ہونے والا اُجالا یعنی نور دیکھ کر کوئی حیرت زدہ ہر طرف تکتا ہوا پوچھے گا کہ یہ اُجالا کیا ہے؟ یہ سوال اور اس کے تکتے کی حرکت کو تجاہلِ عارفانہ کے تحت بیان کیا ہے۔

(۳) ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈھو
مرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہُوا خدایا۔ نہ کوئی گیا نہ آیا

اس شعر میں حضرت رضاؔ اپنے دل کے کھو جانے کا حادثہ تجاہل عارفانہ کے تحت بیان فرما رہے ہیں۔

(۴) رخصت قافلہ کا شورِ غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

(۵) طیبہ سے ہم آتے ہیں کہئے تو جِناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

(۶) کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم
دن ڈھلا ہوتے نہیں ہُشیار ہم

(۷) اِس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

مضمون کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف سات اشعار پر اکتفا کرنے کی کوتاہی کا ارتکابِ جرم کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اہلِ ذوق حدائق بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔

n صنعت تجنیس کامل (تام)

فنِ شاعری میں صنعتِ تجنیس ایک دلچسپ صنعت ہے۔اس صنعت کے ذریعہ شعر کی معنویت میں ایک نئی جان پیدا کی جاسکتی ہے۔صنعتِ تجنیس کے استعمال سے شاعر کی علمی معلومات کا پتہ چلتا ہے۔خصوصاً لغت میں اس کی گہری نظر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ صنعت تجنیس کی کئی قسمیں ہیں۔مثلاً تجنیس تام، تجنیس خطّی، تجنیس محرّف، تجنیس زائد، تجنیس قلب، تجنیس مرکب، تجنیس ناقص، تجنیس مماثل، تجنیس مستوفی وغیرہ۔ان تمام اقسام میں قارئین کرام کو نہ الجھاتے ہوئے اور تجنیس کی صنعت کو بآسانی اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے صنعت تجنیس کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔(۱) تجنیس کامل (تام) اور (۲) تجنیس ناقص پہلے ہم تجنیس کامل (تام) کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں۔

تجنیس کامل یعنی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔یعنی وہ دونوں الفاظ تلفّظ میں یکساں ہوں لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۳۴۶)

=Analogy= Play on words which Suound the Same buthave different Meanings.

تجنیس کامل کی بھی دو قسمیں ہیں۔(۱) تجنیس کامل مماثل اور (۲) تجنیس کامل مستوفی۔

n **تجنیس کامل مماثل =** شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں لفظ M اسم ہوں۔یا M فعل ہوں۔یا M حرف ہوں۔

n **تجنیس کامل مستوفی =** شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں یکساں ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان میں سے M ایک لفظ اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو M ایک لفظ فعل ہے تو دوسرا اسم یا حرف ہو۔M ایک لفظ حرف ہے تو دوسرا اسم یا فعل ہو۔

تجنسیات کے اقسام میں نہ الجھتے ہوئے صرف دو اقسام ذہن میں رکھیں یعنی تجنیس کامل اور ناقص۔تجنیس کامل یعنی دو ایسے الفاظ کا ایک شعر میں استعمال کرنا جو حروف اور اعراب کے اعتبار سے مساوی ہوں لیکن معنی اور مطلب کے اعتبار سے متفرق ہوں۔مثلا:-

L **مرزا اسداللہ غالبؔ کے اشعار:-** (۱) جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مصرعۂ ثانی میں پہلی مرتبہ جو لفظ ''حق'' ہے وہ سچ کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ''حق'' یعنی فریضہ کے معنی میں ہے۔

(۲) کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

مصرعۂ اوّل میں لفظ اور کے معنی زیادہ اور مصرعۂ ثانی میں لفظ ''اور'' جدید، الگ، نیا، دیگر وغیرہ معنی میں ہے۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** آغوش تلاطم میں سفینہ ہی نہ آیا
ناصح کو محبت کا قرینہ ہی نہ آیا

مصرعۂ اوّل میں لفظ ''آیا'' کے معنی آنا اور مصرعۂ ثانی میں ''آیا'' کے معنی جاننا یا معلوم ہونا ہے۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** تو نے سب اپنے کام بگڑ کر بنالئے
میری وفا، وہ کام جو بن کر بگڑ گیا

مصرعۂ اولیٰ میں ''بگڑنا'' بمعنی خفا ہونا ہے اور مصرعہ ثانی میں بگڑنا بمعنی خراب ہونا،

ضائع ہونا کے ہے۔

ل **مؤمن خاں مؤمن کا شعر ہے:-** صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا

لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

مصرعۂ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ بندگی ''سلام'' کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ''غلامی'' کے معنی میں ہے۔

ل **جگر مرادآبادی کا شعر ہے:-** دل تو یوں دل سے ملایا کہ نہ رکھا میرا

اب نظر کے لئے، کیا حکم نظر ہوتا ہے

مصرعۂ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ نظر ''آنکھ'' کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ''مہربانی'' کے معنی میں ہے۔

ل **اصغر گونڈوی کا شعر ہے:-** خاک کردیں طیشِ عشق سے ساری ہستی

پھر اسی خاک کو خاک در جاناں کر دیں

پہلی مرتبہ لفظ خاک ''جلانا'' کے معنی میں۔ دوسری مرتبہ ''راکھ'' کے معنی میں اور تیسری مرتبہ ''مٹی'' کے معنی میں ہے۔

ل **فراق گورکھپوری کا شعر ہے:-** زبان و گوش کی ناکامیوں کا کچھ ٹھکانا ہے

کہ باتیں ہوکے بھی تجھ سے کبھی باتیں نہیں ہوتیں

مصرعۂ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ باتیں ''موقع''، ''معاملہ'' وغیرہ معنی میں اور دوسری مرتبہ ''گفتگو'' کے معنی میں ہے۔

نوٹ:- فیروز اللغات، ص ۱۵۷، پر لفظ ''بات'' کے کل ۱۲۵ر معنی درج ہیں۔

صنعت تجنیس کامل (تام) تقریباً ہر اردو شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہے لیکن کسی کے کلام میں کم ہے، کسی کے کلام میں بہت کم ہے اور کسی کے کلام میں بہت ہی کم ہے۔ علاوہ ازیں ان شعراء اردو ادب کے کلام میں اکثر و بیشتر ایسے اشعار ہی ہیں جن میں صنعت تجنیس کامل کے تحت آنے والا لفظ دو مرتبہ ہی پایا جاتا ہے۔ اردو ادب کے تمام شعراء کے دیوان

میں بہت کم ایسے اشعار ملیں گے، جن میں کوئی لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا اصغر گونڈوی کے شعر میں لفظ ''خاک'' تین مرتبہ آیا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دیوان میں کثرت سے ایسے اشعار ملیں گے جن میں کسی لفظ کو تین یا چار مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا ہو بلکہ حضرت رضا کے دیوان میں ایک شعر صنعت تجنیس کامل کا ایسا ہے کہ جس میں ایک لفظ کو سات مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ شعر ذیل میں پیش ہے۔

ل نور[۱] وبنتِ نور[۲] و زوجِ نور[۳] وامِّ نور[۴] ونور[۵]

نورِ[۶] مطلق کی کنیز، اللہ دے لینا نور[۷] کا

اس شعر میں لفظ ''نور'' کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر جگر پارۂ وراحتِ جانِ مصطفیٰ سیدۃ النساء، خاتون جنت، سیّدہ، زہرہ، زاہدہ، عابدہ، طیبہ، طاہرہ، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ فاطمہ (۲) دوسری مرتبہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی (۳) تیسری مرتبہ سے مراد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (۴) چوتھی اور (۵) پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۶) چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کا نور اور (۷) ساتویں مرتبہ سے جو لفظ نور ہے اس کے معنی ہیں نورِ ایمان، روشنی، چمک وغیرہ۔ لہٰذا شعر کے معنی یہ ہوئے کہ سیدۃ النساء خاتون جنت نور ہیں اور وہ نور[۲] (نبی) کی بیٹی ہیں اور نور[۳] (علی) کی زوجہ ہیں اور نور[۴] (حسن) ونور[۵] (حسین) کی والدہ ہیں اور نور[۶] (اللہ تبارک وتعالیٰ) کی کنیز یعنی بند بندی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نور[۷] نصیب فرمائے۔ یعنی ایمان اور ایمان کی چمک دمک عطا فرمائے۔ اور نورِ ایمان کی روشنی سے بہرہ مند فرمائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے صرف اردو کلام میں سے راقم الحروف نے ایک سوستر (۱۷۰) اشعار صنعت تجنیس کامل کے الگ

چھانٹ کر ان میں سے ایک سوتیس (۱۳۰) اشعار کی تشریح کردی ہے۔ تشریح کیا کی ہے؟ بلکہ تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار صفحات سے بھی زائد کتابی شکل میں عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء حبیبہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کتاب کا نام **''عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ''** ہے۔ یہ کتاب اوّل تا آخر چار ماہ اور ۱۹/دن میں راقم الحروف نے پور بندر جیل میں لکھی ہے۔ لکھی کیا ہے؟ بلکہ بارگاہ رضا کے اس ادنیٰ سوالی سے پیر و مرشد، آقائے نعمت، تاجدار اہلسنت، حضور مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے لکھوائی ہے۔ قارئین کرام فقیر کی اس تصنیف کی طرف التفات ورجوع فرمائیں۔ لہٰذا یہاں پر صنعت تجنیس کامل کے تعلق سے مزید تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے بہت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض خدمت کرتا ہوں۔

کسی ایک شاعر کے صرف اردو کلام میں صنعت تجنیس کامل کے ۱۷۰/اشعار پائے جانا بہت ہی حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ اور وہ بھی عشق حقیقی میں۔ ہم اپنی کم علمی بلکہ بے علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی سینہ ٹھوک کر یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ اردو ادب میں حضرت رضا کا مقابل کوئی شاعر پیدا ہی نہیں ہوا جو صرف صنعت تجنیس تام (کامل) کے اتنے کثیر تعداد میں اشعار نظم کرسکے۔ اردو ادب کے چمن میں حضرت رضا جیسا دیدہ ور دید وگمان سے ورا ہے۔ حضرت رضا نے کئی اشعار میں صنعت تجنیس کی دو دو اور تین تین مثالیں دی ہیں۔ کئی اشعار میں ایک لفظ کا تین اور چار مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ کچھ مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

J جنت ہے ان کے جلوہ سے جو یائے رنگ و بو
اے گل، ہمارے گل سے ہے، گل کو، سوال گل

اس شعر میں لفظ گل کا چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ چاروں مرتبہ لفظ گل الگ الگ معنیٰ کا حامل ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ بمعنیٰ پھول (۲) دوسری مرتبہ میں مراد ہے محبوب یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی۔ (۳) تیسری مرتبہ بمعنیٰ مسائل یعنی جنت اور (۴) چوتھی مرتبہ بمعنی رونق، چمک، نور، زینت وغیرہ۔

J وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اس شعر میں لفظ وار تین مرتبہ الگ الگ معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ حوصلہ، دوسری مرتبہ زخم اور تیسری مرتبہ بھرنا کے معنیٰ میں ہے۔

J میں نثار تیرے کلام پر، ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اس شعر میں لفظ ''سخن'' اور لفظ ''بیان'' کا دو دو مرتبہ الگ الگ معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ جو لفظِ سخن ہے اس کے معنی ''گفتگو'' اور دوسری مرتبہ ''اعتراض'' ہے۔ اسی طرف پہلی مرتبہ جو لفظِ بیان ہے وہ ''خطبہ، تقریر'' کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ''وضاحت'' اور ''بیان کرنا'' کے معنی میں ہے۔ اس شعر میں دو تجنیسات ہیں۔ ایک سخن اور سخن سے اور دوسری بیان اور بیان سے۔

J ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اُسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

پہلی مرتبہ لفظ ڈالی کے معنیٰ ''شاخ'' ہیں اور دوسری مرتبہ ''بونا'' یا ''ڈالنا'' ہے۔

J قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

پہلی مرتبہ لفظ بولی کے معنیٰ ''تبدیلی'' یا ''ایک شخص کے کام پر دوسرے کا جانا'' ہے۔ دوسری مرتبہ جو لفظ ہے وہ ''بادل کا ٹکڑا'' کے معنی میں ہے۔ لفظ بدلی بادل کی اسم تصغیر ہے۔

J معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھی کی ہے

پہلی بار لفظ بار کے معنی ''مرتبہ'' ہیں اور دوسری مرتبہ جو لفظ بار ہے اس کے معنیٰ ''موقعہ'' ہیں۔

چند اشعار بغیر کسی وضاحت کے رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

- میں تو کیا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
  پر لُطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب ہوں
- طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
  آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض
- بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
  خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا
- اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
  اس خاک میں مدفون شہِ بطحا ہے ہمارا
- اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
  کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں
- مؤمن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
  تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے
- بہر معروف وسری، معروف دے بے خود سری
  جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے
- قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
  مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی
- یوں ملائک کریں معروض کہ اِک مجرم ہے
  اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
- گود میں عالم شباب، حال شباب کچھ نہ پوچھ
  گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اُٹھان ہے
- وہ گل ہیں لب ہائے نازک اُنکے، ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
  گلاب گلشن میں دیکھے بلبل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
- قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
  جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

- تیری قضا خلیفۂ احکام ذی الجلال
  تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے
- آئی بدعت چھائی ظُلمت رنگ بدلا نور کا
  ماہِ سنت مہر طلعت لے لے بولا نور کا
- گیسو وقد لام الف کر دو بلا منصرف
  لا کے تہِ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود
- سبب ہر سبب منتہائے طلب
  علّت جملہ علّت پہ لاکھوں سلام
- رسل وملک پہ درود ہو، وہی جانے ان کے شمار کو
  مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو شفیع روزِ شمار ہے
- انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
  مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
- ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
  کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرف بجائے کیوں

یہ تو صرف بطور نمونہ چند اشعار پیش کئے ہیں۔ ان اشعار میں کیا خوبی ہے، مضمون کی کتنی گہرائی ہے، قرآن وحدیث کی کس طرح کی ترجمانی ہے، عشقِ رسول کا کیسا جذبۂ لافانی ہے، اُن تمام محاسن سے کامل طور پر آشنا ہونے کے لئے فقیر سراپا تقصیر کی تصنیف ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں کل ۱۲۱؍کتب معتبرہ کے حوالے دیئے ہیں۔ ۱۳۰؍اشعار کی تشریح ایک ہزار صفحات سے بھی زیادہ پر مشتمل ہے اور تقریباً دو ہزار سات سو پچاس (۲۷۵۰) حوالے قرآن، حدیث، کتب سیر وتواریخ، تصانیف ائمہ دین، کتب لغت وغیرہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

صنعت تجنیس ناقص

شعر میں ایسے دو الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہو لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

=Resemblance= Running to the eyeinsted ear and have different meninigs.

جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:- اِدھر میرا دل تڑپ رہا ہے، تری جوانی کی جستجو میں
اُدھر مرے دل کی آرزو میں مچل رہا ہے شباب تیرا

اس شعر میں لفظ اِدھر اور اُدھر باعتبار حروف مساوی ہیں لیکن اعراب میں جُدا گانہ ہیں۔

جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:- اِدھر دامن کسی کا جھاڑ کر محفل سے اُٹھ جانا
اُدھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا

اس شعر میں بھی اِدھر اور اُدھر کے الفاظ ہیں۔

فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:- اُدھر منہ پھیر کر ذبح کرتے ہو، اِدھر دیکھو
مری گردن پہ خنجر کی روانی دیکھتے جاؤ

اس شعر میں بھی اُدھر اور اِدھر کے الفاظ باعتبارِ حروف مساوی لیکن باعتبار اعراب متفرق ہیں۔

غلام ربانی تاباںؔ کا شعر ہے:- اِدھر وفا کو گلہ ہے کہ دل لہو نہ ہوا
اُدھر ستم کو شکایت کی قدر داں نہ ملا

اس شعر میں شاعر نے اعراب کے فرق سے اِدھر اور اُدھر لفظوں کا استعمال کیا ہے۔

اضغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:- اُس کی نگاہِ ناز نے چھیڑا کچھ اس طرح
اب تک اُچھل رہی ہے رگِ جانِ آرزو

اس شعر میں لفظ اُس اور اِس کا باعتبار تجنیس استعمال ہوا ہے۔

فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:- اور ملے گا بھی تو اِس طور کہ پچھتاؤ گے
اُس گھڑی اے دل آوارہ کہاں جاؤ گے

اس شعر میں بھی لفظ اِس اور اُس کا استعمال کیا گیا ہے۔

شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:- نہ ذکرِ عنواں نہ حرفِ مطلب، اِدھر خموشی اُدھر تغافل
تو پھر یہ افسانۂ محبت زبان زدِ خاص و عام کیوں ہے

اس شعر میں شاعر نے مساوی حروف اور متفرق اعراب سے لفظِ اِدھر اور اُدھر کا استعمال کیا ہے۔

اردو ادب کے کچھ ناموراور صف اوّل کے شعراء کے اشعار مندرجہ بالا بطور مثال پیش کئے ہیں۔ حالانکہ اس صنعت میں شعراءِ اردو ادب کے دیوان میں بہت ہی کم اشعار پائے جاتے ہیں۔ کسی کے دیوان میں پانچ، کسی کے دیوان میں سات یا آٹھ دس کی قلیل تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں زیادہ تر اشعار میں اِدھر-اُدھر، اِس-اُس کے الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ گویا کہ اس صنعت کی مثال میں شعر کہنے کی رسم وروایت کو مجبوراً ادا کی گئی ہو ایسا محسوس ہو رہا ہے کیونکہ کسی بھی شاعر کے کلام میں اس صنعت کی مثال کے اشعار میں الفاظ کی جدّت اور نیاپن نہیں پایا جاتا۔ تقریباً تمام شعراء اِدھر اور اُدھر یا اِس اور اُس کے محدود دائرے میں مقید رہ کر اِدھر سے اُدھر تک کی حد میں یا اُس کنارے تک منتہی ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت رضاؔ بریلوی نے اس صنعت میں جدّت الفاظ کے حسن کو نکھار کر تمام شعرائے اردو ادب پر اپنی انفرادی حیثیت قائم کر دی ہے۔

جیسا کہ اوراق سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ شان اور کمال ہے کہ آپ نے ادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا ہے اس صنعت کو اجاگر فرما دیا ہے۔ زیر بحث صنعت میں مثالی اشعار کی سخت قلّت اور جو اشعار پائے جاتے تھے وہ بھی اِدھر-اُدھر یا اِس-اُس کے الفاظ سے اِدھر سے اُدھر ہو

رہے تھے اور جدّت الفاظ کا یکسر فقدان تھا۔ ایسی اجھڑی ہوئی صنعت پر بہارِ نو قائم کر کے
حضرت رضاؔ نے فن وادب پر احسان کیا ہے۔ کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:-

حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

(۱) ترے خُلق کو حق نے عظیم کیا، تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے، نہ ہوگا شہا، تیرے خالقِ حُسن وادا کی قسم

اس شعر میں لفظ خُلق کے معنی اخلاق اور لفظ خَلق کے معنی پیدائش ہے۔ خُلق اور خَلق حروف کے اعتبار سے مساوی ہیں لیکن اعراب میں متفرق ہیں۔

(۲) جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

اس شعر میں زیر اور پیش کے فرق سے لفظ اِن اور اُن الگ معنی میں ہوگئے۔

(۳) عالِم علم وہ عالَم ہیں حضور
آپ سے کیا عرض حاجت کیجئے

اس شعر میں لفظ عالِم = جاننے والا اور لفظ عالَم = جہاں، دنیا ہے۔

(۴) سونے کو تپائیں جب کچھ مِیل ہو یا کچھ مَیل
کیا کام جہنم کے دَھرے کو کَھرے دل سے

اس شعر میں لفظ مِیل = سلاخ، کیل اور لفظ مَیل = جوڑ، رغبت، کدورت وغیرہ ہے۔
لفظ مِیل اور مَیل حروف کے اعتبار سے یکساں ہیں لیکن اعراب میں جداگانہ ہیں۔

(۵) تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
کافر اِدھر کی ہے، نہ اُدھر کی، اَدھر کی ہے

اس شعر میں حضرت رضاؔ بریلوی نے اعراب کے تفاوت سے اِدھر، اُدھر اور اَدھر کا ایک مصرعہ میں استعمال فرما کر کمال کر دیا ہے۔ اِدھر = یہاں (Here)، اُدھر = وہاں (There) اور اَدھر = بیچ میں یا لٹکا ہوا۔ (upper or between) ہے۔

(۶) سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے، تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر کے مصرعہ اولی میں لفظ سونا = زر طلا (Gold) واؤ مجہول کے ساتھ ہے۔
دوسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے اس میں واؤ معروف ہے اس کے معنی ہیں ویران اور سنسان۔
تیسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے وہ واؤ مجہول کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں نیند لینا یا نیند کرنا۔ (Sleep)

(۷) اِس طرف روضہ کا نور، اُس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

اس شعر میں لفظ اِس اور اُس حروف میں مساوی اور اعراب میں متفرق ہیں۔

(۸) اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

اس شعر میں جو لفظ انس ہے اس کے معنی ''انسان۔ آدمی'' ہے اور لفظ انس کے معنی ہمدردی، پیار، رغبت، میل جول وغیرہ ہے۔ زیر اور پیش کی علامت اعراب نے معنی میں عظیم فرق کر دیا ہے۔

(۹) کس سے کہیے کیا کیا کیا ہوگیا
خود ہی اپنے پر ملامت کیجئے

اس شعر میں پہلی مرتبہ جو لفظ کیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے جس کے معنی چہ، آیا، خواہ، کس قدر، کتنا وغیرہ ہیں۔ دوسری مرتبہ جو لفظ کیا ہے اس میں حرف کاف مکسور ہے یعنی حرف کاف کے نیچے زیر کی علامت ہے۔ وہ لفظ تابع فعل ہے اور اس کے معنی ہے کرنا، عمل کرنا، کیا ہوا کام وغیرہ ہیں۔

(۱۰) اُدھر سے پیہم تقاضے آنا، اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

اس شعر میں لفظ اُدھر اور اِدھر حروف میں یکساں لیکن اعراب میں الگ الگ ہیں
مذکورہ دس اشعار میں جدت الفاظ کے لطف سے قارئین کرام یقیناً محظوظ ہو رہے ہوں گے۔

شعر نمبر (۱) خُلق اور خلَق -------- شعر نمبر (۲) اِن اور اُن
شعر نمبر (۳) عالِم اور عالَم ۔------- شعر نمبر (۴) مِیل اور مَیل
شعر نمبر (۵) اِدھر، اُدھر اور اَدھر۔ -- شعر نمبر (۶) سُونا، سُوُنا اور سُونَا
شعر نمبر (۷) اِس اور اُس---------- شعر نمبر (۸) اِنس اور اُنس
شعر نمبر (۹) کیا، کِیا اور کیا۔ ----- شعر نمبر (۱۰) اُدھر اور اِدھر

الفاظ کا استعمال فرما کر جدت الفاظ کے حسن سے اس صغت کو مزین کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور کمال یہ ہے کہ شعر نمبر ۶، ۸ اور ۹ میں صنعت تجنیس ناقص کے ساتھ ساتھ صنعت تام (کامل) بھی ہے۔ ایک شعر میں اس طرح دو صنعات کو جمع کرنا یہ حضرت رضاؔ کا کمال اور انوکھا پن ہے۔ صنعت تجنیس ناقص میں حضرت رضاؔ بریلوی کے تیس سے بھی زائد اشعار پائے جاتے ہیں۔ مضمون کی گہرائی، الفاظ کی جدت کی زیبائی، فن و ادب کی اعلی معیاری اور عشق رسول کے سوز و گداز کی بے مثالی کے حامل ہیں۔

n صنعت مراعات النظیر

یعنی شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔ (فیروز اللغات، صفحہ۱۲۲۴) اس کو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں آپس میں تضاد نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہو۔ مثلاً چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل کا ذکر کرنا۔ اس کو صنعت تلفیق، تناسب اور ایتلاف بھی کہا جاتا ہے۔=Indulgent= Compliant=

l مرزا غالبؔ کا شعر ہے:- قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس شعر میں قاصد، خط، آنا، لکھنا، جواب وغیرہ میں آپس میں تناسب ہے، ضد نہیں۔

l شکیل بدایونیؔ کا شعر ہے:- نہ ساغر، نہ پیمانہ، نہ ساقی ہے نہ میخانہ
شکیلؔ اب چند اشکوں پر گزارا کر رہا ہوں

اس شعر میں ساغر، پیمانہ، ساقی اور میخانہ میں آپس میں مناسبت ہے، تضاد نہیں۔

l فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:- شمع نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

اس شعر میں شمع، انجم، چراغ، محفل میں آپس میں مناسبت ہے۔ تضاد نہیں۔

l علاّمہ اقبالؔ کا شعر ہے:- نہ بادہ، نہ صراحی، نہ دور پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم میخانہ

اس شعر میں بادہ، صراحی، پیمانہ، میخانہ میں اور رنگین و بزم میں آپس میں تناسب ہے۔

l اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:- نہ یہ شیشہ، نہ یہ ساغر، نہ یہ پیمانہ بنے
جان میخانہ تری نرگس مستانہ بنے

اس شعر میں شیشہ، ساغر، پیمانہ، میخانہ میں آپس میں مناسبت ہے۔

l فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:- تیرے بغیر باغ میں پھول نہ کھل کے ہنس سکے
کوئی بہار کی سی بات اب کے بہار میں نہیں

اس شعر میں باغ، پھول اور بہار کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں میں مناسبت ہے، تضاد نہیں۔

l جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:- سمجھائے کون، بلبلِ غفلت شعار کو
محدود کرلیا ہے چمن تک بہار کو

اس شعر میں بلبل، چمن اور بہار کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ کلام کو مذہبی اعتبار سے نہیں بلکہ فن وادب کی حیثیت سے دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام کے مقابلے میں جس حیثیت سے بھی لاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے تمام شعرائے ادب وفن جمع ہو کر مجموعی طور پر فن وادب کی جو خوبی پیدا نہیں کر سکے وہ حضرت رضؔا نے تن تنہا پیدا کر دی ہے بلکہ ایک نیا حسن پیدا کر دیا ہے۔ حضرت رضؔا کے کلام میں جو طمطراق، جو تجمل، جو شان وشوکت، جو انوکھا پن، اور جو طنطنہ ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں ہے۔ ہمارے اس دعوے کی صداقت کی شہادت مندرجہ ذیل اشعار سے قارئین کو مل جائے گی۔

J **حضرت رضؔا بریلوی فرماتے ہیں:-**

(۱) شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اس شعر میں شاخ، سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں میں مناسبت ہے۔ اسی طرح قامت، زلف، چشم، رخسار، لب میں بھی مناسبت ہے۔ صرف ایک شعر میں حضرت رضؔا نے آپس میں مناسبت رکھنے والی کل دس چیزوں کا بیان کر کے فصاحت وبلاغت کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

(۲) نبوی مینھ، علَوی فصل، بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا

اس شعر میں مینھ، فصل، گلشن، پھول کا آپس میں تناسب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضؔا نے اس شعر میں نبوی، علوی، بتولی، حسنی اور حسینی کا ربط وعلاقہ بیان کر کے رعایت لفظی کی دلکش بندش نظم فرمائی ہے۔

(۳) ظاہر وباطن، اول وآخر، زیب فروع وزین اصول
باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

اس شعر میں آپس میں مناسبت رکھنے والی چھ چیزوں کا صرف ایک مصرعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ چھ چیزیں باغ، گل، غنچہ، جڑ، پتی اور شاخ ہیں۔

(۴) سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اس شعر میں سر، قدم، تن، لب، دہن، ذقن اور بدن کا ذکر ہے۔ ان تمام کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تناسب ہے۔ تضاد نہیں۔

(۵) انہیں کی بو مایہ سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

اس شعر میں بو، سمن، (چنبیلی) چمن، گلشن، رنگت اور گلاب کو باعتبار تناسب ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) ہنا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

اس شعر میں نہر، آب (پانی)، دھار، حباب (بلبلہ) اور موج میں آپس کی مناسبت بیان کی گئی ہے۔

(۷) جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے منن، یہ امن واماں تمہارے لئے

اس شعر میں جناں، چمن، سمن، پھبن اور دلہن کا ذکر ہے۔ جن میں مناسبت ہے تضاد نہیں۔

(۸) یہ سمن، یہ سوسن ویاسمن، یہ بنفشہ سنبل ونسترن
گل وسرد ولالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں، سمن یعنی چمیلی، سوسن، Lily، یاسمن Jasmine، بنفشہ Violet، سنبل Spikenard، نسترن White Rose، گل Flower، سر Cypress، لالہ Red Flower، ہزار Marygold، چمن Parterre کا ذکر کیا گیا ہے۔ کل گیارہ!! چیزوں کا آپس کی مناسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۹) وہی آنکھ ان کا منھ تکے وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی دل جوان کے لئے جھکے، وہی سر جوان پہ نثار ہے

اس شعر میں آنکھ، منہ، لب، دل اور سر کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

(۱۰) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے، کہ بہار بلبل زار ہے

اس شعر میں چمن، گل، بہار اور بلبل کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں تناسب ہے، تضاد نہیں۔

صنعت مراعات النظیر میں قارئین نے دیگر شعرائے اردو ادب کے اشعار کو ملاحظہ فرمایا اور حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائے۔ لیکن حضرت رضؔا کے اشعار کے مقابلے میں دیگر شعراء کے اشعار پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت رضؔا کے اشعار میں جو فصاحت و بلاغت، ربط و تسلسل، جو روانی و سائستگی، رعایت لفظی، مضمون کی بلندی، عشق کی پاکیزگی، عنوان کی عمدگی اور جدت الفاظ کی جو نوروی ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دیگر شعراء شرعی قید و بند سے آزاد ہوکر، عشق مجازی میں اپنے قلم کو بے لگام اور بے قابو چلانے کے باوجود اپنے کلام میں جو رنگینی، رعنائی اور حسن پیدا نہ کر سکے وہ سب حضرت رضؔا نے شریعت کی حد بندی میں رہتے ہوئے اپنے کلام عشق حقیقی میں ایسے حسن اسلوبی سے بیان فرمادیا کہ بڑے بڑے ادباء اور فصحاء کے سر خم نیاز ہوگئے۔ اس صنعت میں حضرت رضؔا کے اشعار سینکڑوں میں ہے۔

n ''صنعت ترصیع''

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں (فیروز اللغات صفحہ ۳۵۵) یعنی شاعر ایسا شعر کہے کہ جس شعر کے دوسرے مصرعہ کے تمام الفاظ پہلے مصرعہ سے ہم قافیہ ہوں۔ مثلاً:۔ نام تیرا ہے زندگی میری ÷ کام میرا ہے بندگی تیری۔

=Both hemistich of Distich (Prose) Constisting of Similar Rhyme=

مذکورہ بالا جو شعر بطور مثال پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ ہم قافیہ ہیں۔ جیسے کہ :-

پہلا مصرعہ:-	نام	تیرا	ہے	زندگی	میری
دوسرا مصرعہ:-	کام	میرا	ہے	بندگی	تیری

مذکورہ تقسیم سے قارئین کرام اچھی طرح تفہیم کر چکے ہوں گے کہ پہلے مصرعہ کے تمام الفاظ دوسرے مصرعہ سے ہم قافیہ ہیں۔ یہ ایک پیچیدہ اور بہت مشکل صنعت ہے۔

- مرزا غالبؔ کے دیوان کی راقم الحروف نے اول تا آخر اوراق گردانی کی کہ شاید چند اشعار بطور مثال پیش کرنے کو مل جائیں لیکن پورے دیوان غالب میں صنعت ترصیعی کی مثال میں ایک بھی شعر نہ ملا اور اوراق گردانی کی محنت ضائع ہوئی۔
- شکیلؔ بدایوں کا مجموعۂ دیوان ''کلیات شکیل'' شروع سے آخر تک ہم نے دیکھ ڈالا لیکن شکیلؔ صاحب نے اس صنعت کو ناقابل اعتنا سمجھ کر شاید اس کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ شکیلؔ بدایونی کے کلام میں بھی صنعت ترصیع کا کوئی شعر نہیں پایا جاتا۔
- فیض احمد فیضؔ، فانیؔ بدایونی اور جگر مرادآبادی کے دیوانوں کو سرسری نظر سے دیکھا۔ ہوسکتا ہے کہ شاید اُن کے کلام میں اس صنعت میں ایک آدھ شعر ہو لیکن ہم کو ایک بھی شعر نظر نہیں آیا۔ تاکہ بطور مثال اس شعر کو پیش کیا جائے۔

ایک نامعلوم شاعر کا شعر ہے:-

بام ہیں یہ، بصیر ہیں، اہل وفا ہیں یہ
قادر ہیں یہ، قدیر ہیں، اہل سخا ہیں یہ

اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعۂ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔

صنعت ترصیع میں حضرت رضا کے اشعار:-

حضرت رضا بریلوی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض خاص تھا کہ جہاں بڑے بڑے علماء، فضلاء اور ادباء آ کے رُک جاتے ہیں۔ وہیں سے حضرت رضا چلنا شروع کرتے ہیں۔ یعنی علم و ادب کے کسی معاملہ میں ماہرین زمانہ کے علم کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہیں سے حضرت رضا کی ابتداء ہوتی ہے۔ صنعت ترصیع میں جہاں اردو ادب کے صف اوّل کے شعراء کے دیوان وائے محرومی کی آہ و بکا میں منہمک ہیں وہاں حضرت رضا کا نعتیہ دیوان اس صنعت کے کئی اشعار مثال میں پیش کرنے کے لئے سرگرم ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

”دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ÷ تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا“

اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعۂ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں تقابلِ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

پہلا مصرعہ:	دھارے	چلتے	ہیں	عطا	کے	وہ	ہے	قطرہ	تیرا
ہم قافیہ:									
دوسرا مصرعہ:	تارے	کھلتے	ہیں	سخا	کے	وہ	ہے	ذرّہ	تیرا

حضرت رضا فرماتے ہیں:

”سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ÷ سب سے بالا و والا ہمارا نبی“

اس شعر کے مصرعۂ اوّل کے تمام الفاظ مصرعۂ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں تقابل درج ہے:

پہلا مصرعہ:-	سب	سے	اولیٰ	و	اعلی	ہمارا	نبی
ہم قافیہ:							
دوسرا مصرعہ:-	سب	سے	بالا	و	والا	ہمارا	نبی

حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے ÷ چھبتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے“۔

اس شعر کے تمام الفاظِ مصرعۂ اوّل ہم قافیہ ہیں مصرعۂ ثانی سے:

پہلا مصرعہ:	کھبتی	ہوئی	نظر	میں	ادا	کس	سحر	کی	ہے
ہم قافیہ:									
دوسرا مصرعہ:	چھبتی	ہوئی	جگر	میں	صدا	کس	گجر	کی	ہے

حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا ÷ تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا“۔

اس شعر میں مصرعۂ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعۂ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ تقسیم ملاحظہ فرمائیں:-

پہلا مصرعہ:	تو	ہے	وہ	غوث	کہ	ہر	غوث	ہے	شیدا	تیرا
ہم قافیہ:										
دوسرا مصرعہ:	تو	ہے	وہ	غیث	کہ	ہر	غیث	ہے	پیاسا	تیرا

حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا ÷ اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا“

اس شعر میں بھی مصرعۂ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعۂ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں تقابل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

پہلا مصرعہ:	اغنیا	پلتے	ہیں	در	سے	وہ	ہے	باڑا	تیرا
ہم قافیہ:									
دوسرا مصرعہ:	اصفیا	چلتے	ہیں	سر	سے	وہ	ہے	رستا	تیرا

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں کل ستائس اشعار صنعت ترصیع میں پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کو بھی حضرت رضؔا کی ذاتِ گرامی پر ناز اور فخر ہوگا کہ ایسا ماہر فن، اردو ادب کی پاسداری کر رہا ہے۔

n ''صنعت مقابلہ''

شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اوّل الذکر کے اضداد ہوں۔

=Confrontation of Words=

J مرزا غالبؔ کا شعر ہے:- ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جُوش ہے
اِک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

اس شعر میں ظلمت کدہ اور شب میں موافقت ہے۔ اسی طرح غم اور جوش میں بھی موافقت ہے۔ پھر ان الفاظ کے مقابلے میں مصرعۂ ثانی میں چند الفاظ اس طرح ہیں۔ ظلمت کے مقابلے میں شمع، شب کے مقابلے میں سحر اور جوش کے مقابلے میں خموش۔

J شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:- ہو کر جمودِ گلشنِ جنت سے بے نیاز
دوزخ کے بے پناہ شراروں پہ رقص کر

اس شعر میں جمود کے مقابلے میں رقص، گلشن کے مقابلے میں شرارے، جنت کے مقابلے میں دوزخ اور بے نیاز کے مقابلے میں بے پناہ کے الفاظ صنعتِ مقابلہ کے تحت لائے گئے ہیں۔

J جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:- نظر آتے ہیں کچھ شُعلے سے جب ظُلمت کے دامن میں
شِکن بجلی کی جب تبدیل ہو جاتی ہے روزن میں

اس شعر میں نظر آنا کے مقابلے میں تبدیل ہونا، ظلمت کے مقابلے میں بجلی اور دامن

کے مقابلے میں روزن ہے۔

J فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:- حاصلِ علم بشر جہل کا عرفاں ہونا
عمر بھر عقل سے سیکھا کئے ناداں ہونا

اس شعر میں جہل کے مقابلے میں عقل اور عرفاں کے مقابلے میں ناداں ہے۔

J جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:- حُسنِ ازل تو آج بھی بے پردہ ہے مگر
نظارہ کے ہجوم نے مستور کر دیا

اس شعر میں حُسن کے مقابلے میں نظارہ بے پردہ کے مقابلے میں مستور ہے۔

اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعراء کے اشعار میں صنعتِ مقابلہ کی مثالیں کافی تعداد میں ہیں لیکن ان میں کی اکثر مثالیں عشقِ مجازی کے زیر اثر ہجر اور وصل، شب اور دن، حجاب اور بے نقاب، حسن اور عشق، وغیرہ میں الجھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایک رسم و روایتی طرز سے غم عشق اور الم ہجر کا اظہار کرنے میں شعراء کی اکثریت ایک ہی پٹری کی گاڑی کی طرح چلتی نظر آتی ہے۔ ایک ہی بات متفرق انداز میں معمولی سی تبدیلی الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور مکرّر سکرّر ایک ہی بات سے مضمون کی لذّت کی مرغوبیت برقرار نہیں رہتی۔ ایک ہی کھانا الگ الگ برتنوں میں پروسا گیا ہوا ایسا لگتا ہے۔ لیکن امامِ عشق و محبت حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ برنگ، شاداب اور مہکتے الفاظ کے پھولوں کی خوشبو روحِ ایمان کو معطر کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں مضمون کی جدّت اور تمثیل کی جدیدیت دل کو ایسی بھاتی ہے کہ کیف و سرور کا سماں بندھ جاتا ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

J حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

(۱) خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں خوار، بیمار، خطاوار اور گنہ گار کا ذکر کیا گیا ہے جن میں

آپس میں موافقت ہے۔ پھر مصرعۂ ثانی میں اُن اوّل الذکر کے اضداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ خوار کے مقابلے میں رافع یعنی بلند کرنے والا، اُٹھانے والا کا استعمال کیا گیا ہے۔ بیمار کے مقابلے میں نافع یعنی فائدہ مند یا نفع دینے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔ خطا وار اور گنہ گار کے مقابلے میں شافع یعنی شفاعت کرنے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

اس شعر میں مصرعۂ اولیٰ میں حسنِ یوسف، ملکِ مصر، اور مصر کی عورتوں کی انگلیوں کا کٹنا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مصرعہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب مصر کی عورتوں نے حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا جمال وحسن دیکھا تو عالم حیرت میں محو ہو کر بے ساختہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اس اعتبار سے یہ شعر صنعتِ تلمیح میں بھی شمار ہوگا۔ صنعت مقابلہ میں حضرت رضاؔ کا یہ شعر اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ کیونکہ مصرعۂ اولیٰ کے تمام الفاظ کے مقابلے میں مصرعۂ ثانی میں الفاظ لائے گئے ہیں اور دونوں مصرعوں کے الفاظ میں ایسا تقابل کیا گیا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین، صد آفین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ مندرجہ ذیل نقشۂ تقابل ملاحظہ ہو۔

"تقابلی نقشہ"

مصرعۂ اولیٰ	مصرعۂ ثانی
(۱) حسنِ یوسف۔ یعنی حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہونا۔	(۲) تیرا نام۔ صرف نام پر بتقاضائے محبت قربان ہونا۔
(۲) کٹیں۔ یعنی بساختگی میں صرف ایک مرتبہ کٹ گئیں	(۲) کٹاتے۔ یعنی قصداً اور بار بار اپنے دل کے ارادے سے کٹاتے ہیں۔
(۳) مصر میں۔ یعنی انگلیاں کٹنے کا واقعہ مصر میں واقع ہوا	(۳) عرب۔ یعنی تمہارے نام پر ہمیشہ اپنے سر کٹانے کے واقعات عرب میں ہوتے ہیں۔

(۴) انگلیاں۔ مصر کی عورتوں نے حسنِ یوسف پہ اپنی انگلیاں کاٹیں۔ اور صرف ایک مرتبہ	(۴) سر۔ ملک عرب کے جوانمردوں نے نام مصطفیٰ پہ اپنے سر کٹوائے۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ
(۵) زناں۔ مصر میں حسن یوسف کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ دینے والی عورتیں تھی اور عورتیں ناقص العقل ہونے کی وجہ سے کسی سے بہت جلد متاثر اور فریفتہ ہو جاتی ہیں۔	(۶) مرداں۔ ملک عرب میں نام مصطفیٰ پر اپنے سر کٹانے والے ذی شعور اور دانشمند مرد تھے۔ جو کامل العقل ہونے کے باوجود قصداً اور ارادۃً قربان اور نثار ہوتے ہیں۔

مذکورہ شعر کے ضمن میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیلی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں فن وادب، عشق ومحبت اور فصاحت وبلاغت کے بیش بہا جواہرات کی لڑی نظم فرمائی ہے اور ادب میں صنعت مقابلہ میں یہ شعر اپنی مثال آپ ہے۔

(۳) دندان ولب وزلف ورخِ شہ کے فدائی
ہیں درِّ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

اس شعر میں مصرعۂ اولیٰ میں دندان، لب، زلف، اور رخ کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں آپس میں ایک دوسرے سے موافقت ہے۔ بعدہٗ مصرعۂ ثانی میں ان کے تقابل میں دُرِّ عدن، لعلِ یمن، مُشکِ ختن اور پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی دندان کے مقابلے دُرِّ عدن یعنی عدن کے موتی، لب کے مقابلے میں ملک یمن کا لعل، زلف کی مہک کے مقابلے میں ملکِ خُتن کی مُشک اور رُخ کے مقابلے میں پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کی تشریح کرنے والے یا حضرت رضاؔ کی نعتیہ شاعری کے مقالہ قلم بند فرمانے والے اہل قلم کی اکثریت اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتی ہے لیکن اس شعر کو صنعت مقابلہ کے تحت ذکر نہیں کیا۔ میں اُن تمام اہل قلم کا ادنیٰ خادم، ان کا سوالی،

ان کا طفیلی ہونے کے ناطے ان کی خدمتِ عالی میں مؤدبانہ گذارش کرتے ہوئے اپنی ناقص رائے کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ شعر صنعتِ مقابلہ میں زیادہ مُوزوں ہے۔ کیونکہ علمِ عروض کی اصطلاح کے مطابق صنعتِ مقابلہ میں پہلے چند ایسے الفاظ کا ذکر کرنا کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ اس پہلی شرط کے موافق اس شعر کے مصرعۂ اول میں دانت، لب، زلف اور رخ کا ذکر ہے اور دانت، لب، زلف اور رخ میں آپس میں موافقت ہے۔ صنعت مقابلہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آپس میں موافقت رکھنے والے الفاظ کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مقابلے اور تقابل کے الفاظ کا ذکر کرنا۔ اس شرط کے موافق مصرعۂ ثانی میں درّ عدن، لعل یمن، مُشک ختن اور پھول کا ذکر پایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس شعر کو صنعتِ تشبیہ سے ہم خارج نہیں مانتے، صرف یہی عرض کرتے ہیں کہ یہ شعر صنعتِ مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے کیونکہ حضرت رضاؔ بریلوی کا یہ شعر تین ۳ الگ الگ اور دلکش معنوں کا حامل ہے۔ اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ میں ہی شمار کریں گے تو شعر کے کثیر معانی و مطالب سے انحراف کر کے صرف ایک ہی معنی سے سبکدوش ہونا پڑے گا اگر اس شعر کو صنعت تشبیہ کے ساتھ ساتھ صنعت مقابلہ میں بھی شمار کیا جائے گا تو شعر کے کثیر المعنی حُسن کی جلوہ نمائی کا کیف و لُطف حاصل ہوگا۔ الحمدللہ! راقم الحروف نہ کسی پر اعتراض کرتا ہے اور نہ ہی تنقید بلکہ صرف اپنی ناقص رائے کا اظہار کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتے ہیں جب بھی صحیح ہے اور اس صورت میں شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ:-

''اے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان، لب، زلف اور رُخ پہ فدا ہونے والے عاشق! تو جس داندان شریف پر فدا ہو رہا ہے وہ دندان (دانت دُرّ عدن یعنی عدن کے موتی ہیں۔ تو جس مقدس لب پر فدا ہو رہا ہے وہ لب لعل یمن یعنی ملک یمن کے لعل ہیں۔ تو جس زلف پر فدا ہو رہا ہے وہ زلف معنبری مشک ختن یعنی مملکت ختن کا نافہ ہیں اور تو جس رُخِ انور پر فدا ہو رہا ہے وہ رُخِ انور کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ وہ پھول ہے''۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس اعلیٰ منزل میں پہنچ چکے تھے کہ حضرت رضاؔ بریلوی جب بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے کسی عضو شریف یا آپ کی کسی صفت کو کسی چیز سے تمثیل دیتے تو مثال میں ایسی چیز کو بھی بیان کرتے کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہ ہوتی۔ مثال کے طور پر اس شعر میں:-

n حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داندانِ اقدس کو ''دُرِّ عدن'' یعنی ''عدن کا موتی'' سے تشبیہ دی ہے۔ در یعنی موتی (Pear) ہے۔ عدن کے دو معنی ہیں۔ (۱) بہشت کہ جس میں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو رکھا گیا تھا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۹۲)۔ اس کو انگریزی میں (Eden) یعنی کہ Paradise کہتے ہیں۔ (۲) عرب کے جنوب مغربی کونے میں ایک چھوٹا سا جزیرہ جہاں سے عمدہ موتی حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں Adan کہتے ہیں۔

=Name of atown in the South Arabia Which Produces fine and costly pearls. (The Rayal Parsian- English Dictionary- Page No. 261)

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شعر میں لفظ ''عدن'' سے اگر بہشت مراد لی جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داندانِ اقدس ''جنت کے موتی'' ہیں اور جنت کے موتی سے بڑھ کر کوئی موتی ہو نہیں سکتا۔ اور اگر عدن سے مراد اگر Aden ہے تو دنیا میں سب سے اچھا اور قیمتی موتی عدن (Aden) کا ہی ہوتا ہے۔ الحاصل حضرت رضاؔ کے شعر میں دی گئی تشبیہ کو آخرت پر محمول کریں تو جنت کا موتی مطلب ہوتا ہے اور اگر دنیا پر محمول کریں تو عدن (Aden) کا موتی مطلب ہوتا ہے۔ جو دنیا کے سب موتیوں سے افضل و قیمتی ہوتا ہے۔

n حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب کو ''لعل یمن'' یعنی ''یمن کا لعل'' سے

تشبیہ دی ہے۔لعل یعنی Ruby ہوتا ہے۔اور دنیا میں سب سے اچھا لعل یمن کا ہوتا ہے۔ فیروز اللغات، ص ۱۴۷۰ پر ہے کہ ''یمن = جزیزہ نمائے عرب کے جنوب مشرق میں ایک ملک جہاں کا عقیق اور چادریں بہت مشہور ہیں'' علاوہ ازیں محبوب کے ہونٹ کو بھی لعل کہا جاتا ہے۔فارسی زبان کے شعراء نے محبوب کے ہونٹ کے لیے اکثر لعل کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضاؔ نے حضور اقدس کے مقدس لب کو لعلِ یمن سے تشبیہ دی ہے اور دنیا میں یمن کا لعل سے اچھی قسم کا لعل مانا گیا ہے۔

n حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفِ معنبری کو ''مُشک ختن'' یعنی خُتن کا مُشک'' سے تشبیہ دی ہے۔ مُشک یعنی کستوری اور اس کو نافہ بھی کہا جاتا ہے۔ جو ہرن کے پیٹ سے دستیاب ہوتی ہے اس کو انگریزی میں Musk-deer کہتے ہیں۔خُتن = ترکستان میں ایک علاقہ جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۵۸۵)۔ دنیا میں پانچ جگہ کا مُشک بہت مشہور ہے۔(۱) نیپال (۲) تبت (Tibet) (۳) تاتار جہاں چنگیز خاں اور ہلاکو نام کے ظالم بادشاہ ہوئے ہیں۔ (۴) خطا یعنی چین کا ایک مشہور شہر جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ بحوالہ فیروز اللغات، ص ۵۹۲۔ (۵) خُتن = ترکستان میں ایک علاقہ جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا میں نیپال، تبت، تاتار، خطا اور خُتن کا مُشک مشہور ہے۔ لیکن ان پانچ مقام میں سے خُتن کا مُشک سب سے زیادہ مشہور، خوشبودار اور بہترین ہے۔ حضرت رضاؔ نے ان میں سے بہترین مُشک یعنی خُتن کے مشک سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلف کی خوشبو کو تشبیہ دی ہے۔

مذکورہ تینوں امثال سے حضرت رضاؔ بریلوی کی معلومات عامّہ (General Knowledge) کا بھی اندازہ لگتا ہے کہ موتی اور لعل کہاں کے مشہور ہیں اور کہاں کہاں کا مُشک مشہور ہے اور ان مشہور مقام کے مُشکوں میں سے کس مقام کا مُشک سب سے بہتر ہے۔

n حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کو پھول سے تشبیہ دی۔ پھول کی خاصیت

ہے کہ وہ ہمیشہ شاداب وخندہ نظر آتا ہے۔ اس میں رنگ کی جو آمیزش ہوتی ہے وہ ایسی جاذب النظر ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اس کی خوشبو سے دل ودماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ ان اوصاف اور محاسن کے ساتھ ساتھ نزاکت اور لطافت کا وصف پھول کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ لہٰذا حضرت رضاؔ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخ انور کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔

یہاں تک کی تفصیلی گفتگو اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کر کے کی گئی ہے۔ علماء کرام کی محترم جماعت اس شعر کو صنعت تشبیہ سے شمار کر کے یہی معنیٰ اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ راقم الحروف علماء اہلسنت کی علمی وجاہت اور مخدومیت کا تہِ دل سے قائل اور معترف ہو کر تشبیہ کے مذکورہ معنی اور مطلب سے اتفاق کرتے ہوئے، اپنی اصلاح کی غرض سے دیگر معنی عرض کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ سے نہ شمار کریں، تو ایک اور معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ:-

''حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان اقدس، لبہائے نازک، زلفِ مشکبو اور چہرۂ انور کے کچھ فدائی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مصرعۂ اولیٰ میں فرمایا ہے کہ ''دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی'' اور وہ فدائی یعنی کہ فدا اور نثار ہونے والے کون ہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ''ہیں درعدن، لعل یمن، مشکِ ختن پھول'' یعنی کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ندان اقدس کی چمک دمک اور نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جنت یا ملکِ عدن کا بیش بہا موتی اپنی بے مثالی کے باوجود اُن دندانِ اقدس پر فدا ہونے کے لئے مچل رہا ہے۔ یمن کا لعل (Ruby) اپنی انفرادیت کے باوجود مصطفیٰ جانِ رحمت کے لبہائے نازک کی سرخی پر فدا اور نثار ہو رہا ہے۔ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفِ معنبری پر ملکِ خُتن کی

مشک فدا ہو رہی ہے اور میرے آقا کے رخِ زیبا پر پھول مع اپنی رنگت، خوشبو، لطافت اور نزاکت قربان وفدا ہو رہا ہے''

مذکورہ معنی کے علاوہ ایک دیگر معنی میں بھی یہ شعر معنون ہوسکتا ہے۔ مذکورہ بالا معنی اور مطلب میں دُرعدن کے مقابلے میں دندان، لعلِ یمن کے مقابلے میں لب، مشک ختن کے مقابلے میں زلف اور پھول کے مقابلے میں رخ کا ذکر کیا گیا ہے۔

J **حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-**

(۴) دل بستہ بے قرار جگر چاک اَشک بار
غنچہ ہوں، گُل ہوں، برقِ تپاں ہوں سحاب ہوں

اس شعر میں دِل بستہ، بے قرار، جگر چاک اور اشکبار الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں آپس میں موافقت ہے۔ اس کے بعد مصرعۂ ثانی میں ان کے مقابلے میں چند الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ دل بستہ کے مقابلے میں غنچہ، بے قرار کے مقابلے میں برق تپاں، جگر چاک کے مقابلے میں گل اور اشکبار کے مقابلے میں سحاب یعنی بادل کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اس شعر میں واں کے مقابلے میں یاں، مطیعوں کے مقابلے میں سیہ کاروں، جگر کے مقابلے میں دامن، خوف سے پانی کے مقابلے میں مچلنا اور پایا کے مقابلے میں دیکھو کا استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں صنعت مقابلہ کے کئی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر صرف پانچ اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔

n ''صنعت مستزاد''

علم عروض کی اصطلاح میں وہ غزل جس کے ہر مصرعہ یا شعر کے بعد ایسا زائد ٹکڑا لگا ہو، جو اسی مصرعہ کے رکنِ اوّل اور رکنِ آخر کے برابر ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۴۳)

=Increased= =The name of a kind of verse in which every line has a shorter one annexed to it= (The Rayal Peesian–English Dictonary. Page No. 404)

صنعت مستزاد ایک ایسی صنعت ہے کہ اس کی طرف تقریباً تمام شعراء اردو ادب نے التفات نہیں کیا۔ ہم نے اس صنعت کی مثال کی تلاش میں اردو ادب کے صف اول کے شعرائے دیوان کی اوراق گردانی میں کئی گھنٹے صرف کئے لیکن اس صنعت کی مثالی تخلیق کی جستجو میں ناکام رہے۔ ہم نے جن شعراء کے دیوان ٹٹولے ان کے نام مع دیوان حسب ذیل ہیں:-

J فیض احمد فیضؔ کے n نقشِ فریادی n دستِ صبا n دست تہِ سنگ n سر وادی سینا اور n زنداں نامہ۔ کل پانچ دیوان۔
J اصغرؔ گونڈوی کا دیوان ''کلیاتِ اصغر'' یعنی n نشاطِ زندگی اور n سرودِ زندگی۔
J غلام ربانی تاباںؔ کا دیوان ''ذوقِ سفر''۔
J مرزا اسداللہ خاں غالبؔ'' کا دیوانِ غالبؔ''۔
J جاں نثار اخترؔ کا دیوان ''پچھلے پہر''۔
J جگرؔ مرادآبادی کے دیوان n شُعلۂ طُور n تخیّلاتِ جگرؔ n آتشِ گُل n جذباتِ جگرؔ اور n لمعاتِ طُور۔ کل پانچ دیوان۔
J اکبرؔ الہ آبادی کا انتخاب اکبرؔ الہٰ آبادی۔
J فانیؔ بدایونی کا دیوان ''کلیاتِ فانی''

J علاّمہ اقبال کا دیوان ''بانگ درا''

J انتخابِ ''فراقؔ گورکھپوری''

J میرؔ لکھنوی کے کلام کا انتخاب ''مزامیر''

J شکیلؔ بدایوانی کے دیوان n رعنائیاں n صنم وحرم n شبستاں n رنگینیاں۔

J جوشؔ ملیح آبادی کا دیوان ''شعلہ وشبنم''

مذکورہ شعراء کے دیوانوں کے ایک ایک صفحے کو ہم نے اُلٹ پلٹ کر دیکھا کہ شاید ان کے کلام میں صنعت مستزاد میں دو چار اشعار پر مشتمل کوئی غزل پائی جائے لیکن غزل تو درکناران کے کلام میں اس صنعت میں ایک شعر بھی نہ ملا۔ ایسا محسوس ہوا کہ فنِ شاعری کی یہ صنعت برائے نام ہی رہ گئی ہے۔ لیکن امام عشق ومحبت، امام الکلام، امام الشعراء، امام الفصحاء، امام الادباء، امام الفضلاء، امام الفن، حضرت رضاؔ بریلوی نے اس صنعت کو بھی اُجاگر فرمایا ہے

حضرت رضاؔ کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش حصّہ دوم میں ایک نعت ۱۵/اشعار پر ایسی پائی جاتی ہے جس کے ہر شعر کے بعد ایک زائد ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ وہ نعت ذیل میں درج ہے۔

J حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

n وہی رب ہے جس نے تجھ کو ، ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا- تجھے حمد ہے خدایا

اس شعر کو علم عروض کے ضوابط وقوانین سے صنعت مُستزاد کا ثابت کریں۔ صنعت مستزاد کی شرط یہ ہے کہ جو زائد ٹکڑا ہوتا ہے وہ اسی مصرعہ کے رکن اوّل اور رکن آخر کے برابر ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں دو مصرعے ہیں اور ہر مصرعہ دو رکن پر مشتمل ہے۔

J پہلا مصرعہ:- وہی رب ہے جس نے تجھ کو، اور ہم تن کرم بنایا

رکن اوّل ہے — رکن آخر ہے۔

ان دونوں ارکان کی تقطیع کریں:-

n رکن اوّل:- وہی رب ہے جس نے تجھ کو

رکن کے حروف:- و ہ - ر ب - ہ ی - ج س - ن ی - ت جھ - ک

تعداد حروف:- ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ =۱۵ حروف

کٹنے کے بعد بقیہ حروف:- ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۱ =۱۳ حروف

n رکن آخر:- ہمہ تمن کرم بنایا

ہ م ہ - ت ن - ک رم - ب ن ا ی ا

۳ ۲ ۳ ۵ =۱۳ حروف

پہلے مصرعہ کے رکن اوّل اور رکن آخر دونوں کے حروف ۱۳ اور ۱۳ ہیں۔

J دوسرا مصرعہ:- ہمیں بھیک مانگنے کو اور ترا آستاں بتایا

رکن اوّل ہے — رکن آخر ہے

n رکن اوّل:- ہمیں بھیک مانگنے کو

رکن کے حروف:- ہ م ی ں - بھ ی ک - م ا ن گ ن ی - ک و

تعداد حروف:- ۴ ۳ ۶ ۲ =۱۵ حروف

کٹنے کے بعد بقیہ حروف:- ۳ ۳ ۶ ۱ =۱۳ حروف

n رکن آخر:- ترا آستاں بتایا

رکن کے حروف:- ت ر ا - آ س ت ا ں - ب ت ا ی ا

تعداد حروف:- ۳ ۵ ۵ =۱۳ حروف

J زائد ٹکڑا:- تجھے حمد ہے خدایا

ٹکڑے کے حروف:- ت جھ ی - ح م د - ہ ی - خ د ا ی ا

۳ ۳ ۲ ۵ =۱۳/حروف

مذکورہ تقطیع کے حساب سے شعر کے دونوں مصرعوں کے رکن اول اور رکن آخر کے ۱۳/اور ۱۳/حروف ہیں اور ان ارکان کے حروف کی تعداد سے زائد ٹکڑے کے حروف کی

تعداد مساوی ہے۔لہٰذا یہ شعر صنعت مستزاد کا ہونے میں علم عروض کی اصطلاح کے اصول و ضوابط پر پورا اترتا ہے۔ مذکورہ تقطیع میں شاید کسی کو یہ شک ہو کہ پہلے مصرعہ کے رکن اول میں پندرہ حروف ہیں، انھیں کاٹ کران کی تعداد ۱۳رکس طرح ہوگی۔اسی طرح دوسرے مصرعے کے رکن اول کے حروف پندرہ سے تیرہ ہو گئے ہیں ۔ دونوں ارکان سے حرف ''ی'' اور حرف ''واؤ'' کاٹے گئے ہیں۔یعنی علم عروض کی اصطلاح میں حذف کئے گئے ہیں۔اور یہ حذف کرنا علم عروض کے ضوابط کے تحت ہے۔

n تقطیع کے اصول وضوابط کے قانون نمبر ۱۹ کوملاحظہ فرمائیں:-

''وہ ہندی واؤ جس سے پہلے حرف پر مجہول (ہلکا سا) پیش یا زبر ہو اسے ضرورتِ شعری کی بنا پر گرایا جا سکتا ہے۔ اور اسے تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً تو۔سو۔دو۔کو۔ہو۔رکھو ۔چکھو۔آؤ ۔جاؤ۔چلو۔کرو۔گنواور انھوں وغیرہ کی واؤ ضرورۃً گرائی جاسکتی ہے۔(حوالہ:-''فنِ شاعری''از:-اخلاق حسین دہلوی،ص ۴۵)

n تقطیع کے اصول وضوابط کے قانون نمبر ۲۸ کوملاحظہ فرمائیں:-

''وہ یائے معروف ومجہول جو ہندی الفاظ کے درمیان میں آتی ہے۔وہ بھی گرائی جا سکتی ہے۔مثلاً۔ ہیں۔میں۔کہیں۔وہیں۔ہمیں۔کریں۔سنیں۔رہیں۔نہیں۔وغیرہ کی یائے مجہول ومعروف گرائی جاسکتی ہے''۔(حوالہ:-فنِ شاعری''۔ص ۴۸)

مذکورہ قوانین کے تحت اس شعر کے دونوں مصرعوں کے دونوں رکن اول سے حرف ''ی''اور حرف ''واؤ'' کوحذف کیا گیا ہے۔

صنعتِ مستزاد میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ نعت شریف پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔نعت کے ہر شعر کے بعد ایک زائد ٹکڑا ہے۔مثلاً

J تمہیں حاکم برایا،تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا،تمہیں شافع خطایا - کوئی تم سا کون آیا

J یہی بولے سدرہ والے،چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے،ترے پایہ کا نہ پایا - تجھے یک نے یک بنایا

ہر شعر کو علم عروض کے ضوابط کے تحت تقطیع کریں گے تو وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو ہم نے ایک شعر کی تقطیع کر کے حاصل کیا ہے۔نعت کا ہر شعر صنعت مستزاد پر کامل اترتا ہے۔اردو ادب میں جہاں دیگر شعراء کے کلام میں اس صنعت کا قحط پڑا ہوا تھا،وہاں حضرت رضا نے اپنے علم وفن کی بارش سے سرسبز ماحول قائم کر دیا۔اردو ادب حضرت رضا کی ذات پر جتنا فخر کرے وہ کم ہے۔آپ نے ایسی کئی صنعات میں اپنی قادرالکلامی ثبت فرمائی ہے۔

فارسی زبان میں صنعت مستزاد کی سات رباعیات حضرت رضا کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ان تمام رباعیات میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر مصرعہ کے بعد ایک زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔اردو میں صنعت مستزاد میں آپ کی نعت شریف میں ہر شعر کے بعد یعنی کہ ہر دو مصرعوں کے بعد زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔جب کہ فارسی کی آپ کی ساتوں رباعیات میں ہر مصرعے کے بعد ایک زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔ایک رباعی بطور مثال پیشِ خدمت ہے۔

J **حضرت رضا فرماتے ہیں:-**

حمداً لک یا مفضل عبدالقادر- یاذا الافضال
یا منعم یا مجمل عبدالقادر- انت المتعال
مولائے بما منت با لجود علیہ- من دون سوال
امنن واجب مائل عبدالقادر-جو بالآ مال

حضرت رضا بریلوی دیگر شعراء کے مقابلے میں یقیناً اقلیم سخن کے تاجدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ نے فن شاعری کی بہت سی صنعات کی لاغری دور فرما کر اسے توانائی بخشی ہے۔حضرت رضا جیسا سخن ور ماضی میں بہت دور تک نظر نہیں آتا اور نہ ہی مستقبل میں بہت دور تک نظر آئے گا۔آپ کا ایک ایک کمال یہ ہے کہ آپ ایک ساتھ کئی صنعات کو جمع کر دیتے تھے اور اس صنعت میں جو شعر نظم فرماتے تھے وہ شعر بے مثل ومثال ہوتا ہے۔مثال کے طور پر صنعت مستزاد میں آپ کی اردو نعت میں آپ نے صنعت مستزاد کے ساتھ ساتھ تجنیس کامل،تلمیح،تجاہل عارفانہ،مسمط ،استعارہ،اقتباس وغیرہ میں اشعار نظم فرما کر کوزے میں سمندر سمو دیا ہے۔

n ''صنعت لف ونشر''

علم و بیان کی اصطلاح میں وہ صنعت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں۔ پھر چند اور چیزیں بیان کریں جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں، مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے مل جائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۱۱۵۷) یعنی متعدد اشیاء کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر شی کے لئے ایک مناسب بات بغیر تعین کے لائی جائے اور شاعر اپنی طرف سے طے نہ کر سکے کہ فلاں معنی فلاں چیز کے لئے مناسب ہیں

=Twisting and Scattering Pross=

فن شاعری کی یہ صنعت بہت ہی آسان صنعت ہے لہٰذا اردو ادب کے تمام شعراء کے کلام میں اس صنعت کی مثال کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس صنعت میں شعر کہنا کوئی امر نہیں۔ اسی وجہ سے تمام شعراء نے اس صنعت میں طبع زادی کی ہے۔

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اس شعر میں حیراں، رونا، پیٹنا، نوحہ گر، جگر وغیرہ کا یک بعد دگر ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

J **اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:-** کس قدر پر کیف ہے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا
اصل نغمہ ایک آواز شکستِ ساز ہے

اس شعر میں پرکیف کے بعد نغمہ اور ٹوٹے دل کی صدا کے بعد آواز شکست ساز کا ذکر ہے۔

J **جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:-** عشق میں کیا لالہ وگل کیا چمن کیسا قفس
میں خود ہی اپنا گلستاں ہوں خود اپنا قفس

اس شعر میں لالہ، گل، چمن کا ذکر کرنے کے بعد گلستاں اور قفس کا ذکر کیا گیا ہے۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** گل چیں نے تو کوشش کر ڈالی سونی ہو چمن کی ہر ڈالی
کانٹوں نے مبارک کام کیا، پھولوں کی حفاظت کر بیٹھے

اس شعر میں گل چیں، چمن، ڈالی کا ذکر کرنے کے بعد منسوب الیہ سے نسبت رکھنے والے پھول اور کانٹوں کا ذکر ہے۔

J **غلام ربانی تاباںؔ کا شعر ہے:-** نظارے اور بھی ہیں عارض وجبیں کے سوا
اٹھاؤ سر کہ ذرا دور تک نظر جائے

نظارہ، عارض اور جبیں کے ذکر کے بعد سر اور نظر کا ذکر ہے اور ان میں منسوب الیہ سے مناسبت ہے۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** شمع وپروانہ بزم احدی ہو فانیؔ
عاشق وجلوہ معشوق سراپا میں ہوں

اس شعر میں پہلے شمع، پروانہ اور بزم کا ذکر ہے جن میں نسبت ہے۔ پھر عاشق، جلوہ اور معشوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

اردو ادب کے صف اول کے کچھ شعراء کے اشعار مندرجہ بالا مثال میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان اشعار کے معائنہ سے قارئین کرام کو صنعت لَف وَنَشر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ ان اشعار کے مقابلے میں جب ہم حضرت رضاؔ بریلوی کے اشعار دیکھیں گے تو ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت رضاؔ کے اشعار کا معیار بہت ہی بلند واعلی ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت لَف ونشر کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان تمام اشعار کو الگ چھانٹ کر شمار کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم چند اشعار ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن
حسنی لعل، حسینی ہے تجلا تیرا

اس شعر میں پہلے خور، کوہ اور معدن کا ذکر ہے۔ پھر بعد میں لعل اور تجلا کا ذکر ہے جو اول الذکر سے نسبت رکھتی ہیں۔ خور اور تجلا میں اور اسی طرح معدن اور لعل میں منسوب کو منسوب الیہ سے نسبت ہے۔

(۲) گیت کلیوں کی چٹک، غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانا تیرا

اس شعر میں پہلے گیت کا اور بعد میں ترانا کا، کلیوں کے بعد چٹک، ہزاروں یعنی بلبلیں کے بعد چہک، ساز کے بعد بجنا کا ذکر ہے۔ اب کچھ اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:-

(۳) یہاں چھڑکا نمک، واں مرہم کا فور ہاتھ آیا
دل زخمی، نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

(۴) یاد رخ میں آہیں کر کے بن میں میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں، نیساں برسا، کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

(۵) دو قمر، دو پنجہ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

(۶) ہیں چترو تخت سایہ دیوار وخاک در
شاہوں کو کب نصیب یہ دہج کر وفر کی ہے

(۷) دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا، غزال نافے بسا رہے تھے

(۸) مشک سا زلف ِشہ ونور فشاں روئے حضور
اللہ اللہ حلب جیب وتتار دامن

(۹) یہ شمس وقمر، یہ شام وسحر، یہ برگ وشجر، یہ باغ وثمر
یہ تیغ وسپر، یہ تاج وکمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے

(۱۰) یہ صبا سنک، وہ کلی چٹک، یہ زباں چہک، لب جو چھلک
یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے

قارئین کرام حضرت رضاؔ بریلوی کے اشعار اور دیگر شعراء اردو ادب کا بنظر عمیق تقابلی جائزہ لیں۔ حضرت رضاؔ کے اشعار میں بیان کی سلاست، جذبات عشق کی شدت وصداقت، زبان کی شیرینی، محبت کی سرمستی میں فرزانہ روی، شستہ رواں اور سلیس جملہ بندی اور الفاظی جدت وندرت کا جو انوکھا پن پایا جاتا ہے، وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

''صنعت تضمین''

فن شاعری کی اصطلاح میں وہ صنعت کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کے مشہور اشعار پر مصرعہ یا بند لگائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۳) =Inserting the Verses of another in one,s own poem=

صنعت تضمین کا بھی ایک عجیب معاملہ ہے۔ اردو ادب کے صف اول کے مشہور اور معروف شعراء کے کلام میں تضمین برائے نام ہی ہے، جب کہ غیر مشہور اور نئے نئے (Junior) شعراء کے کلام میں صفت تضمین کی غزلیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ غیر مشہور شاعر کسی مشہور شاعر کی کوئی شہرت شدہ تخلیق پر اس غرض سے تضمین لکھتا ہے کہ اس مشہور کلام کی وجہ سے اپنا کلام بھی شہرت حاصل کرے۔ یعنی نام پیروں کا کھائیں مجاور والی مثل پر عمل کرنا۔ صف اول کے شعراء نے کسی دوسرے کے کلام پر تضمین نہیں لکھی اس کی وجہ شاید یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس کے کلام پر تضمین لکھی جاتی ہے اس کے کلام کی اہمیت تضمین لکھنے والے کے کلام سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی کے کلام پر تضمین لکھنا در پردہ اس کے کلام کی فوقیت کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی کہ اس کے

کلام کو متبوع اور خود کے کلام کو تابع تسلیم کرنے کا اقرار کرنا ہے، اور در پردہ ایسا اقرار کرنا صف اول کے شعراء نے اپنی شان اور میعار کے خلاف جان کر تضمین کو متروک کر دیا ہو۔ اس ترک کے پسِ پردہ خود ستائی، خود پسندی اور انانیت کا جذبہ کارگر ہوا ایسا لگتا ہے۔ البتہ فانیؔ بدایونی کے کلام میں امیرؔ مینائی کے نو اشعار کی غزل پر تضمین پائی جاتی ہے۔ راقم الحروف نے ل مرزا غالبؔ ل جگرؔ مرادآبادی ل شکیلؔ بدایونی ل جوشؔ ملیح آبادی ل اصغرؔ گونڈوی ل غلام ربانی تاباںؔ ل فیض احمد فیضؔ وغیرہ کے دیوان کی اوراق گردانی کی لیکن صنعت تضمین سے ان کے کلام کو محروم پایا۔ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے دور کے امام الشعراء اور مقتداء الشعراء ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے آپ کو شاعر نہ کہتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ آپ کبھی بھی اپنی قادرالکلامی پر اتراتے نہ تھے۔ خود ستائی، انانیت اور خود بینی سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ رشک عنادل اور فصیح بے مثال ادیب ہونے کے باوجود سراپا عجز و انکسار تھے۔ تواضع کے پیکر جمیل تھے۔ آپ علمی وجاہت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے بلکہ اپنی ہیچ مدانی کا اعتراف کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ:۔

کس منھ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں
شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

حضرت رضاؔ بریلوی نے کسی دوسرے کے کلام پر تضمین لکھنے میں چھوٹا پن محسوس نہیں کیا۔ آپ کے کلام میں صنعت تضمین میں تین نعت پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک نعت وہ ہے جو آپ نے خود اپنے ہی کلام پر تضمین لکھی ہے۔ اس کا ایک بند پیش خدمت ہے۔

ل حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:۔

کچھ تو جلوہ نظر آیا مرے اشکوں پر ÷ تارے ٹوٹے ہیں مگر رنگ شفق سے مل کر
لعل میں آب گہر شیشہ می میں اختر ÷ پانی میں آتش تر، شعلہ میں آب کوثر

دل سوز اس نے کیا خون کا دریا ہو کر

مذکورہ بند میں کل پانچ مصرعے ہیں۔ جن میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ تضمین ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل تخلیق ہے۔ جس پر تضمین کی گئی ہے۔

ل حضرت قاسم کی دو نعتوں پر حضرت رضاؔ کی تضمین:۔

حضرت قاسم کی سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت پر حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تضمین نظم فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع (پہلا شعر) اور مقطع (آخری شعر) ملاخطہ ہو۔

مطلع:۔ دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا دل مضطر نکلا
مقطع:۔ حشر کے روز اٹھے شور عجب کیا قاسمؔ
قبر سے دیکھو وہ مداح پیمبر نکلا

تضمین کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع کی صورت حسب ذیل ہے۔

مطلع:۔ شعلہ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا ÷ عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا
ساز گار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا ÷ دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

مقطع ہے رضاؔ گرچہ سہ کار سراپا قاسم ÷ نعت احمد ہے مگر اس کا وظیفہ قاسم
ایک مصرعہ بھی گر آقا کو خوش آیا قاسم ÷ حشر کے روز اٹھے شور عجب کیا قاسمؔ
قبر سے دیکھو وہ مداح پیمبر نکلا

مذکورہ تضمین کے مطلع اور مقطع میں پہلے تین مصرعے حضرت رضاؔ نے تضمین میں نظم فرمائے ہیں۔ آخر کے دو مصرعے اصل نعت کے ہیں۔ اسی ترتیب سے نعت کے سولہ اشعار پر حضرت رضاؔ نے قافیہ، بحر اور مضمون کی رعایت و موافقت کے ساتھ تضمین فرمائی ہے۔ یہ نعت شریف ''حدائق بخشش'' حصہ سوم، صفحہ ۱۶۱ پر درج ہے۔

l حضرت قاسم کی ایک دوسری نعت کہ وہ بھی سولہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت پر بھی حضرت رضؔا بریلوی نے تضمین فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمائیں:-

مطلع:- حسرت ہے یا الٰہی جب جان تن سے نکلے
نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

مقطع:- وہ دن بھی ہو الٰہی جو صورت شہیدی
حضرت کی جستجو میں قاسؔم وطن سے نکلے

تضمین کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع مزین ہوکر حسب ذیل صورت اختیار کئے ہوئے ہیں:-

مطلع:- اے کاش شان رحمت میرے کفن سے نکلے ÷ جاں بوئے گل کی صورت باغ بدن سے نکلے
ارماں طفیل نام شاہ زمن سے نکلے ÷ حسرت ہے یا الٰہی جب جان تن سے نکلے
نکلے تو نام اقدس لے کر دہن سے نکلے

مطلع:- لاکھوں ہیں سینہ بریاں مثل رضؔا و کافؔی ÷ انجام کار سب نے اپنی مراد پائی
دشت طلب میں ہوکر آوارہ کھو گئے جی ÷ وہ دن بھی ہوا الٰہی جو صورت شہیدی
حضرت کی جستجو میں قاسؔم وطن سے نکلے

مذکورہ تضمین کے مطلع و مقطع میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ حضرت رضؔا کا تضمین فرمودہ ہے۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل نعت سے ہے۔ یہ نعت شریف ''حدائق بخشش'' حصہ ۳، صفحہ ۶۶ پر درج ہے۔

n ''صنعت تشبیب''

قصیدے کی ابتداء میں عاشقانہ مضامین نظم کرنا۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۱)

=Loce song= Talking of Adolescene=

اس صنعت میں شعراء اردو ادب نے عشق مجازی میں طرح طرح کے عاشقانہ اشعار کہے ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور تک اس صنعت کیلئے ایسا نظریہ قائم تھا کہ اس صنعت کا استعمال صرف عشق مجازی میں ہی ہوسکتا ہے۔ عشق حقیقی میں اس صنعت کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عشق مجازی میں محبوبہ کی رنگینی حسن اور محبوبہ کے اٹھتے ہوئے شباب کی بہار کا ذکر کرکے اشعار میں رعنائی اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے عاشقانہ مجاز کا اظہار کرنے کے لئے ہی یہ صنعت متعین کی گئی ہے۔ اردو ادب کے کبرٰی اور صغرٰی تمام طبقے کے شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے لیکن تمام کے تمام محبوبہ کے سراپا کے اسیر نظر آتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اکثر نے رسمی اور روایتی طرز ہی اختیار کیا ہے۔ مثلاً:-

l **جناب فانؔی بدایونی کا قصیدہ ہے:-**

(۱) سنتے ہیں گلشن میں پھر فصل بہار آنے کو ہے
پھر ہزار انداز سے بانگ ہزار آنے کو ہے

(۲) پھر نئی کلیاں گلابی رنگ کی کھلنے کو ہیں
آنکھ ہے نرگس کی پھر ہلکا خمار آنے کو ہے

(۳) پھر کریں گی قمریاں گلشن میں کو کو ہر طرف
پھر نئی رونق پہ سَرد جو بہار آنے کو ہے

(۴) پھر کسی کے لب سے مل جائے گا رنگ برگ گل
پھر چمیلی کی مہک سے بوئے پیار آنے کو ہے

مذکورہ اشعار میں شاعر نے ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے عاشقانہ مضامین نظم کئے ہیں۔

l **جوشؔ ملیح آبادی کے اشعار:-**

(۱) نظر جھکائے عروس فطرت، جبیں سے زلفیں ہٹا رہی ہے
سحر کا تارا ہے زلزلے میں، افق کی لو تھرتھرا رہی ہے

(۲) روش روشِ نغمہ طرب ہے، چمن چمن جشن رنگ و بو ہے
طیور ساخوں پہ ہیں غزل خواں، کلی کلی گنگنا رہی ہے

(۳) ستارہ صبح کی رسیلی جھپکتی آنکھوں میں ہیں فسانے
نگار مہتاب کی نشیلی نگاہ جادو جگا رہی ہے

(۴) کلی پہ بیلے کی کس ادا سے، پڑا ہے شبنم کا ایک موتی
نہیں یہ ہیرے کی کیل پہنے، کوئی پری مسکرا رہی ہے

مذکورہ اشعار شاعر کی عاشق مجازی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اردو ادب کے کلام کے معائنہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعت تشبیب عشق مجازی کا طرہ امتیاز بن کر رہ گئی تھی۔ اس صنعت میں عشق حقیقی میں اشعار کہنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت رضاؔ نے اس محال امر کو ممکن بنا دیا اور اہل ادب و اہل فن کو بتا دیا کہ اس صنعت میں عشق حقیقی میں بھی اشعار کہے جاسکتے ہیں۔ صرف اشعار ہی نہیں کہے جاسکتے بلکہ عشق و محبت کے شاداب پھول بھی کھلائے جاسکتے ہیں۔ محبت رسول کی پاکیزہ رنگت، عشق نبی کی ستھری رعنائی اور والہانہ عقیدت کے سنجیدہ جوش ولا کے رنگ برنگ اور مہکتے گلوں سے فضا کو معطر اور رنگین بنایا جاسکتا ہے۔ اشعار کی رنگینی کا ٹھیکہ صرف عشق مجازی نے نہیں لے رکھا ہے بلکہ عشق حقیقی کے اشعار میں وہ لالی اور سرخی پیدا کی جاسکتی ہے کہ عشق مجازی کا چہرہ اس کے سامنے زرد ہو جائے۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کے عشق کی صداقت کا آپ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ عشق و محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز اور امر سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے جس کو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو۔ ماہ ربیع الاول شریف میں محبوب خالق کائنات اور باعث تخلیق کائنات، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں بظاہر تشریف لائے اور اسی ماہ میں آپ نے ظاہری نظروں سے پردہ فرمایا۔ لہذا ماہ ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام عشق

ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی ماہ ربیع الاول شریف سے وارفتگی کے درجے میں محبت کرتے ہوئے اس ماہ مبارک کا غایت درجہ ادب واحترام اور تعظیم وحرمت بجالاتے تھے۔ اس ماہ کی آمد پر آپ مچل جاتے تھے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیف وسرور میں جھوم اٹھتے تھے۔ اس ماہ کا ہر دن آپ کے لئے عید کا دن تھا۔ ہر لمحہ آپ سرور وشادمانی محسوس کرتے تھے۔ روزانہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ محفل نعت کا انعقاد واہتمام اپنے دولت کدہ میں فرماتے۔ ماہ ربیع الاول شریف کی بہار کی آمد کی خوشی اور طرب میں آپ نے بطرز تشبیب ایک قصیدہ نظم فرمایا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

J **حضرت رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں:-**

(۱) اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں
ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

(۲) جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم
تیلی تیلی ڈالیاں لچکا چلیں

(۳) دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے
خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں

(۴) تانوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا
گیسوؤں کی ناگنیں لہرا چلیں

(۵) پھر اٹھا پودوں کے جوبن میں او بھار
ننھی ننھی کونپلیں ہریا چلیں

(۶) پھول مہکے غنچے چٹکے گل کھلے
نو بہاریں جابجا اٹھلا چلیں

(۷) بجرے چھوٹے کشتیاں پڑنے لگیں
نہریں لہروں کے مزے دکھلا چلیں

ایک عاشق صادق کے عشق کے پاکیزہ تصورات کو داد وتحسین دیں کہ جو عاشق اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم سے نسبت رکھنے والے مہینے کی محبت میں مذکورہ جذبات عشق ومحبت کا حامل ہو اس کے عشق رسول کے جذبات کا کیا عالم ہوگا۔ مذکورہ قصیدہ ''حدائق بخشش'' حصہ ۳، صفحہ ۵۰ پر درج ہے۔

n ''قصیدہ مرصّعہ''

وہ قصیدہ جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کے آخر میں حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آئے اور حرف ''الف'' سے بالترتیب شروع ہو کر حرف ''ی'' پر ختم ہو۔

=Rhyming Long ode consisting of mininum 28 Proses in which first hemistich of each prose ends in alphabetical Order=

J حضرت رضاؔ بریلوی کا قصیدہ مرصعہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

شعر نمبر	پہلا مصرعہ	پہلے مصرعہ کے آخر آنے والا حرف	دوسرا مصرعہ
مطلع	کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود	---	طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
حسن مطلع	شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود	---	دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
'' ''	جان ودل اصفیا تم پہ کروڑوں درود	---	آب وِگل انبیاء تم پر کروڑوں درود
۱	اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا	(ا)	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
۲	ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب	(ب)	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
۳	تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات	(ت)	اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود
۴	تم ہو حفیظ ومغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث	(ث)	تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود
۵	وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج	(ج)	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
۶	جان وجہان مسیح، داد کہ دل ہے جریح	(ح)	نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود
۷	اُف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ	(خ)	اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود
۸	تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود	(د)	تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود
۹	خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ	(ذ)	آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود
۱۰	گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو وغفور	(ر)	بخش دو جرم وخطا تم پہ کروڑوں درود
۱۱	بے ہنر وبے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز	(ز)	ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود
۱۲	آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس	(س)	بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود
۱۳	طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا فرش	(ش)	آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
۱۴	کہنے کو ہیں عام وخاص ایک تمہیں ہو خلاص	(ص)	بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود
۱۵	تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود غرض	(ض)	خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود
۱۶	آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط	(ط)	المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود
۱۷	بے ادب وبد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ	(ظ)	عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروڑوں درود
۱۸	لوتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع	(ع)	آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود
۱۹	سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ	(غ)	طیبہ سے آ کر صبا تم پہ کروڑوں درود
۲۰	گیسو وقد لام الف کردو بلا منصرف	(ف)	لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود
۲۱	تم نے برنگ فلق جیب جہاں کر کے شق	(ق)	نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود
۲۲	نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک	(ک)	تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروڑوں درود
۲۳	خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل	(ل)	خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود
۲۴	خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم	(م)	تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود

۲۵	برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن	(ن)	ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود
۲۶	اپنے خطاواروں کو اپنے ہی دامن میں لو	(و)	کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں درود
۲۷	کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ	(ہ)	تم کہو دامن آ تم پہ کروڑوں درود
۲۸	کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے	(ے)	ٹھیک ہو نام رضؔا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا کروڑوں درود والا حضرت رضؔا کا قصیدہ مرصعہ ملاحظہ فرما کر ناظرین یقیناً محظوظ ہوئے ہوں گے۔ اردو ادب میں کسی بھی شاعر نے ایسا قصیدہ باندازِ غزل نہیں کہا۔ مذکورہ قصیدہ ہم نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ قصیدہ کل ۵۹/اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم نے صرف ۳۱/اشعار اس طرح کے پیش کئے ہیں کہ ہر شعر کے مصرعہ اول میں حروف تہجی کا ایک حرف بالترتیب آتا ہے۔ اس طرح حرف ''الف'' سے شروع ہوکر حرف ''ی'' پر ختم ہوا ہے۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ دنیائے اردو ادب کے نامور اور صف اول کے شعراء اس صنعت میں ایک ایک حرف کی مثال میں صرف ایک ایک شعر پر مشتمل قصیدہ مرتب کرنے سے عاجز اور قاصر رہے ہیں وہاں حضرت رضؔا نے ایک حرف کی مثال میں کئی اشعار نظم فرمائے ہیں۔

اس قصیدہ میں ایک مطلع اور دو حسن مطلع ہیں۔ پھر حروف تہجی کو ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں بالترتیب لایا گیا ہے لیکن حضرت رضؔا نے صرف ایک ایک شعر پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ایک سے زائد اشعار نظم فرمائے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

J الف کی مثال میں ۴ اشعار۔
J ب کی مثال میں ۲ اشعار۔
J ت کی مثال میں ۲ اشعار۔
J ث کی مثال میں ۲ اشعار۔

J ح کی مثال میں ۲ اشعار۔
J ر کی مثال میں ۵ اشعار۔
J م کی مثال میں ۷ اشعار۔
J ن کی مثال میں ۶ اشعار۔
J و کی مثال میں ۳ اشعار۔
J ہ کی مثال میں ۲ اشعار۔
J ی کی مثال میں ۴ اشعار۔

ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورہ حروف کے صرف ایک ایک شعر ہی پیش کئے ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ قصیدہ مرصعہ کے قوانین اور ضوابط کو کامل طور پر نہیں بلکہ اکمل طور سے بھی زیادہ پورا کر رہا ہے۔ جہاں کم از کم ایک شعر کا ہونا لازمی ہے وہاں آپ نے چار، پانچ، چھ اور سات کی تعداد میں اشعار فرما کر ادب کی دنیا میں اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضؔا نے دیگر کئی صنعات بھی شامل فرمالی ہیں۔ مثلاً صنعت حسن تعلیل، صنعت استعارہ، صنعت تلمیح، صنعت تلمیع، صنعت اقتباس، صنعت تجنیس کامل، صنعت تجنیس ناقص، صنعت لف ونشر وغیرہ۔ ان تمام کی وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت رضؔا کا یہ نعتیہ قصیدہ لاجواب ہے، بے مثل ہے، بے مثال ہے، بے نظیر ہے۔ اس قصیدے پر ادب اور اہل ادب کو بھی ناز ہے۔ فن وادب کی بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ کا جس والہانہ کیفیت سے بیان کیا گیا ہے، اس کی مثال شاید نہیں بلکہ یقیناً دیگر شعراء کے کلام میں ڈھونڈے نہ پائی جائے گی۔

n ''صنعت تنسیق الصفات''

کسی کا تذکرہ بہت ہی صفات کے ساتھ کرنا۔ پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔

=Prranged Praise=

اردو ادب کے شعراء نے عشق مجازی میں اپنی محبوبہ اور معشوقہ کے حسن و جمال، شباب ونکھار اور جوانی و بانکپن کی تعریف میں بہت گل کھلائے ہیں۔ مثلاً:-

J **عرش ملسیانی کا شعر ہے :-** بلا ہے، قہر ہے، آفت ہے، فتنہ ہے، قیامت کا
حسینوں کی جوانی کو جوانی کون کہتا ہے؟

J **نوحؔ ناروی کا شعر ہے:-** ادا آئی، جفا آئی، غرور آیا، حجاب آیا
ہزاروں آفتیں لے کر حسینوں کا شباب آیا

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** فصل گل، رنگ چمن، دور خزاں، حسن بہار
مختلف نام ہیں ساقی تیرے پیمانوں کے

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے
آئنہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** جمال بے حجاب تھا کہ جلوہ تھا حجاب کا
کلیم برق طور تھی کہ تار تھا نقاب کا

J **جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:-** تجاہل، تغافل، تبسم، تکلم
یہاں تک تو پہونچے وہ مجبور ہوکر

J **جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:-** وہ کلی چٹکی، وہ برسا رنگ، وہ پھوٹی کرن
ہنس کے وہ انگڑائی لی دریا نے بہنے کے لئے

J **اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:-** روز روشن یا شب مہتاب یا صبح چمن
ہم جہاں سے چاہتے، وہ روئے دنیا دیکھتے

صنعتِ تنسیق الصفات کی مثال میں قارئین نے اردو ادب کے مشہور شعراء کے اشعار ملاحظہ فرمائے۔ اب حضرت رضاؔ بریلوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

J **حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-**

(۱) وہی نور حق، وہی ظل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

اس شعر میں حضرت رضاؔ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی صفات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نور حق، ظل رب، انہیں سے سب، ان کا سب، آسمان ملک، زمین ملک، زمان ملک۔

(۲) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اس شعر میں خورشید رسالت، تیری ضیا، تاروں کا چھپنا، انبیاء کا نور لینا، ماہ پاروں کا تجھ سے نور لینا وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے شعر کو صنعت تنسیق الصفات سے مزین کیا گیا ہے۔

(۳) وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف ورحیم وعلیم وعلی ہے

اس شعر میں J نامی (نام والا) J نام خدا نام تیرا J رؤف J رحیم J علیم اور علیم کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۴) شافی ونافی ہو تم کافی و وافی ہو تم
درد کو کر دو دوا، تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے
اشافی یعنی شفا دینے والے انافی یعنی مرض اور بیماری کو روکنے والے اکافی یعنی مکتفی
اوافی یعنی مخلص اردد کو دوا کرنا بطور صفتِ عالیہ کے بیان کیا ہے۔

(۵) اے مغیث، اے غوث، اے غیث، اے غیاث نشأ تین
اے غنی، اے مغنی، اے صاحب حیا امداد کن

اس شعر میں امغیث اغوث اغیث اغیاث اغنی امغنی اصاحب حیا کا
استعمال بطور صنعت اور مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس شعر میں ااصالت کل یعنی کائنات کی اصلیت یعنی باعث تخلیق اامامت کل
اسیادت کل اامارت کل یعنی سرداری ادولت مندی احکومت کل اور ولایت کل کے
اوصاف کا ایک نہایت ہی دل کش انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین وفلک، سماک سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے کمال وضاحت وبلاغت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
اچمک ادمک اجھلک امہک ازمین وفلک اسماک سمک اور اسکہ نشاں کے
الفاظ نظم کئے ہیں۔

(۸) وہی جلوہ شہر بشہر ہے، وہی اصل عالم ودہر ہے
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے

اس شعر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ کا بیان کرتے

ہوئے حضرت رضا نے جلوہ ااصل عالم ااصل دہر ابحر، لہر اپاٹ اور دھار کا استعمال
فرمایا ہے۔

(۹) کل سے اعلیٰ، کل سے اولیٰ، کل کی جان
کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان

اس شعر میں یہ کمال ہے کہ شعر کے دونوں امصار کا ہر لفظ و جملہ بطور صفت رسول
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمال ہوا ہے۔ تنسیق الصفات میں ایسا بھرپور از صفت شعر
دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام میں خوردبین سے دیکھنے پر بھی نہیں ملے گا۔ حضرت رضا
بریلوی کے اشعار میں پیش شدہ امثال صفت میں اور دیگر شعراء کے اشعار میں مذکور
صفات میں زمین وآسمان کا فرق ہے بلکہ حضرت رضا کے مذکورہ اشعار میں کچھ الفاظ ایسے
ہیں کہ وہ الفاظ کسی شاعر کے پورے دیوان میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت رضا بریلوی
اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کے مابین قارئین تقابل وتوازن کریں گے تو بلا شک
وشبہ حضرت رضا کے اشعار ستاروں کی انجمن میں آفتاب ومہتاب کی حیثیت سے حاوی اور
مسلط محسوس ہوں گے۔

n ''صنعت اتصال تربیعی''

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ کہ ہر مصرعہ کا آخری کلمہ اس کے بعد والے مصرعہ کا ابتدائی کلمہ ہو۔

Contiguity of Last word of Hemistich=

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے سے اچھے شعراء بھی اس میں طبع آزمائی کا تصور تک نہیں کرتے۔ اردو ادب کے تقریباً تمام شعراء کے دیوان اس صنعت سے خالی ہیں بلکہ فارسی زبان کے شعراء کے کلام میں بھی یہ صنعت بہت کم پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی پر ان کے کریم آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض و کرم تھا کہ آپ نے مشکل سے مشکل صنعت میں بھی اپنی قادر الکلامی ثبت فرمادی ہے۔

J **حضرت رضؔا بریلوی کا ایک بند پیش ہے:-**

جات	بالاتر زوہم	جائہا
جائہا	خودہست بہر	پائہا
پائہا	چہ بودکہ سرہا زیر	پات
پات	ہم کہ چوں فرود آئی ز	جات

مذکورہ چار مصرعوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-

n پہلا مصرعہ لفظ ''جائہا'' پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ''جائہا'' سے دوسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔

n دوسرا مصرعہ لفظ ''پائہا'' پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ''پائہا'' سے تیسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔

n تیسرا مصرعہ لفظ ''پات'' پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ''پات'' سے چوتھا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔

n چوتھا مصرعہ لفظ ''جات'' پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ''جات'' سے پہلا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔

مذکورہ بند بزبان فارسی نظم فرمودہ ہے۔ جو ''حدائق بخشش'' ناشر:- رضا اکیڈمی، ممبئی، جلد دوم، صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔

n ''صنعتِ مقلوب مستوی''

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر پڑھا جائے تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے۔ یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے۔ مثلاً شاباش۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

=Inverted Words in ode=

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا
یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو

اس شعر میں لفظ ''درد'' کو الٹا کر پڑھیں گے تو بھی وہ لفظ ''درد'' ہی پڑھا جائیگا۔

J **فانؔی بدایونی کا شعر ہے:-** عشق نے دل میں جگہ کی تو قضا بھی آئی
درد دنیا میں جب آیا تو دوا بھی آئی

اس شعر میں لفظ ''درد'' کا استعمال ہوا ہے اس لفظ کو الٹا یا سیدھا جس طرح بھی پڑھیں گے یکساں ہے۔

J **شکیل بدایونی کا شعر ہے:-** احساس کی شمعیں جلتی تھیں جب ناز و ادا کی محفل میں
رکھا تھا قدم مدہوشی نے جب ہوش و خرد کی منزل میں

اس شعر میں جو لفظ ''ادا'' ہے وہ سیدھا یا الٹا کسی طرح سے پڑھا جائیگا ''ادا'' ہی پڑھا جائیگا۔

J **اصغؔر گونڈوی کا شعر ہے:-** رہی نہ وصل کی لذّت نہ ہجر کی کلفت
دوائے درد نہ اب درد بے دوا باقی

اس شعر میں جو لفظ ''درد'' ہے وہ سیدھا یا الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

J **جگر مرادآبادی کا شعر ہے:-** زخم کو مرہم دل درد کو درماں سمجھا
چارہ کر خوب علاج غم پنہاں سمجھا

اس شعر میں مستعمل لفظ ''درد'' کو صنعت مقلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائیگا۔

غلام ربانی تاباںؔ کا شعر ہے:- رنج شکست بھی ہے، غرورِ شکست بھی ہے
اس زندگی کو درد کہوں یا اثر کہوں

اس شعر میں الٹا اور سیدھا دونوں طرف سے یکساں پڑھے جانے والے لفظ ''درد'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ صنعت مقلوب مستوی میں اکثر شعراء کے کلام میں زیادہ تر لفظ ''درد'' کا استعمال ہوا ہے۔ اس صنعت کے الفاظ اردو لغت میں بھی بہت محدود تعداد میں ہیں لہٰذا الفاظ کی جدّت کا حسن اس صنعت میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت رضاؔ کے نعتیہ کلام میں نئے نئے الفاظ کے ساتھ کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئینِ کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے ذیل میں پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

اس شعر میں لفظ ''دُزد'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سیدھا یا الٹا یکساں ہی پڑھا جائیگا۔ لفظ ''دزد'' کے لغوی معنی چوری کرنے والا ہے (فیروز اللغات، ص ۶۲۵) اس شعر میں دُزد سے مُراد شیطان ہے۔

(۲) اب تو ہے گریۂ خوں گوہرِ دامانِ عرب
جس میں دو لعل تھے زہرا کے وہ تھی کانِ عرب

اس شعر میں جو لفظ ''لعل'' ہے وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

(۳) زبانِ خار کس کس درد سے اُن کو سناتی ہے
تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر اُفگار فُرقت کا

اس شعر میں لفظ ''درد'' ہے۔ وہ سیدھا یا اُلٹا جس طرح بھی پڑھو ''درد'' ہی پڑھا جائے گا۔

(۴) دل عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

اس شعر میں مستعمل لفظ ''اُڑا'' کو صنعت مقلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائے گا۔

(۵) ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر، جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پُر اُماں پھر کر اُن کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ ''ٹوٹ'' ہے وہ سیدھا اور اُلٹا دونوں طریقوں میں یکساں پڑھا جائے گا۔

(۶) دید گُل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر
ہمصفیرو ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ ''دید'' ہے وہ سیدھا اور اُلٹا دونوں طرح پڑھنے میں یکساں ہے۔

(۷) حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

اس شعر میں لفظ ''داد'' سیدھا اور اُلٹا یکساں پڑھا جائے گا۔

(۸) بابِ عطا تو یہ ہے جو بہکا اِدھر اُدھر
کیسی خرابی اِس نگھرے در بدر کی ہے

اس شعر میں لفظ ''باب'' ہے وہ سیدھا اور اُلٹا دونوں طریقوں میں یکساں پڑھا جائے گا۔
حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں صنعتِ مقلوب مستوی کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف آٹھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ ان تمام اشعار میں صنعت مقلوب مستوی کے تحت ا دُزر ا لعل ا درد ا اُڑا ا ٹوٹ ا دید ا داد اور ا باب کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی جدّتِ الفاظ کے میدانِ فراخ میں جولانی کرتے ہوئے دنیائے اردو ادب کے شہسوار حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔ الفاظ کی جدّت کے ساتھ ساتھ شعر کی روانی، مضمون کی عمدگی، اور عشق کا سوز و گداز اشعار کے محاسن میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ حضرت رضاؔ کا کلام دنیائے اردو

ادب کے شعراء کو ایک نئی راہ دکھا رہا ہے۔ بلکہ دعویٰ اور دلیل کے شواہد سے ثابت کر رہا ہے
کہ شعر و ادب کے حُسن اور رنگینی کے لئے عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی میں نظم کہے
گئے اشعار میں زیادہ رنگت اور نکھار لایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ عشقِ
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صداقت اور خُلوص پر مبنی ہو۔

n ''صنعتِ مقلوبِ کل''

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس کو بالترتیب الٹا دیں تو بامعنی لفظ بن
جائے۔ مثلاً مان کو الٹا دیا تو ''نام'' بنا۔ اناج کو الٹایا تو ''جانا'' بنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)۔

J **غلام ربانی تاباںؔ کا شعر ہے:-** یہ اتفاق زمانہ ہے، اس کا رونا کیا
ملا ملا کوئی دل کا مزاج داں نہ ملا

اس شعر میں جو لفظ ''ملا'' ہے اس کو الٹا دینے سے لفظ ''الم'' یعنی رنج، غم، بنتا ہے۔

J **جگرؔ مراد آبادی کا شعر ہے:-** ساقی ہے، شراب ہے، سَبُوُ ہے
اوّل وہ بڑھے جو با وضو ہے

اس شعر میں جو لفظ ''شراب'' ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''بارش'' بنتا ہے۔

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** غمِ عاشقی سے کہہ دو رہِ عام تک نہ پہنچے
مجھے خوف ہے یہ تہمت مرے نام تک نہ پہنچے

اس شعر میں جو لفظ ''نام'' ہے اس کو الٹا دینے سے لفظ ''مان'' (عزت) بنتا ہے۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** کچھ نظر کہہ گئی، زبان نہ کُھلی
بات اُن سے ہوئی مگر نہ ہوئی

اس شعر میں جو لفظ ''بات'' ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''تاب'' (چمک) بنتا ہے۔

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

اس شعر میں جو لفظ ''جیب'' ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''بیج'' (اصل، نطفہ) بنتا ہے۔

J **اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے:-** توڑ ڈالے مہ وہ خورشید ہزاروں میں نے
اُس نے اب تک نہ دکھایا رُخِ زیبا مجھ کو

اس شعر میں جو لفظ ''رخ'' ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''خر'' (گدھا) بنتا ہے۔

J **جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:-** کھلونا تو نہایت شوخ و رنگیں ہے تمدّن کا
مُعَرّف میں بھی ہوں لیکن کھلونا پھر کھلونا ہے

اس شعر میں جو لفظ ''شوخ'' (سریر) ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''خوش'' بنتا ہے۔

J **جاں نثار اخترؔ کا شعر ہے:-** روش روش پہ جو کانٹے مہک اٹھے بھی تو کیا
چمن سے دور گلابوں کا قافلہ تو رہا

اس شعر میں لفظ ''روش'' (باغ کی پٹڑی) کو اُلٹا دینے سے لفظ ''شور'' (دُھوم) بنتا ہے۔

J **فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:-** سب قتل ہو کے تیرے مقابل سے آئے ہیں
ہم لوگ سرخ رو ہیں کہ منزل سے آئے ہیں

اس شعر میں جو لفظ ''لوگ'' ہے اس کو اُلٹا دینے سے لفظ ''گول'' (دائرہ) بنتا ہے۔

صنعتِ مقلوبِ کل میں ہم نے اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعراء کے چند اشعار مثال
میں پیش کئے ہیں۔ ناظرین کرام معائنہ سے محظوظ ہوئے ہوں گے۔ حضرت رضاؔ بریلوی
علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں
کہ جن کو شمار کرنا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور بطورِ مثال ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا امر
محال ہے۔ لہٰذا اہم چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ ذیل میں چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:-

J **حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-**

(۱) فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اس شعر میں لفظ ا''فرش'' کو الٹا دینے سے لفظ ''شرف'' (بزرگی) بنتا ہے

ا ’’کیا‘‘ کو الٹا دینے سے ’’ایک‘‘ بنتا ہے۔ ا ’’عرش‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’شرع‘‘ (مذہب) بنتا ہے۔

(۲) نہ روحِ امیں نہ عرش بریں نہ لوحِ مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

اس شعر میں لفظ ا ’’روح‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’حور‘‘ بنتا ہے۔ ا ’’امین‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’نیما‘‘ (آدھا) بنتا ہے۔ ا ’’عرش‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’شرع‘‘ بنتا ہے۔ ا ’’لوح‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’حول‘‘ (ارد-گرد) بنتا ہے۔

(۳) نزع میں، گور میں ، میزاں پہ، سر پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلیٰ تیرا

اس شعر میں لفظ ا ’’گور‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’روگ‘‘ (بیماری) بنتا ہے ا ’’مین‘‘ کو اُلٹا دینے سے لفظ ’’نیم‘‘ (آدھا) بنتا ہے۔ ا ’’سر‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’رس‘‘ (عرق) بنتا ہے اور ا ’’پل‘‘ کو لٹا دینے سے لفظ ’لپ‘‘ (مٹھی) بنتا ہے۔

(۴) ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اس شعر میں لفظ ا ’’کلام‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’مالک‘‘ بنتا ہے۔ الفظ ’’مین‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’نیم‘‘ (نصف) بنتا ہے۔ الفظ ’’کی‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’یک‘‘ (ایک) بنتا ہے۔ الفظ ’’تار‘‘ (اندھیری) کو اُلٹا دینے سے لفظ ’’رات‘‘ بنتا ہے الفظ ’’راز‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’زار‘‘ (نالہ وفریاد) بنتا ہے۔

(۵) عارضِ شمس وقمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں

اس شعر میں الفظ ’’انور‘‘ کو اُلٹا دینے سے لفظ ’’رونا‘‘ (نوحہ) بنتا ہے۔ الفظ ’’عرش‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’شرع‘‘ (شریعت) بنتا ہے۔ الفظ ’’کی‘‘ کو الٹا دینے سے

لفظ ’’یک‘‘ بنتا ہے۔ الفظ ’’خوش‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’شوخ‘‘ (شریر) بنتا ہے۔ الفظ ’’مُرّ‘‘ کو الٹا دینے سے لفظ ’’رُت‘‘ (موسم) بنتا ہے۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت مقلوب کل کے بہت سارے اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف پانچ اشعار قارئین کرام کی خاطر داری کے لئے پیش کئے ہیں۔ حضرت رضؔا اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کا تقابلی جائزہ لینے سے ایک بات یہ سامنے آئے گی کہ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک شعر میں اس صنعت کے کئی کئی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں یہ خوبی نہیں۔ اس صنعت میں بھی حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر شعراء پر فوقیت وسبقت لے گئے ہیں۔

n ’’صنعتِ حُسنِ طلب‘‘

لطیف اشارہ کرکے کوئی چیز مانگنا۔ مانگنے کا اچھا طریقہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی دل پسند طریقے سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا۔ =Fair spoken demaund=

ہر مانگنے والا اپنے مطلوب سے اچھے طریقے سے مانگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھے طریقے سے مانگنے کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس کی التجا شرفِ قبولیت سے نوازی جائے اور اس کا مدعا حاصل ہو۔ سب مانگنے والوں نے کسی نہ کسی سے کسی نہ کسی طریقے سے بہت کچھ مانگا ہے۔ کسی نے خدائے تعالیٰ سے اور خدا کے محبوب سے مانگا ہے۔ تو کسی دل پھینک عاشق نے اپنے معشوق سے مانگا ہے۔ اور ہر مانگنے والے نے یہی کوشش کی ہے کہ اس کا مانگنے کا طریقہ اور انداز دلنشین ہو۔ اردو ادب کے صفِ اوّل کے کچھ شعراء کے چند اشعار پیش ہیں:-

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** گِن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ
رحمتوں کا حساب کون کرے

اس شعر میں شاعر نے خدائے تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں کو سراہتے ہوئے گناہوں کی مغفرت طلب کی ہے۔

- **فانی بدایونی کا شعر ہے:-** تیری قدرت کا نظارہ، مرے عجز گناہ
تیری رحمت کا اشارہ ہے، ندامت میری

اس شعر میں شاعر نے اپنے عجز گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے ندامت سے خدا کی رحمت کی اُمید کا اظہار کیا ہے۔

- **مرزا غالب کا شعر ہے:-** آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

اس شعر میں شاعر نے حسابِ گناہ سے معافی عطا کرنے کی بارگاہِ الٰہی میں استدعا کی ہے۔

- **جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-** شرمِ گنہ سے بڑھ کر ہے عفوِ گنہ کی شرم
یا رب! کہاں میں جاؤں یہ نشتر لئے ہوئے

اس شعر میں شاعر نے ارتکابِ گناہ کی شرم اور گناہوں کے بدلے عفو کی عنایت سے نادم ہونا جتایا ہے۔

مذکورہ اشعار میں خالقِ کائنات، رب العالمین کی جناب میں حُسنِ طلب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اب چند اشعار معشوقہ اور محبوبہ کے ساتھ حُسن طلب کے پیش ہیں:-

- **جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:-** تجھ کو اپنے لبِ گلرنگ کی خوشبو کی قسم
شامِ ہجراں کی ہواؤں کو معطر کر دے

اس شعر میں شاعر نے ہجر کی شام کو خوشبودار بنانے کے لئے محبوبہ کے پھول جیسی رنگت والے ہونٹوں کی قسم اپنی محبوبہ کو دی ہے اور اپنی طلب کو ایک حسین انداز میں بیان کی ہے۔

- **اصغر گونڈوی کا شعر ہے:-** تبسم کی ادا سے زندگی بیدار ہو جائے
نظر سے چھیڑ دے، رگ رگ مری ہشیار ہو جائے

اس شعر میں شاعر نے حسین طریقے سے اپنے محبوب سے مسکرانے کی اور نگاہِ التفات کی گذارش کی ہے۔

- **فیض احمد فیض کا شعر ہے:-** بے دم ہوئے بیمار دوا کیوں نہیں دیتے
تم اچھے مسیحا ہو شفا کیوں نہیں دیتے

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو مسیحا کے لقب سے نوازتے ہوئے مرض کی دوا اور شفا طلب کی ہے۔

صنعتِ حسنِ طلب میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بہت ہی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ خدائے تعالیٰ اور بارگاہِ محبوب خدا میں جس انداز سے حسن طلب کا اظہار فرمایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پہلے چند اشعار حضرت رضا کے بارگاہ خداوندی میں حسن طلب کے پیش ہیں:-

- **حضرت رضا بریلوی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں:-**

(ا) نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا ÷ غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کردے معاف ÷ جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے دے مولیٰ

راقم الحروف سے ایک کالج کے پروفیسر صاحب نے ایک مرتبہ شکیل بدایونی کا وہ شعر ''گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ ÷ رحمتوں کا حساب کون کرے'' سنایا اور کہا شکیل صاحب کا طرز بیان اچھوتا اور بے مثل ہے۔ اس سے بہترین شعر میں نے نہیں پایا۔ اس پروفیسر صاحب کو راقم الحروف نے حضرت رضا بریلوی کی مذکورہ رباعی سنائی تو وہ تڑپ اٹھے اور ایک کیف وسرور اُن پہ طاری ہوگیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ حسنِ طلب میں حضرت رضا کے مقابلے میں شکیل صاحب کی حیثیت مقتدی کی ہے۔ حضرت رضا بلا شک وشبہ مقتدا

نظر آتے ہیں۔

(۲) کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضؔا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ایک صاحب اہل ادب سے تھے۔ وہ ہمیشہ مرزا غالبؔ کا شعر ''آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد ÷ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ'' گنگنایا کرتے تھے اور اس شعر کی غایت درجہ تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غالبؔ کے اس شعر کو اپنا وظیفہ بنا رکھا تھا۔ راقم الحروف نے غالبؔ صاحب کے اس شعر کے مقابلے میں حضرت رضؔا بریلوی کا مذکورہ شعر سنایا تو وہ عش عش پُکار اٹھے اور ایک وجدانی کیفیت میں مستغرق ہو گئے۔ حضرت رضؔا کے اور مرزا غالبؔ کے شعر کو الفاظ پر چند لمحات غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ سے گناہوں کا حساب نہ لینے کی التجا کرنے میں حضرت رضؔا کا انداز بیان غالبؔ صاحب کے انداز سے اعلیٰ معیار کا، مؤدبانہ، عاجزانہ اور مہذبانہ ہے۔ اس کے بعد سے انہوں نے حضرت رضؔا کے مذکور شعر کو اپنا وظیفہ بنالیا۔

(۳) اپنی ستاری کا یا رب واسطہ
ہوں نہ رسوا برسرِ دربار ہم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی نام ''ستار'' ہے۔ جس کے معنی ہیں چُھپانے والا اور ڈھانپنے والا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۷۷)۔ حضرت رضؔا نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے اور عیب پوشی کے کرم سے بہرہ مند ہونے کے لئے خدائے تعالیٰ کو اس کی شانِ ستاری کا واسطہ دیا ہے گویا کہ موصوف کو صفت سے متصف کیا ہے۔ ایک اچھوتے انداز میں بارگاہ خداوندی میں التجا کی گئی ہے۔

(۴) تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عزّ وعلا کی قسم

عشقِ مجازی میں اصغؔر گونڈوی کا اپنے شعر میں اپنی محبوبہ کو اس کے لب گل رنگ کی قسم دے کر یہ کہنا کہ ''مجھے اپنے لب گل رنگ کی خوشبو کی قسم'' اور اس قسم کے ذریعہ شام ہجراں کی ہواؤں کو خوشبودار کرنے کی گذارش کرنا محض شاعرانہ تخیّل ہے۔ لیکن حضرت رضؔا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس جلوہ دیکھنے کی استدعاء کرتے ہوئے رب تبارک وتعالیٰ سے ''تجھے اپنے ہی عزّ وعلا کی قسم'' عرض کرنا جذبۂ عشقِ صادق کی صداقت کی عکاسی کرتا ہے۔

(۵) ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ اَفگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

میدانِ محشر کی دھوپ سے بچنے کے لئے اللہ کے پیارے کے پیارے گیسو کا سایۂ کرم حاصل ہونے کی یہ دعا حسنِ طلب کی صنعت میں اپنی مثال آپ ہے۔

(۶) ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے، تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

کتنا دلکش اندازِ بیان ہے۔ کتنے حسین طریقے سے اپنی طلب کا بارگاہِ خداوندی میں اظہار کیا گیا ہے اور نسبت کا کتنا بہترین تعلق عرض کیا گیا ہے۔ ہم حضور اقدس کے غلام ہونے کے ناطے حضور کے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کے ناطے اللہ کے، لہٰذا اس نسبت سے ہم بھی اللہ کے ہوئے اور اللہ کے ہونے کے لئے اس سے بڑھ کر کونسا وسیلہ ہے؟

یہاں تک بارگاہِ الٰہی میں حُسنِ طلب کے حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش کئے۔ اب چند اشعار بارگاہِ رسالت میں حُسنِ طلب کے حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان سے پیش خدمت ہیں:-

(۷) سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں

آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت رضاؔ عرض کرتے ہیں کہ حضور! ہمارے طور طریقے اور ہمارے کردار کو نہ دیکھیں بلکہ آپ اپنی شانِ کریمی سے اپنے کرم کو دیکھتے ہوئے ہم کمینوں پر کرم فرمائیں۔

(۸) ہے یہ اُمید رضاؔ کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانی دوزخ ترا بندہ ہو کر

یارسول اللہ! میں آپ کا غلام ہوں اور ااپ کا غلام ہونے کے ناطے مجھے دوزخ کی قید نہ ہوگی، یہی امید مجھ کو آپ کی رحمت سے ہے۔

(۹) میرے عیسیٰ ترے صدقے جاؤں
طور بے طُور ہیں بیماروں کے

اس شعر میں حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''میرے عیسیٰ'' کے محبت آمیز لقب سے پکارتے ہوئے بے طور بیمار پر کرم نوازی فرمانے کی حسن طلب کے تحت التجا کرتے ہیں۔

(۱۰) مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اپنا سوال شرف قبولیت سے نوازا جائے اور رد نہ ہو اس طلب میں حضرت رضاؔ نے قرآن مجید کی آیت "**ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك**" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم فرمان الٰہی کے تحت آپ کے دربار میں مجرمانہ حیثیت سے حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے حضور بُلائے گئے ہیں اور کوئی بھی کرم نواز آقا اپنے در پر کسی کو بُلا کر پھر اُس کا سوال رد نہیں کرتا۔ لہٰذا یارسول اللہ آپ اپنی شانِ کریمی سے ہمارا سوال پورا فرمائیں۔ اب چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

(۱۱) یا نبی جس کی اماں چاہے رضاؔئے خستہ
تیرے دامن کے سوا اور ہے دامن کس کا

(۱۲) کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(۱۳) دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

(۱۴) تیرے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

(۱۵) ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

(۱۶) مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے، نہ حاجت اگر کی ہے

(۱۷) بد ہیں تو آپ کے ہیں، بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے، رُخ کِدھر کریں

(۱۸) خَلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا، تم پہ کروڑوں درود

(۱۹) منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

(۲۰) نبی رحمت شفیع اُمّت، رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اُسے بھی اُن خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

صنعتِ حسن طلب میں حضرت رضاؔ نے وہ حُسن پیدا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے فن

وادب کا حُسن بھی دہ چند ہوگیا ہے۔ بطور مثال چند اشعار ہم نے پیش کئے ہیں۔ اہلِ ذوق حضرات ''حدائقِ بخشش'' کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ مزید اشعار سے لُطف اندوز ہوں۔

n ''صنعتِ ترجیح بند''

شاعر کا چند ایسے بند نظم کرنا جو بحر میں موافق اور قافیہ میں مختلف ہوں اور وہ بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی بیت ہر بند کے آخر میں متواتر آئے اور ہر بند کے آخری شعر کے مضمون سے موافقت کرے۔ (فیروز اللغات، ص ۳۵۵)۔

صنعت ترجیح بند کی مثال میں اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء کی تخلیق پیش کرنے کی غرض سے ہم نے کسی شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی کی۔ لیکن معدودے چند کے علاوہ اکثر و بیشتر کے کلام اس صنعت سے محروم ہیں۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعراء میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ ا مرزا غالبؔ ا فانیؔ بدایونی ا جگرؔ مرادآبادی ا فیض احمد فیضؔ ا اصغرؔ گونڈوی وغیرہ کے دیوان صنعت ترجیح بند سے تشنہ ہیں۔ اور جن کے دیوان میں راقم الحروف نے ترجیح بند کو پایا اس میں بھی کلام ہے یعنی کہ وہ صنعت ترجیح بند کے شرائط پر مکمل نہیں۔

J شکیلؔ بدایونی کے دیوان میں ترجیح بند کی مثال:-

(۱) چراغ بزمِ تمنا بجھا نہیں سکتا ÷ میں بُھول کر یہ قیامت اُٹھا نہیں سکتا
نشاطِ راحتِ ہستی مٹا نہیں سکتا ÷ تمام عُمر میں تجھ کو بھلا نہیں سکتا
تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

(۲) یہی تو باعثِ ضبطِ فغاں ہے میرے لئے ÷ یہی تو حاصلِ عمرِ رواں ہے میرے لئے
یہی تو زندگی جاوداں ہے میرے لئے ÷ یہی تو دُولت کون ومکاں ہے میرے لئے
تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

شکیلؔ بدایونی کی یہ تخلیق سات بند پر مشتمل ہے اور ہر بند کے بعد ''تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا'' یہ ایک مصرعہ بار بار آتا ہے۔ حالانکہ صنعت ترجیح بند میں ہر بند کے بعد ایک مصرعہ نہیں بلکہ ایک بیت آنا چاہئے اور بیت = ایک وزن کے دو مصرعے = شعر (فیروز اللغات، ص ۲۵۲)۔ مذکورہ نظم میں ہر بند کے بعد دو مصرعے آنا ضروری تھا لیکن صرف ایک مصرعہ ہی آیا ہے۔ اسی طرح شکیلؔ بدایونی صاحب کی دوسری نظم جو ''کلیاتِ شکیل'' میں ص ۱۳۰ پر ''بےخودی'' کے عنوان سے ہے اس میں ہر بند کے بعد ''مجھے کسی کا ڈر نہیں میں اپنی دُھن میں مَست ہوں'' والا صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ شکیلؔ بدایونی کے دیوان میں صرف یہی دو نظمیں صنعت ترجیح بند کی پائی جاتی ہیں لیکن دونوں کا حال یہ ہے کہ ہر بند کے بعد بجائے دو مصرعوں کے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ دراصل یہ نظم مخمس ہے۔

J جوشؔ ملیح آبادی کے دیوان میں ترجیح بند کی مثال:-

(۱) کیا جوانی ہے فضا میں، مرحبا صد مرحبا ÷ چل رہی ہے روح کو چھوتی ہوئی ٹھنڈی ہوا
آ رہی ہے دور سے کافر پــــپـــیہے کی صدا ÷ حُسن اٹھا ہے خاک سے انگڑائیاں لیتا ہوا
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

(۲) آروز میں ہے تلاطم، جوش ارمانوں میں ہے ÷ حسرتوں میں ولولے ہیں، تازگی جانوں میں ہے
نوجوانی کا تبسم سرد میدانوں میں ہے ÷ روشنی ہے دشت میں، خوشبو بیابانوں میں ہے
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

گیارہ۱۱ بند پر مشتمل یہ نظم ''شعلہ اور شبنم'' (دیوانِ جوشؔ ملیح آبادی) کے ص ۱۱۵۰ پر درج ہے۔ اس نظم میں ہر بند کے بعد ایک شعر (بیت یعنی دو مصرعوں) کے بجائے صرف ایک مصرعہ آتا ہے جوشؔ ملیح آبادی کے مذکورہ دیوان کے ص ۲۶، ص ۴۹/اور ص ۸۲ پر بھی ترجیح بند کی صنعت میں ایک ایک نظم پائی جاتی ہے لیکن ان تینوں میں بھی ہر بند کے بعد صرف ایک مصرعہ ہی ہے۔

J **حضرت رضاؔ بریلوی کے کلام میں ترجیع بند کی مثال:-**

(۱) یہ وہ درگہ ہے کہ جُرم آئے تو غفراں ہوجائے ÷ اتقا شوقِ شفاعت میں گنہ یاں ہو جائے
نار بھی آئے تو نور چمنستاں ہو جائے ÷ غازۂ روئے سحر شامِ غریباں ہو جائے

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہ ملک وروضۂ شاہنشاہ ست

(۲) ہمہ تن قطب ہوں افلاک نہ کھائیں چکّر ÷ موجِ دریا نہ بڑھے نوح کا طوفاں ہو کر
پاؤں پھولوں پہ ادب سے نہ رکھے بادِ سحر ÷ گرچہ ایں بارگہ رحمتِ عام ست مگر

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہ ملک وروضۂ شاہنشاہ ست

(حدائقِ بخشش، حصہ۳، ص۲۹)

J **کلامِ رضاؔ میں ترجیع بند کی دوسری مثال:-**

(۱) غنچۂ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ ÷ آنکھ کو دل سے ہی تھا شوقِ نظارہ بخدا
بُلبلِ زار کو اِک دم بھی نہ خوش گزرا تھا ÷ کہ ہوا پھر گئی، گلزاری موسم بدلا

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(۲) کس قدر تیزگی تیری سواری اے ماہ ÷ حسرتیں دل کی رہیں دل ہی میں واللہ باللہ
پھر کے اے گل نہ کی اس شیفتہ پر تو نے نگاہ ÷ تیرا بلبل یہی کہتا رہا با نالۂ وآہ

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

صنعتِ ترجیع بند میں حضرت رضاؔ کے اشعار تمام شرائط اور ضوابط پر کامل طور پر پورے ہیں۔علاوہ ازیں اشعار میں الفاظ کی بندش،عنوان کا طرز بیان، ماحول کا منظر کشی، اور عشق کا والہانہ جذبہ اشعار کے معیار کی بلندی کی گواہی دے رہے ہیں۔

n ''صنعتِ مسمّط''

وہ نظم جس کے ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔(فیروز اللغات، ص ۱۲۴۷)۔

صنعتِ مسمّط عموماً لمبی بحر کے اشعار میں ہوتی ہے۔شاعر اپنی لمبی بحر کی کئی نظموں میں سے ایک دو نظمیں اس صنعت میں نظم کرتا ہے۔اس صنعت میں نظم کہنا شاعر اپنے لئے باعثِ فخر جانتا ہے اور اس صنعت سے شاعر کے علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

J **جگر مرادآبادی کی ایک غزل صنعتِ مسمّط میں:-**

(۱) کبھی شاخ وسبزہ و برگ پر، کبھی غنچہ وگل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

(۲) مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہیں آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر

(۳) مری سمت سے اُسے اے صبا، یہ پیام آخرِ غم سنا
ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا، کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

شعر نمبر ۱ مطلع ہے۔شعر نمبر ۲ میں دھمکیاں، بجلیاں، اور آشیاں تین ہم قافیہ الفاظ ہیں اور شعر کے تین ٹکڑے ہوئے ہیں۔اسی طرح شعر نمبر ۳ میں بھی شعر کے تین ٹکڑے صبا، سنا اور جا ہم قافیہ الفاظ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔جگر مرادآبادی کی مذکورہ غزل کل نو ۹ اشعار پر مشتمل ہے۔لیکن اس غزل کے شعر نمبر ۳ اور نمبر ۵ میں صنعتِ مسمّط کا التزام نہیں ہے۔

J **جگر مرادآبادی کی دیگر غزل صنعتِ مسمّط میں:-**

(۱) وہ کب آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ جا رہے ہیں

(۲) شراب آنکھوں سے ڈھل رہی ہے، نظر سے مستی اُبل رہی ہے
چھلک رہی ہے، اُچھل رہی ہے، پیئے ہوئے ہیں پلا رہے ہیں

(۳) یہ مست بُلبل بہک رہی ہے، قریبِ عارض چہک رہی ہے
گلوں کی چھاتی دھڑک رہی ہے، وہ دستِ رنگیں بڑھا رہے ہیں

جگر مرادآبادی کی یہ غزل بیس۲۰ اشعار پر مشتمل ہے لیکن اس غزل کے صرف نو۹ ہی اشعار میں صنعتِ مسمّط کے قواعد وضوابط کا التزام پایا جاتا ہے۔

مذکورہ دو غزلوں کے علاوہ جگر مرادآبادی کی صنعتِ مسمّط میں ایک غزل ان کے دیوان ''شعلۂ طور'' کے صفحہ نمبر۴۶ پر ہے لیکن اس غزل کے تیرہ۱۳ اشعار میں سے چار۴ اشعار میں منقصت پائی جاتی ہے۔ جگر مرادآبادی کے دیوان میں لے دے کر یہی تین غزلیں صنعت مسمّط میں پائی جاتی ہیں۔

ل مرزا غالب کے دیوان میں اس صنعت میں ایک غزل بھی نہیں پائی جاتی۔

ل فانی بدایونی، فیض احمد فیض، اصغر گونڈوی، جوش ملیح آبادی اور غلام ربّانی تاباں کے کلام میں بھی یہ صنعت مفقود ہے۔ البتہ:-

ل **شکیل بدایونی** کے دیوان میں اس صنعت کی ایک غزل ''کلّیاتِ شکیل''، ص ۱۲۸، پر پائی جاتی ہے لیکن اس کا عنوان اور بیانِ عنوان دلکش نہیں اور نہ ہی اس کے اشعار میں الفاظ کی نُدرت ہے، نہ کوئی فصاحت وبلاغت ہے۔ جھونپڑی، کوٹھے، طوائف کے، گھر، پڑوسی، کمینہ، مکّار، ظالم، لیڈر، جنتا (پبلک)، دال، مرغی، جو، ستّو جیسے روزمرّہ کے عوامی مستعمل الفاظ سے ہی پوری غزل اُبل رہی ہے۔ ادب کا اعلیٰ معیار یا مضمون کی عُمدگی نہیں پائی جاتی۔

صنعتِ مسمّط میں جب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعتِ مسمّط درِ رضا کی کنیز کی حیثیت

سے قلم رضا کی جنبش کے اشارے پر مطیع اور فرمانبردار ہو کر حاضرِ خدمت ہے۔ اس صنعت میں حضرت رضا کے کلام میں اتنی کثرت پائی جاتی ہے کہ عقلیں دنگ ہیں، گمان چرخ میں ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:-

ل **حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں:-**

ایک نعت صنعت مسمّط میں ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت کے ہر شعر میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر میں تین تین ہم قافیہ ٹکڑے ہیں۔ اُس نعت شریف کا مطلع یہ ہے:-

(۱) وصفِ رُخ اُن کا کیا کرتے ہیں، شرحِ والشّمس وضحیٰ کرتے ہیں
اُن کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں

مطلع کے بعد کے چند اشعار قارئین کی فرحتِ طبع کے لئے پیشِ خدمت ہیں:-

(۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں عظیم، تعظیم اور تسلیم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کا حُسن بڑھا رہے ہیں۔

(۳) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چُھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اس شعر میں پیارے، تارے اور پارے تک کے تین ہم قافیہ ٹکڑے زینتِ شعر بنے ہوئے ہیں۔

(۴) لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب، منہ میں گُھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

اس شعر میں جناب، نایاب اور بیتاب کے قافیہ کے ساتھ تین جملے ہیں۔

(۵) اپنے دل کا ہے اُنہیں سے آرام، سونپے ہیں اپنے اُنہیں کو سب کام

لُو لگی ہے کہ اب اُس در کے غلام، چارۂ دردِ رضؔا کرتے ہیں

اس شعر میں آرام، کام اور غلام کی قافیہ بندی کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کے حسن و جمال میں اضافہ کررہے ہیں۔

اس نعت شریف کے تمام اشعار مذکورہ طور پر ہم قافیہ تین تین ٹکڑوں کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی کی یہ نعت شریف ہی صنعتِ مسمّط میں تمام شعراءِ اردو ادب کے کلام پر حاوی ہے۔

J حضرت رضؔا کا صنعت مسمّط میں عظیم شاہکار:۔

صنعت مسمّط کی مثال میں اردو ادب کے شہرۂ آفاق اور نامور شاعروں کے دیوان سے کوئی غزل پیش کرنے کے لئے ہم نے ان شاعروں کے دیوان کی گہری نظر سے اوراق گردانی کی تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم کسی صحرا میں میٹھے پانی کے چشمہ کی جستجو میں بھٹک رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے جگؔر مرادآبادی اور شکیؔل بدایونی کے کلام میں ناتسلّی بخش مثالیں نظر آئیں۔ صحرا میں سرد اور شیریں پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے کو جس طرح تلخ اور گولے پانی سے سبکدوش ہونا پڑتا ہے اسی طرح ہم کو بھی اِن غزلوں سے سبکدوش ہونا پڑا۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس صنعت کی مثال نظم کی جستجو کی زحمت ہی نہ ہوئی۔ حضرت رضؔا کے کلام میں اس صنعت کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ تلاش وجستجو کی حاجت نہیں۔ جس طرح شیریں اور صفّاف پانی سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کے لب ساحل استادہ شخص کو پانی کی تلاش کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ پانی کی موجیں خود اُچھل اُچھل کر اس تک رساں ہوتی ہیں۔ اسی طرح حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانِ سمندرِ عشق کی موجیں صنعتِ مسمّط جیسی کئی صنعات کے گوہر شاداب کے ہمراہ خود پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان میں ایک نعت شریف صنعت مسمّط میں ۲۵؍ پچیس اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ نعت پیش خدمت ہے:۔

(۱) زمین و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

یہ شعر نعت کا پہلا شعر ہے لہٰذا مطلع کی رعایت کرتے ہوئے اس شعر میں زماں، مکاں، چناں اور جہاں چار ہم قافیہ ٹکڑوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

(۲) فرشتے خِدم، رسول حِشم، تمام اُمم، غلامِ کرم
وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

صنعت مسمّط کے لحاظ سے اس شعر میں حشم، کرم اور قدم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے آنے ضروری تھے اور ان تین ٹکڑوں کے لیے تین قافیہ لازمی تھے لیکن حضرت رضؔا نے اس شعر میں تین قافیوں کے بجائے خدم، حشم، تمام، اُمم، غلام، کرم، عدم اور قدم کل آٹھ قافیے ایسے حسین انداز میں نظم فرمائے ہیں کہ کسی بھی شاعر کے کلام میں ایسا بامعنیٰ اور باوقار شعر نہیں پایا جاتا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت رضؔا کو قافیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ قافیے مچل مچل کر از خود کلکِ رضؔا پر نثار ہونے چلے آتے تھے۔

(۳) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس شعر میں بجائے تین۳ کے چھ۶ قافیے استعمال کئے گئے ہیں

(۴) کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعت مسمّط کے ہم قافیہ تین ٹکڑوں میں تین قافیوں کی ضرورت تھی لیکن حضرت رضؔا بریلوی نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین کے بجائے نجی، صفی، رضی، نبی، وصی، غنی اور علی کل سات ۷ قافیوں کا التزام فرما کر فن وادب کے ماہرین کو ششدر کردیا۔

(۵) جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دُلہن

سزائے محن یہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمہارے لئے

اس شعر میں مستقل ہم وزن قافیہ کے علاوہ تین زائد قافیوں کی ضرورت تھی لیکن حضرت رضاؔ نے تین کے بجائے چمن، چمن، سمن، سمن، پھبن، پھبن، دلہن، محن، منن، اور امن کل دس۱۰ الفاظ ہم قافیہ استعمال فرما کر اپنی قادرالکلامی کا پرچم نصب فرمادیا ہے۔ مقطع پیش خدمت ہے:

(۶) صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضاؔ کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعتِ مسمّط کے لوازمات کے تحت مستقل قافیہ کے علاوہ تین مزید قافیے درکار تھے لیکن حضرت رضاؔ نے تین کے بجائے چلے، پھلے، کھلے، بھلے، کے، تلے، اور کھلے کل سات۷ قافیے نظم فرما کر ملکِ سخن میں اپنی شاہانہ شان قائم فرمادی ہے۔

مختصر یہ کہ ۲۵/اشعار پر مشتمل اس نعت شریف میں غزل کے لوازمات کے تحت مستقل طور پر آنے والے قافیوں کے علاوہ صنعت مسمّط کے لوازمات کے تحت کل پچہتر (۷۵) زائد قافیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن حضرت رضاؔ نے پوری نعت شریف میں بجائے پچہتر (۷۵) کے ایک سو باون (۱۵۲) قافیوں کا استعمال فرما کر دنیائے ادب کے ناموروں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

J حضرت رضاؔ کے کلام میں حیرت ہی حیرت:-

یہاں تک کی گفتگو میں صنعت مسمّط میں حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو نعتوں کا ذکر ہوا۔ ان میں سے ایک نعت ۱۷/اشعار پر اور دوسری نعت ۲۵/اشعار پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں صنعتِ مسمّط میں ایک نعت ستائس (۲۷) اشعار کی پائی جاتی ہے۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اُس کے گُل کی بہار ہے، کہ بہار بلبل زار ہے

مطلع کے اس شعر میں دو چار، نثار، بہار (بسنت)، بہار (خوشی) اور زار کل پانچ قافیوں کا استعمال ہوا ہے اور شعر کا ہر مصرعہ دو ٹکڑوں کا ہے۔ یعنی شعر چار ٹکڑوں سے مُرکب ہے۔

(۲) یہ سمن، یہ سوسن و یاسمن، یہ بنفشہ سنبل ونسترن
گل و سر و لالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں صنعتِ مسمّط کے تحت تین ہم قافیہ زائدالفاظ درکار تھے لیکن حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے تین زائد قافیوں کے سُمن، سوسن، یاسمن، نسترن اور چمن پانچ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔

(۳) یہ صبا سنک، وہ کلی چٹک، یہ زباں چہک، لبِ جو چھلک
یہ مہک جھلک یہ چمک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے

اس شعر میں لازمی تین۳ زائد قوافی کے بجائے سنک، چٹک، چہک، مہک، جھلک، چمک، اور دمک آٹھ۸ زائد قوافی مستعمل کئے گئے ہیں۔

(۴) وہ رضاؔ کے نیزہ کی مار ہے، کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار، وار سے پار ہے

اس شعر میں مار، غار، وار (حوصلہ) وار (زخم) وار (بھرنا) اور پار کل چھ۶ قافیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ ستائس اشعار پر مشتمل اس نعت کا ہر شعر فن وادب کا ایسا نمونہ ہے کہ جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اشعار میں الفاظ کا ربط، جملوں کی روانگی، مضمون کی عُمدگی، بیان کے انداز کی نُدرت، اور کلمات کی جدّت وغیرہ اوصاف ومحاسن کے اظہار کے لئے کما حقہ موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ آیئے! مذکورہ تین نعت کے علاوہ حضرت رضاؔ کی ایک بے مثال نعت دیکھیں:-

ل فضلِ الٰہی کے بغیر ممکن ہی نہیں:-

مذکور تین نعتیں بزبان اردو ہیں۔ حالانکہ اردو زبان میں بھی صنعت مسمّط میں تخلیق نظم میں اچھے اچھے شاعروں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال ہے کہ آپ اپنی مشہور نعت جو صنعت تلمیع (ملمّع مکشوف) میں ہے وہ چار زبان والی مشہور نعت میں بھی صنعت مسمّط کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے عربی، فارسی، ہندی (بھوجپوری) اور اردو چار زبانوں سے مرکب ایک نعت نظم فرمائی ہے۔ اس نعت کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

(۱) **لم یات نظیرک فی نظر**، مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس نعت کے کل دس (۱۰) اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے تمام اشعار میں صنعتِ مسمّط پائی جاتی ہے۔ مثلاً:-

(۲) **البحر علا والموج طغیٰ**، من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیّا پار لگا جانا

اس شعر میں ا طغیٰ ا ہوشربا اور ا ہوا تین ٹکڑوں کے آخر میں مزید قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) **انا فی عطشٍ سخاک اتم**، اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

اس شعر میں پہلے ٹکڑے کے آخر میں ''اتم'' دوسرے ٹکڑے کے آخر ''کرم'' اور تیسرے ٹکڑے کے آخر میں ''رم جھم'' صنعت مسمّط کے تحت تین مزید قافیوں کی حیثیت سے ہیں۔

(۴) **یا قافلتی زیدی اجلک**، رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ا اجلک ا لبک اور ا درک صنعت مسمّط کے تحت مزید قافیہ کی حیثیت سے وارد ہوئے ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر اللہ اور اللہ کے محبوب (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاص فضل و کرم تھا کہ آپ نے وہ علمی جوہر دکھائے ہیں جو عام طور پر کسب و تعلم سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ علم لدنی کے ذریعہ وھبی ہوتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام صرف اردو زبان میں صنعت مسمّط میں خزاں رسیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حضرت رضاؔ کا کلام چاہے جس زبان میں ہو، بہار نو کے شاداب پھولوں کی طرح مہک رہا ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں چار زبانوں سے مشترک نظم میں صنعت مسمّط میں حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی بھی شاعر کی ایک غزل تو کیا بلکہ ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مستقبل بعید تک پایا جائے گا۔ ہم ان اہل ادب سے مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ جو عشقِ مجازی میں زیبا۔ نازیبا روا۔ ناروا، بلکہ شریعت کی سرحد کو پھلانگ کر آزادانہ تخیّل کے اشعار کہہ گئے ہیں اور ان شعراء کو صفِ اوّل کے اردو شعراء میں شمار کرانے میں جن کے پاؤں زمین پر نہیں رہتے، اُن اہل ادب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک شاعر تو دکھلاؤ جو ہر صنعت میں کمال مہارت کا دَھنی ہو۔ مذہبی علوم اور عشقِ رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ اردو ادب اور فنِ شاعری کے اعتبار سے بھی حضرت رضاؔ کا کوئی مدِّ مقابل نظر نہیں آتا۔

ل صنعت مسمّط میں حضرت رضاؔ کی ایک اور نعت:-

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صنعتِ مستزاد میں ایک حمد نظم فرمائی ہے۔ یہ حمد بھی ملک و بیرون ملک کے گوشے گوشے میں گونج رہی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو، تیرا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

اس حمد میں کل پندرہ اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے بقیہ چودہ اشعار میں صنعتِ مسمّط

ایک دلکش انداز میں پائی جاتی ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

(۲) تمھیں حاکمِ برایا، تمھیں قاسم عطایا
تمھیں دافع بلایا، تمھیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا

اس شعر میں شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب l برایا l عطایا اور l بلایا کے الفاظ صنعت مسمّط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) کبھی وہ تپک کہ آتش، کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجوم کہ نالش، کوئی جانے ابر چھایا بڑی کوششوں سے آیا

اس شعر میں l آتش، بارش اور l نالش شروع کے تین ٹکڑوں میں بالترتیب زائد قافیہ کی حیثیت سے صنعت مسمّط کے تحت وارد ہوئے ہیں۔

(۴) کبھی وہ چہک کہ بلبل، کبھی وہ مہک کہ خود گل
کبھی وہ لہک کہ بالکل، چمنِ جناں کھلایا گل قدس لہلایا

اس شعر میں l بلبل l گل اور l بالکل صنعت مسمّط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چہک، مہک اور لہک کی مزید قافیہ بندی نے شعر میں نُدرت پیدا کردی ہے۔

اس نعت کا ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا اور قابلِ دید ہے۔ اس نعت کے دو اشعار میں تو صنعت مسمّط کے ساتھ صنعت مستزاد، صنعت اقتباس، صنعت تلمیح، صنعت حسن طلب، صنعت مقلوب، وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر میں اتنی کثیر تعداد میں صنعات کو جمع کردینا اور شعر کے اوزان وابحار کو برقرار رکھتے ہوئے شعر کے حُسن کو دوبالا کرنا بازیچۂ اطفال نہیں اور نہ ہی یہ ہر کسی سے ممکن ہے۔ یہ تو حضرت رضؔا کا خاصّہ اور کمال ہے کہ چھوٹی سی ڈبیا میں بڑا خزانہ بند کردیا۔ **ذالك فضل الله۔**

l قصیدۂ معراج میں صنعت مسمّط :-

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''تہنیت شادی اسرا'' کے نام سے

قصیدۂ معراج قلم بند فرمایا ہے۔ اس میں صنعت مسمّط کے تینتیس ۳۳ اشعار پائے جاتے ہیں چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

n بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون، بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولہا کی پائی اُترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے

شعر کے پہلے تین ٹکڑے l دھوون l روغن اور l اُترن کے زائد ہم قافیہ سے مزّین ہیں۔

n نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

شعر کے شروع کے تین ٹکڑے l سر l آخر اور l حاضر کے زائد قافیوں کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔

n اُدھر سے پیہم تقاضے آنا، اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

صفتِ مسمّط کے تحت l آنا l بڑھانا اور l تھا کے زائد قافیے شعر کے ابتدائی تین ٹکڑوں میں ہیں۔

n وہ برجِ بطحا کا ماہ پارہ، بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خُلد کا ستارہ، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں میں ہم قافیہ الفاظ l پارہ l سدھارا اور l ستارہ وارد ہیں۔

l صنعت مسمّط میں حضرت رضؔا کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ سب کا تذکرہ ممکن نہیں لہٰذا ان اشعار کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں:-

n ''پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں'' اس نعت میں ۱۳/اشعار
n ''ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ'' // // ۵/اشعار
n ''بندہ قادر کا بھی قادر بھی عبدالقادر'' // منقبت // ۶/اشعار

n ''رخ دن ہے یا مہرِ سماں'' // نعت // ۶/اشعار

n ''اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ'' // // ۵/اشعار

n ''صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے بارہ نور کا'' // قصیدہ // ۱۱/اشعار

n ''کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود'' // // ۴/اشعار

مختصر یہ کہ حضرت رضاؔ نے تن تنہا صنعت مسمّط میں جتنے اشعار نظم فرمائے ہیں اتنے اشعار اردو ادب کے نامور شاعروں کی ایک جماعت مجموعی طور پر نظم نہیں کر سکی۔ راقم الحروف نے عُجلت اور سرسری نظر سے حضرت رضاؔ کے نعتیہ دیوان کا طائرانہ معائنہ کیا تو ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار صنعتِ مسمّط میں پائے۔ اگر بنظرِ عمیق کوئی ورق گردانی کرے تو یہ تعداد متجاوز ہو سکتی ہے۔ صرف ایک صنعت میں اتنی کثرت سے اشعار واقعی ایک انفرادی حیثیت اور قادر الکلامی کی بیّن دلیل ہے۔

n ''صنعتِ عزل الشفتین''

وہ اشعار کہ جن میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے کہ شعر پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ الگ رہیں یعنی ہر لفظ پر لب سے لب الگ رہیں۔ اس صنعت کو ''واسع الشفتین'' بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی مشکل صنعت ہے۔ کیونکہ حروف تہجّی کے وہ حروف کہ جن کو ادا کرتے وقت لب سے ملتا ہے۔ ایسے حروف والے الفاظ کو مطلقاً ترک کر کے شعر کہنا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ کے عدم استعمال کی صورت میں جُملہ بندی، اظہارِ بیان، شعر کا وزن وغیرہ ضروری لوازمات کی رعایت کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اِس صنعت کے اشعار بہت ہی مشکل سے پائے جاتے ہیں۔ ہم نے اس صنعت میں اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء کے اشعار ڈھونڈھنے کے

شوق میں مسلسل دو شب کی بیداری کی مشقت برداشت کر کے l مرزا غالبؔ l فانیؔ بدایونی l فیض احمد فیضؔ اور l شکیلؔ بدایونی کے دیوان ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک پڑھ ڈالے۔ ایک ایک شعر کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا تو ہم نے حسبِ ذیل نتیجہ پایا یعنی صنعت عزل الشفتین میں مذکورہ شعراء کے دیوان سے حسب ذیل تعداد میں اشعار پائے۔

l **مرزا غالبؔ** کے دیوان میں صرف پانچ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی کسی ایک غزل میں نہیں بلکہ متفرق غزلوں میں ایک ایک شعر کر کے پائے جاتے ہیں۔ ۳۱۲/صفحات پر مشتمل مرزا غالبؔ کے دیوان کی ۲۳۲/غزلیں، ۱۷/قطعات، ۱۸/رُباعیات، و دیگر صنعات مثلاً قصائد، منقبت، و متفرق اشعار کا ہم نے ایک ایک لفظ بغور پڑھا۔ گمان تو یہ تھا کہ غالبؔ صاحب کے دیوان میں اس صنعت کے اشعار کافی تعداد میں ہوں گے لیکن پورے دیوان سے لے دے کر صرف پانچ اشعار ہی دستیاب ہوئے۔ غالبؔ صاحب کے تین اشعار پیشِ خدمت ہیں:-

n جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی ÷ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو (غزل نمبر ۲۶)

n یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ ÷ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی (غزل نمبر ۱۴۶)

n دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے ÷ آخر اِس درد کی دوا کیا ہے (غزل نمبر ۱۶۰)

مذکورہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ پورا شعر پڑھنے کے دوران کسی بھی حرف یا لفظ کے تلفظ میں پڑھنے والے کے ہونٹ نہیں ملیں گے یعنی لب سے لب مَس نہیں ہوگا۔

l **فانیؔ بدایونی** کا دیوان جو ''کلّیاتِ فانی'' کے نام سے ۳۲۰/صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کی ۳۸۱/غزلیں، نظمیں، مخمّس، ۷/قطعات، ۸۸/رُباعیات اور دیوان کے آخر میں مطبوعہ تقریباً ایک سو کے قریب متفرق اشعار کو ہم نے بہت ہی آہستہ آہستہ، رک رک کر، غور و فکر کرتے ہوئے بنظرِ عمیق پڑھا۔ فانیؔ بدایونی کے وسیع التخلیق دیوان سے صرف سترہ ۱۷/اشعار عزل الشفتین کی صنعت میں پائے گئے۔ لیکن وہ بھی متفرق طور پر۔ اس صنعت میں فانیؔ صاحب کی کوئی پُوری غزل نہیں۔ بلکہ متفرق غزلوں سے ایک ایک شعر کر کے کل

۱۷/اشعار پورے دیوان میں پائے جاتے ہیں۔ بڑی محنت ومشقت کر کے فانؔی صاحب کے دیوان کا ایک ایک لفظ مطالعہ کیا لیکن مذکورہ تعداد میں ہی اشعار ملے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

n دیکھا نہیں وہ جلوہ جو دیکھا ہوا سا ہے
اس طرح وہ عیاں ہیں کہ گویا عیاں نہیں (کلیاتِ فانؔی،ص۱۴۱)

n کچھ حیرت کے آثار سے ہیں، کچھ دل ساٹھہرا جاتا ہے
وحشت سے گزرے جاتے ہیں اندازترے دیوانے کے (کلیاتِ فانؔی،ص۲۰۵)

n شیوۂ عاشقی ہے یہ، حاصلِ زندگی ہے یہ
آہ جگر گداز کھینچ، نالۂ دل خراش کو (کلیاتِ فانؔی،ص۹۹)

n دل خوگر اندوہ ہے، کیا وصل سے خوش ہو
ہر چند کہ ناشاد نہیں، شاد نہیں ہے (کلیاتِ فانؔی،ص۲۳۵)

مذکورہ اشعار میں یہ کمال ہے کہ ان اشعار کو پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے نہیں مَس ہوں گے۔

J فیض احمد فیضؔ کے دیوان (۱) نقشِ فریادی (۲) دستِ صبا (۳) دست تہِ سنگ (۴) سر وادی سینا اور (۵) زنداں نامہ کا مجموعہ ''کلّیاتِ فیض''، جو ۲۲۴/صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کثیر التعداد تخلیقات سے صرف چار اشعار صنعتِ واسع الشفتین کے پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دو اشعار پیش خدمت ہیں:-

n قصۂ سازشِ اغیار کہوں یا نہ کہوں
شِکوہ یارِ طرحدار کروں یا نہ کروں (کلیاتِ فیضؔ،ص۸۲)

n تیری صورت جو دل نشیں کی ہے
آشنا شکلِ ہر حسیں کی ہے (کلیاتِ فیضؔ،ص۱۰۶)

J شکیلؔ بدایونی کے دیوان (۱) رعنائیاں (۲) صنم وحرم (۳) شبستان اور (۴) رنگینیاں

کا مجموعہ ''کلیاتِ شکیلؔ''، جو ۳۲۰/صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کو بھی ہم نے سابق الذکر دیوانوں کی طرح پڑھا۔ لیکن شکیلؔ بدایونی صاحب کے دیوان میں صرف تیرہ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

n نظر سے یہ قیدِ تعیّن اٹھائی جاتی ہے
تجلّی رُخِ جاناں دکھائی جاتی ہے (کلیاتِ شکیلؔ،ص۱۰)

n ذرا حضرتِ دل کی جرأت تو دیکھو
یہ نظارۂ حُسنِ جاناں کریں گے (کلیاتِ شکیلؔ،ص۸۵)

n کسی کا وہ چہرے سے آنچل اٹھانا
کسی کا کسی سے نگاہیں چُرانا (کلیاتِ شکیلؔ،ص: ۹۱)

مذکورہ اشعار پڑھتے وقت دونوں لب ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ مذکورہ چار سُخنور شعراء کے علاوہ دیگر شعراء کے کلام کا بھی جائزہ لیں لیکن وقت کی عُجلت، مضمون کی طوالت اور کم ہمتی نے حصولہ افزائی نہ کی لہٰذا ان چار شعراء کے کلام پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ ان کے کلام کے جائزے سے اندازہ آ گیا کہ اردو ادب کے صف اوّل کے شعراء کے کلام میں صنعت واسع الشفتین کی کیا پوزیشن ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جن کے کلام کا جائزہ پیش کیا ہے وہ اردو ادب کے شعراء کی فہرست میں صفِ اوّل کے نامور شعراء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب ہم حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع کریں۔ حضرت رضؔا کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش''، کوئی زیادہ ضخامت پر مشتمل نہیں۔ لیکن حضرت رضؔا کا دیوان باعتبار ضخامت نہیں بلکہ باعتبار وقار وکمالِ فن تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر بھاری ہے۔

J حضرت رضؔا بریلوی کے کلام میں صنعت واسع الشفتین:-

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲/اشعار پر مشتمل ایک نعت شریف نظم

فرمائی ہے۔اس نعت شریف میں یہ خوبی ہے کہ پوری نعت پڑھ جائیے۔کسی شعر کے کسی لفظ پر ہونٹ سے ہونٹ مَس نہ ہوگا۔وہ نعت شریف ذیل میں درج ہے:

(۱) سیدِ کونین سلطانِ جہاں ÷ ظلّ یزداں، شاہِ دیں، عرش آستاں

(۲) کل سے اعلیٰ،کل سے اولیٰ،کل کی جان÷کل کے آقا،کل کے ہادی،کل کی شان

(۳) دلکشا، دلکش، دل آرا، دلستان ÷ کانِ جان وجانِ جان و شانِ شاں

(۴) ہر حکایت، ہر کنایت، ہر ادا ÷ ہر اشارت دل نشین و دل نشاں

(۵) دل دے، دل کو جان، جاں کو نور دے÷اے جہانِ جان والے جانِ جہاں

(۶) آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور ÷ روح دے اور روح کی راحِ جناں

(۷) اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے ÷ اور یہ حضرت، یہ در، یہ آستاں

(۸) تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، گر تو نہ ہو ÷ کچھ نہ ہو، تو ہی تو ہے جانِ جہاں

(۹) تو ثنا کو ہے، ثنا تیرے لئے ÷ ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں

(۱۰) تو ہو داتا اور اوروں سے رجا ÷ تو ہو آقا اور یادِ دیگراں

(۱۱) التجا اِس شرک وشر سے دور رکھ ÷ ہو رضؔا تیرا ہی، غیر از این و آں

(۱۲) جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں÷دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن وظاں

صنعت واسع الشفتین میں اردوادب کے نامورشعراء کے اشعارتو ضرور ملتے ہیں لیکن اس صنعت میں پوری غزل کسی کے بھی کلام میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت رضؔا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار:۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت واسع الشفتین کے کل کتنے اشعار ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے ہم نے ''حدائق بخشش'' میں مرقوم اردو کلام کا ایک ایک لفظ تلاوت کیا۔تو مذکورہ نعت شریف کے ۱۲/اشعار کے علاوہ دیگر ۱۵/اشعار اس صنعت میں پائے گئے۔یعنی حضرت رضؔا بریلوی کے صرف اردو کلام میں اس صنعت کے

کل ستائس (۲۷) اشعار ہیں۔وہ متفرق پندرہ (۱۵) اشعار پیشِ خدمت ہیں:۔

(۱) دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

(۲) وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حضیض
اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

(۳) آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

(۴) کوئی اِن تیز رووں سے کہہ دو
کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(۵) دور جانا ہے رہا دن تھوڑا
راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے

(۶) اِک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اُسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

(۷) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(۸) ذکرِ خُدا جو اُن سے جُدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

(۹) یہ شہِ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں
تصویر کھینچے ان کو گوارا ہی نہیں

(۱۰) تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا، ہے نہ سایہ نور کا

(۱۱) جو سر دے کر ترا سودا خریدے
خدا دے عقل وہ عاقل ہے یا غوث

(۱۲) غذائے دِق یہی خوں استخواں گوشت
یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث

(۱۳) قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی
جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں حدائق، حصّہ ۳، ص ۵۲

(۱۴) جس کو کوئی نہ کھلوا سکتا
وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں حدائق، حصّہ ۳، ص ۵۳

(۱۵) کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا
حاشیہ ہے شرح صدر شاہ کا حدائق، حصّہ ۳، ص ۸۲

مذکورہ پندرہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ اِن اشعار کو پڑھتے وقت کسی بھی لفظ پر پڑھنے والے کے ہونٹ ایک دوسرے سے جُدا رہیں گے۔ ناظرینِ کرام فن وادب کے اعتبار سے حضرت رضؔا اور دیگر شعرائے اردو ادب کا تقابلی اور توازنی جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ فن وادب میں کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہے۔

n ''صنعتِ ایہام''

اصطلاح شعر میں وہ صنعت جس میں شاعر اپنے کلام میں ایک ایسا لفظ لائے جس کے دو معنیٰ ہوں۔ ایک معنی قریب کے اور دوسرے معنی بعید کے ہوں۔ سننے والے کا خیال قریب کے معنیٰ کی طرف جائے لیکن شاعر بعید کے معنیٰ مراد لے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۵۲)=Suspiction, Doubt=

اس صنعت میں حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں صنعت ایہام کا استعمال کرتے ہوئے حضرت رضؔا

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو معنی الفاظ (Double Meaning Words) کا ایسے حسین انداز میں استعمال فرمایا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ چند اشعار بطورِ مثال پیشِ خدمت ہیں:-

J **حضرت رضؔا بریلوی فرماتے ہیں-**

(۱) حُور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

یہ شعر اتنا وسیع المعنی ہے کہ اس کی بالتفصیل وضاحت یہاں ممکن نہیں۔ اس شعر کے مصرعہ ثانی میں ''پردۂ حجاز'' کا جو کلمہ ہے اس سے عموماً ''حجاز کا پردہ'' سننے والا مراد لیتا ہے لیکن یہاں پر ''پردۂ حجاز'' سے مراد حجاز یعنی عرب کا پردہ نہیں بلکہ ''پردۂ حجاز'' موسیقی کی ایک دُھن ہے۔ اسی طرح مصرعہ ثانی میں ''دیس'' کا لفظ ہے۔ عموماً دیس کے معنی ملک، وطن یا علاقہ لیا جاتا ہے لیکن یہاں ''دیس'' وطن یا ملک کے معنی میں نہیں بلکہ دیس یعنی ''ایک راگ کا نام، جو نصف شب کے وقت گایا جاتا ہے''۔ (فیروز اللغات، ص ۶۷۱) پردہ = حجاب، راگ، آلاپ (فیروز اللغات، ص ۲۸۸)۔ لہٰذا اس شعر میں پردۂ حجاز موسیقی کی ایک دُھن یعنی آلاپ یعنی سُر کے معنی میں ہے۔ اسی طرح دیس بھی۔ اس شعر میں حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علم اور علومِ عامہ میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کو علوم عامّہ (General Knowledege) میں اتنی وسیع معلومات حاصل تھی کہ موسیقی کے راگ میں ''دیس'' راگ کے مقابلہ میں ''پردۂ حجاز'' راگ اونچا اور اعلیٰ راگ ہے وہ آپ کو معلوم تھا اسی لئے تو شعر میں فرمایا ہے کہ پردۂ حجاز کا راگ چھیڑنے کے بعد اس راگ سے ہلکا راگ ''دیس'' کیوں گاتے ہو۔

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں لفظ ''عشق'' اور لفظ ''سونا'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر

سننے یا پڑھنے والے کا خیال ''عشق'' کے معنی میں اُلفت، محبت، پیار وغیرہ کی طرف اور ''سونا'' کے معنی میں نیند کرنا (Sleep) کے معنی کی طرف جائے گا۔ بظاہر شعر کے معنی بھی اِن معنوں پر صحیح ہیں کہ عشق میں خاک ہو کر اب قبر میں آرام سے سونا یعنی نیند کرنا میسر ہوا لیکن حضرت رضؔا نے لفظ ''عشق'' سے مراد محبت والفت نہیں بلکہ ''عشق پیچاں'' لیا ہے۔ علم کیمیا (Chemistry) میں سیماب یعنی پارہ (Merewry) کو سونا یعنی طِلا (Gold) میں تبدیل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پارے کو ''عشق پیچاں'' نام کی بیل کے پتوں پر رکھ کر جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔ نتیجۃً پارہ سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عشق پیچاں کے معنی میں وارد ہے کہ ''ایک بیل جس کا پھول سرخ اور پتیاں باریک ہوتی ہیں۔ فیروز اللغات، ص ۸۹۷) اس شعر میں جو لفظ ''سونا'' ہے اس سے مراد زِطلاء یعنی گولڈ ہے۔

(۳) نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ذوالنورین حضرت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ شعر پڑھنے والے کا خیال اس طرف جائے گا کہ نور یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے حضرت ذوالنورین کو دوشالہ کا جوڑا یعنی ایک سی دو اونی چادریں ملیں۔ دوشالہ یعنی پشمینہ کی دوہری چادر۔ (فیروز اللغات، ص ۶۵۶) اور پشمینہ یعنی اُونی (Wool) کپڑا۔ (فیروز اللغات، ص ۶۹۸)۔ جوڑا یعنی ایک سی دو چیزیں (Pair) اس شعر سے حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مراد نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے پشمینہ کی دوہری چادر دو عدد ملیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اُن کے عقد میں حضور اقدس کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہاں جوڑا سے مراد زوجہ یعنی بیوی ہے۔

اس صنعت میں حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ بلا کسی وضاحت وتشریح صرف اشعار پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ اس صنعت میں

حضرت رضؔا کے اشعار سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ خصوصاً حصّہ سوم میں علم ہیئات ونجوم کی اصطلاح میں جو نعتیہ قصیدہ ہے وہ قصیدہ اس صنعت کے اشعار سے چھلک رہا ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر چند اشعار ''حدائق بخشش'' حصہ اوّل و دوم سے پیش کر رہے ہیں لیکن بلا کسی تبصرے اور تفصیل کے صرف رواں رواں پیش کر رہے ہیں:-

(۴) صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری
ساخیں جُھک جُھک کے بجا لاتی ہیں مُجرا تیرا

(۵) ہوئی کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کمخوابی
تصوّر خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

(۶) چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آ گئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

(۷) اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم
یا خُدا جلد کہیں نکلے بُخار دامن

(۸) کیوں نالہ سوز لے کروں کیوں خونِ دل پیوں
سیخ کباب ہوں نہ میں جام شراب ہوں

(۹) بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین

(۱۰) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ مَیل
کیا کام جہنم کے دَھرے کو کَھرے دل سے

(۱۱) ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

(۱۲) عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کِدھر ہائے ترا مکان ہے

(۱۳) نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

(۱۴) سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

(۱۵) کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی عقل چکّر میں گماں آیا

مضمون کی طوالت کو مدّنظر رکھتے ہوئے اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار کا جائزہ ترک کر کے صرف حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار ہی پیش کئے ہیں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ صنعت ایہام کے اشعار جس کثرت سے حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں وہ کثرتِ تعداد دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضاؔ کے کلام میں جس نفاست اور معنویت کے ساتھ ذو معنی الفاظ کا استعمال اور اخذ مراد پائی جاتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

n ''خطِ توام''

لفظ توام کے لغوی معنی ہیں جُڑواں۔ ایک ساتھ کے پیدا شدہ بچے (فیروز اللغات، ص ۳۸۷)۔ اور عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بچّے شکل، صورت اور سیرت میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لغوی لفظ ''توام'' کے ساتھ لفظ ''خط'' کی اضافت کر کے ''خطِ توام'' ایجاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ خطِ توام دو ورقوں میں ہوتا ہے اور دونوں اوراق میں صرف حروفِ تہجی منفرد طور پر لکھے ہوتے ہیں اور دونوں اوراق بنظر ظاہر بالکل مشابہ ہوتے ہیں۔

خطِ توام اس خط کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے عاشق و معشوق کے درمیان کے نازک ترین معاملات اور عشق و محبت کے راز اور پیغام ایک دوسرے تک پہنچائے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ملکی، فوجی، سیاسی اور حکومت سے تعلق رکھنے والے اور دیگر نوعیت کے اہم اور خفیہ راز اور احکام و فرامین بھی اس خط کے ذریعے پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ اس خط کے طرزِ تحریر اور اس کے ارسال کے ضوابط کی وجہ سے افشاء راز کا اندیشہ نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ خط و کتابت کا یہ طریقہ نہایت سلامت و محفوظ ہونے کی وجہ سے ازراہِ احتیاط معاملات کی سنجیدگی اور اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطِ توام کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

خطِ توام لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خط کا مضمون طے کیا جاتا ہے۔ پھر ایک کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے اس مضمون کو ان دو ٹکڑوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ صفحہ نمبر ا پر مضمون کے جملے کے لفظ کا ایک حرف اور صفحہ نمبر ۲ پر دوسرا حرف لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی ترکیب سے پورا مضمونِ خط ان دونوں ٹکڑوں میں لکھ کر پورا کیا جاتا ہے۔ پھر مکتوب الیہ کو ان میں کا ایک ٹکڑا پہلے بھیجا جاتا ہے۔ جب مکتوب الیہ کی طرف سے مکتوب منہ (خط لکھنے والے) کو اطلاع ملتی ہے کہ پہلا حصّہ خیریت سے پہنچ گیا ہے، تب وہ دوسرا حصّہ ارسال کرتا ہے۔ مکتوب الیہ دونوں ٹکڑے مل جانے پر دونوں کو ملا کر مضمون حل کر لیتا ہے۔ اس خط لکھنے کے کئی طریقے ہیں۔ قارئین کی آسانی کیلئے ہم ذیل میں ایک سہل طریقہ پیش کرتے ہیں:۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶
صفحۂ اوّل:	م ب ب	خ ن	ا ت ا	م ن	ک م ا	ھ ا

	۱	۲	۳	۴	۵	۶
صفحۂ دوم:	ح و	ا	م ح ن	ی	ا ی ب	و

مذکورہ دو صفحات میں سے اگر کسی کے ہاتھ میں ایک صفحہ آ گیا یا نامہ بر نے راہ میں خط کو لفافے سے نکال کر پڑھنے کی کوشش کی تو اس کے پلّے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ لیکن مکتوب الیہ جو اس خط کے طور طریقے سے واقف ہے، وہ دونوں ٹکڑوں کی وصولی پر آسانی سے خط حل کر لے گا۔

مندرجہ بالا جو دو ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں اس کو حل کرنے کی ترکیب یہ ہے، صفحۂ اول اور صفحہ دوم میں خط کا مضمون دو حصّوں میں لکھا ہوا ہے۔ دونوں مضمون پر نمبر ۶ سے نمبر ۲ تک

کے کل چھ[۶] الفاظ ہیں۔ اس کو حل کرنے کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ہر لفظ کا پہلا حرف صفحہ اوّل سے لیا جائے اور دوسرا حرف صفحۂ دوم سے لیا جائے۔ صفحہ اول کے لفظ نمبر ا کے کالم میں ''م۔ ب۔ ب'' حروف ہیں۔

صفحہ دوم کے لفظ نمبر ا کے کالم میں 'ح۔ و' حروف ہیں۔

اب صفحہ اوّل سے پہلے حرف ''م'' لو اس کے بعد صفحہ دوم سے ''ح'' لو۔ پھر صفحۂ اوّل سے ''ب'' لو۔ پھر صفحۂ دوم سے ''و'' لو۔ پھر صفحۂ اول سے ''ب'' لو۔ نتیجہ یہ آیا ''م۔ح۔ب۔و۔ب) یعنی ''محبوب''۔ اس طریقے سے صفحہ اول اور دوم دونوں کے الفاظ کے کالم نمبر ا سے ''محبوب'' کا لفظ حاصل ہوا۔ اسی طریقے پر پھر صفحہ نمبر ا کے الفاظ نمبر ۲ سے حرف لینے کی ابتداء کر کے تمام الفاظ حل کریں گے تو حسب ذیل نتیجہ آئے گا:-

۱	۲	۳	۴	۵	۶
م ح ب و ب =	خ ا ن =	ا م ت ح ا ن =	م ی ن =	ک ا م ی ا ب =	ھ و ا =
محبوب =	خان =	امتحان =	میں =	کامیاب =	ہوا =

مذکورہ ترکیب سے صفحہ نمبر ا اور نمبر ۲ کو حل کرنے سے ''محبوب خان امتحان میں کامیاب ہوا'' کا جُملہ حاصل ہوا۔ یعنی دو ٹکڑے جمع ہوئے اور اُن دونوں ٹکڑوں کو عارف یعنی جاننے والے کی نظر نے دیکھا تو اُس نے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر ایک مضمون حاصل کر لیا۔ اسی طرز خطِ توام میں حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز مثال پیش کی ہے جو ذیل میں ملاحظہ ہو:

J حضرت رضؔا فرماتے ہیں:-

ایک سینہ تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک
حُسن سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطّ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

یعنی شہزادۂ رسول، سیدنا سرکار امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان، حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینہ تک مشابہ تھے اور شہید کربلا، دافع کرب وبلا، شہزادۂ گل گوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے لے کر پاؤں تک اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک جگہ ساتھ میں جمع کر دیا جائے تو ان دونوں شہزادوں کو ایک ساتھ دیکھنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا جسم اقدس اپنے پورے وجود نورانی کے ساتھ صاف اور نُمایاں طور پر نظر آئے گا۔ یعنی جس طرح خط توام کے دو ٹکڑوں کو ملا دینے سے خط کا مضمون سامنے آ جاتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے دو نورانی ٹکڑوں کو ملا دینے سے حضور کا سراپا نظر آ جائے گا۔ اسی مضمون کو حضرت رضؔا بریلوی نے ایک نرالے ایمانی انداز میں اپنی رباعی میں اس طرح بیان کیا ہے:-

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین
اُس نور کی جلوہ گہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصّے کئے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

خطِ توام کے ذکر کے ساتھ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو اشعار نظم فرمائے ہیں اس کی مثال میں اردو ادب میں کسی بھی شاعر کا ایسا شعر نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت رضؔا نے دو شہزادوں کے ملانے پر نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا نظر آنے کا جو تخیّل بیان کیا ہے ایسا تخیّل عربی، فارسی، اردو، ہندی یا دیگر کسی بھی زبان کے شاعر کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

”حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت“

دنیا کی ہر زبان میں عوام کی بول چال اور عوامی اصطلاحات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کسی خاص مفہوم بیان کرنے کیلئے لغوی اور اصطلاحی معنی کی مناسبت سے کچھ جُملے اور مقولے متعیّن کئے گئے ہیں اور کچھ خود بخود متعیّن ہوگئے ہیں۔عوام اور خواص اپنی روزمرّہ کی گفتگو میں اُن کلمات کو استعمال کرتے ہیں۔ان جملوں یا کلمات کو محاورہ، کہاوت اور مثل کہا جاتا ہے۔

J **محاورہ=** بول چال، بات چیت، وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لئے مخصوص کرلیا ہو۔
(فیروز اللغات،ص۱۲۱۰)=IDIOM=

J **کہاوت=** قول، بچن، مثل، ضرب المثل۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۴۹)
=PROVERC=

J **مثل=** کہاوت، مثال (فیروز اللغات ،ص۱۲۰۳) =METAPHOR=
Rroverb=

مذکورہ تفصیل سے محاورہ اور کہاوت دو قسم کے مقولے اور کلمے خواص وعوام میں رائج ہیں۔مثل اور کہاوت ایک ہی معنی میں ہیں۔شاعر اپنی شاعری میں محاورات اور کہاوت کا استعمال کرتا ہے لیکن محدود تعداد میں۔کیونکہ محاورات وکہاوت کے رائج الفاظ کو شعر میں نظم کرنا اور ان الفاظ کو شعر میں استعمال کرنے کے بعد شعر کا وزن برقرار رکھنا اور مضمون کا تسلسل قائم رکھنا نہایت دشوار مرحلہ ہے۔لیکن پھر بھی موقعہ اور محل کی مناسبت اور موافقت کی حصولی پر شاعر اپنے کلام میں محاورہ یا کہاوت کا استعمال کرنے میں تامل نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان سعی کرتا ہے کہ اس کا کلام ضرب المثل کلمات سے آراستہ ہو کیونکہ اُن محاورات

اور کہاوت کا اشعار میں استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کو زبان (Language) پر کامل عبور حاصل ہے۔علاوہ ازیں شاعر اپنے کلام کے ذریعہ بہت سے امور کی ترجمانی کرتا ہے۔شاعر کا کلام معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے لہٰذا معاشرے کی رائج بولی، محاورے، مقولے، ملفوظات، کہاوت، ضرب المثل کلمے وغیرہ سے واقفیت رکھنا شاعر کے لئے ضروری ہے۔لہٰذا اسی لئے اسلامی قوانین میں ”رسم الافتاء“ کی شاخ میں یہ بات لوازمات سے ہے کہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمانے کی رائج زبان کی لُغت اور محاورات سے کامل طور پر واقفیت رکھتا ہوتا کہ کسی کے قول پر کوئی شرعی حکم نافذ کرنے سے پہلے وہ متکلم کے قول کو لغت اور کہاوت کی میزان میں تول پرکھ کر متکلم کے قول کی تاویل، اس کی مراد، منشاء وغیرہ کی تہ تک پہنچ سکے اور اس کے بعد ہی وہ کوئی فتویٰ صادر کرے۔

عوام کی اصطلاح اور عوام میں ضرب المثل کلمات سے مطلع ہونا اور ان کلمات کا اپنے اشعار میں استعمال کرنا شاعر کی علمی وسعت اور لُغت کی مہارت کی دلیل ہے۔اردو ادب کے چند نامور شاعروں کے کلام سے بطور نمونہ ایک ایک شعر پیشِ خدمت کرتے ہیں:-

J **مرزا غالبؔ کا شعر ہے:-** غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے کیوں

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) زار زار رونا= آٹھ آٹھ آنسو رونا۔ بہت رونا۔ (فیروز اللغات،ص ۷۳۷)۔(۲) ہائے ہائے کرنا= واویلا کرنا، غُل مچانا، کراہنا۔(فیروز اللغات،ص۱۴۳۰)۔

J **جگرؔ مرادآبادی کا شعر ہے:-** لیکے خط اُن کا کیا ضبط بہت کچھ لیکن
تھرتھرائے ہوئے ہاتھوں نے بھرم کھول دیا

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) ہاتھ تھرانا = ہاتھ کانپنا (فیروز اللغات،ص۱۴۲۲)
(۲) بھرم کُھلنا = بھید ظاہر ہونا۔(فیروز اللغات،ص۲۳۴)

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** بھیکا سا ہو چلا ہے کچھ افسانۂ حیات
آؤ کہ اِس میں رنگ بھریں ابتدا سے ہم

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (ا) رنگ بھرنا = داستان کو دلچسپ بنانا (فیروز اللغات، ص۷۲۱)۔

J **فراقؔ گورکھپوری کا شعر ہے:-** بدلتا ہے جس طرح پہلو زمانہ
یونہی بھول جانا، یونہی یاد آنا

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (ا) پہلو بدلنا = دوسرا طرز اختیار کرنا۔ (فیروز اللغات، ص۳۱۱)۔

J **اکبرؔ الٰہ آبادی کا شعر ہے:-** بوٹ ڈاسن نے بنایا، میں نے اک مضمون لکھا
ملک میں مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ جو شاعر نے اپنے مضمونِ شعر کا ماحصل بنایا ہے (ا) جوتا چلنا = ایک دوسرے کو جوتے سے مارنا (فیروز اللغات، ص۴۸۱)۔

J **جوشؔ ملیح آبادی کا شعر ہے:-** اس زمانے میں کہ ہر ذرّہ ہو جب جاذبِ دل
نرگس ناز کے دھوکے میں نہ آنا کیسا؟

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (ا) دھوکے میں آنا = دھوکا کھانا (فیروز اللغات، ص ۶۶۸)۔

J **فیض احمد فیضؔ کا شعر ہے:-** اب جنوں حد سے بڑھ چلا ہے
اب طبیعت بہل چلی ہے

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (ا) طبیعت بہلنا = جی لگنا، وقت خوشی میں گزرنا، دل کا سیر تماشے کی طرف مصروف ہونا۔ (فیروز اللغات، ص۸۷۵)۔

J **اصغرؔ گونڈی کا شعر ہے:-** دیر وحرم بھی منزل جاناں میں آئے تھے
پر شکر ہے بڑھ گئے دامن بچا کے ہم

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (ا) دامن بچانا = الگ رہنا، سلامت روی۔ (فیروز اللغات، ص۶۱۰)۔

J **فانیؔ بدایونی کا شعر ہے:-** ہر تبسم کو چمن میں گریہ ساماں دیکھ کر
جی لرز جاتا ہے اِن غنچوں کو خنداں دیکھ کر

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (ا) جی لرزنا = خوف یا اندیشہ ہونا، ڈرنا۔ (فیروز اللغات، ص۵۰۳)۔

اردو ادب کے ہر شاعر کے کلام میں اسی طرح محاورات پائے جاتے ہیں لیکن محدود تعداد میں۔ ان شعراء کے کلام میں زیادہ تر ''چبے چبائے'' ہی محاورات پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی محاورہ کئی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا لطفِ جدّت نایاب ہے۔ لیکن حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں محاورات اور کہاوت کی اتنی کثرت سے بھرمار ہے کہ عقلیں دنگ ہیں۔ اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء کے دیوان ہم نے طائرانہ نظر سے دیکھ کر ہی اندازہ لگالیا کہ اُن کے کلام میں محاورات کا استعمال کرنے میں بُخل سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کو ہم نے پہلے سرسری نظر سے دیکھا۔ اس طرح کے مطالعہ میں ہم کو بہت سارے محاورات نظر پڑے لہٰذا ارادہ کیا کہ حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں استعمال شدہ محاورات کو چھانٹ کر اس کی ایک فہرست مُرتب کرلی ہے۔ بڑی اُمنگ، بڑے حوصلے اور شوق سے ہم نے اس کام کو حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض کے بھروسے پر شروع کیا۔ مسلسل دو شب تک کام جاری رکھا۔ چند نعتیں محاورات ڈھونڈھنے کے لئے گہری نظر سے معائنہ کیں اور محاورات کی فہرست مرتب کرنی شروع کی تو ایسا لگا کہ اس عنوان پر تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ اتنی کثرت سے محاورات پائے گئے کہ ان تمام کو یہاں صرف اشارۃً یا کنایۃً ذکر کرنا بھی ممکن نہیں۔ چند نعتوں میں ہی کئی صفحات بھر گئے۔ لہٰذا مجبوراً پوری ''حدائق'' سے محاورات الگ چھانٹ کر فہرست مرتب کرنے کا کام ادھورا چھوڑنا پڑا۔

حوصلہ جواب دے چکا۔ اگر کوئی صاحب قلم ہمت اور حوصلے سے یہ کام انجام دے تو ایک ضخیم کتاب اس عنوان پر مرتب ہوسکتی ہے جو رضویات کے خزانے میں اضافہ کرے گی۔

ہماری اس تمہیدی گذارش کی شہادت ذیل میں درج حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کے معائنہ سے حاصل ہوجائے گی کہ جب دو چار نظم میں محاورات کی اتنی بہتات وکثرت ہے تو پوری ''حدائق بخشش'' کا عالم کیا ہوگا؟

ل حضرت رضاؔ کے کلام میں محاورات کی جھلک :-

شعر نمبر	شعر از حدائق بخشش	شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کا مطلب	فیروز اللغات	تعداد محاورہ
(۱)	دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا	ل تارے کھلنا=صاف رات میں تارے نکلنا	صفحہ ۳۳۶	۱
(۲)	تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا	ل قدموں میں=زیر سایہ ل منہ دیکھنا=صورت دیکھنا، چہرہ دیکھنا ل نظر پر چڑھنا=پسند آنا	۹۵۲ ۱۳۰۳ ۱۳۶۴	۳
(۳)	تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا	ل ٹکڑوں پر پڑے ہونا=مفت کی روٹیاں کھانا ل ٹھوکر مارنا=ٹھکرانا ل جھڑکیاں کھانا=عتاب سننا ل صدقہ دینا=خیرات کرنا	۴۱۸ ۴۳۰ ۴۹۵ ۸۶۱	۴
(۴)	دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا	ل دل اڑ چلنا=دل کا بے قابو ہونا ل بھاری ہونا=وزنی اور قیمتی ہونا	۶۳۲ ۲۲۹	۲
(۵)	جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا	ل قیامت ہے=آفت ہے، بلا ہے ل جان جان=وفات پانا، مرجانا ل مرنے کو بیٹھا ہے=موت کے قریب ہے	۹۶۸ ۴۴۴ ۱۲۳۴	۳
(۶)	میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد لہٰذا میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا	ل پہرا دینا=حفاظت کرنا، نگرانی کرنا ل قسم کھانا=حلف اٹھانا، عہد کرنا	۳۱۱ ۹۵۵	۲
(۷)	گردنیں جُھک گئیں، سر بچھ گئے، دل لوٹ گئے کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا	ل گردن جُھکنا=مطیع ہونا ل دل لوٹ ہونا=فریفتہ ہونا، شیدا ہونا ل سر بچھنا=عاجزی وانکساری کرنا	۱۰۹۰ ۶۳۹	۳
(۸)	شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا	ل جڑ کاٹنا=بنیاد کھودنا ل فکر میں ہونا=خیال میں محو ہونا ل نیچا دکھانا=شرمندہ کرنا	۴۵۷ ۹۳۶ ۱۳۹۳	۳
(۹)	بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا	ل آنکھ پھرنا=بیزار ہونا، رُخ پھرنا ل غلام ہونا=تابع ہونا ل طوطا اڑ جانا=بدحواس ہوجانا	۳۵ ۹۱۵ ۸۸۱	۳
(۱۰)	دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رجیم الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طُغرا تیرا	ل دل پر کندہ ہونا=دل میں بیٹھ جانا ل الٹے پاؤں پھرنا=فوراً واپس ہونا	۶۳۴ ۱۱۳	۲
(۱۱)	دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دُھن ہے اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا	ل دُھن ہونا=مشوق ہونا ل نمک چھڑکنا=تکلیف میں اضافہ کرنا	۶۶۶ ۱۳۷۹	۲
(۱۲)	منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا	ل ناؤ منجدھار میں پڑنا=سخت مشکل آن پڑنا ل ہاتھ دینا=مدد دینا ل یار ہونا=مراد پا جانا، بچ جانا	۱۳۴۹ ۱۴۲۳ ۲۶۳	۳
(۱۳)	ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری للہ پر بوجھ اتار آقا	ل پیٹھ ٹوٹنا=ناامید ہونا ل بوجھ اتارنا=چھٹکارا پانا	۳۲۵ ۲۲۲	۲
(۱۴)	ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ بھاری ہے تیرا وقار آقا	ل ہلکا ہونا=کم وزن ہونا ل بھاری ہونا= وزنی ہونا	۱۴۴۵ ۲۲۹	۲
(۱۵)	پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا دے دے ایسی بہار آقا	ل منہ نہ پڑنا=حوصلہ نہ ہونا ل بہار دکھانا=سماں دکھانا	۱۳۰۷ ۲۲۵	۲

(۱۶)	یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا	ل نمک چھڑکنا=تکلیف میں اضافہ کرنا ل مرہم لگانا=زخم پر مرہم چپڑنا ل ہاتھ آنا=میسر ہونا، حاصل ہونا	۱۳۷۹ ۱۲۳۵ ۱۴۱۹	۳
(۱۷)	غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا	ل بھول جانا=یاد سے اتر جانا ل لپٹ جانا=زبردستی کسی سے گتھ جانا ل کام ہونا=مطلب حاصل ہونا	۲۴۰ ۱۴۷ ۹۷۹	۳
(۱۸)	بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا	ل نشان مٹنا=نام ونشان باقی نہ رہنا ل نام ہونا =شہرت ہونا	۱۳۵۹ ۱۳۴۷	۲
(۱۹)	عاقلو! ان کی نظر سیدھی رہے بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا	ل نظر سیدھی ہونا=مہربانی کی نظر ہونا ل کام ہونا=مطلب حاصل ہونا	۱۳٦۴ ۹۷۹	۲
(۲۰)	الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں بچھارکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا	ل ناز کرنا=لاڈ کرنا ل منتظر رہنا=امید میں رہنا ل آنکھیں بچھانا=نہایت تعظیم وتکریم کرنا	۱۳۴۱ ۱۲۹۱ ۷٦۰	۳
(۲۱)	اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا	ل وقت ہونا=موقع ہونا ل آرام ہوجانا=تکلیف کا دور ہونا	۱۴۱۳ ۱٦	۲
(۲۲)	مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکّما تیرا	ل عادت پڑنا=عادی ہونا ل نکّما ہونا=بےکار ہونا	۸۸۷ ۱۳۷۴	۲
(۲۳)	تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا	ل دل میلا کرنا=دل کو اُداس ومتفکر کرنا	٦۳۹	۱
(۲۴)	فخر آقا میں رضاؔ اور بھی اک نظم رفیع چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا	ل چہرا لکھوانا=درج کروانا	۵۴۷	۱

قارئین کرام کے مَیل طبع کی خاطر مذکورہ نقشہ ہم نے صرف اس نیت سے پیش کیا ہے کہ ہر شعر میں کتنے محاورات ہیں اور ہر محاورے کا کیا مطلب ہے اور اس محاورے کے

مطلب سے شعر کا مطلب کیا ہے؟ وہ بآسانی سمجھ میں آجائے گا۔ مثلاً شعر نمبر۲۳ 'تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے ڈھلیں ÷ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا'' اس شعر کے مصرعہ اُولیٰ میں حضرت رضاؔ نے دل کے میل یعنی گناہ، خیالات بد، بُرے ارادے وغیرہ صیقل ہونے کی گذارش اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور مصرعۂ ثانی میں عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! خدا آپ کا دل میلا نہیں کرتا یہاں دل میلا ہونے سے مراد وہ نہیں جو مصرعۂ اولیٰ میں ''دل کے میل'' سے ہے لیکن یہاں پر ''دل کا میلا نہ ہونا'' بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب ہے دل کا اُداس نہ ہونا۔ مصرعۂ ثانی میں حضرت رضاؔ نے محاورے کا استعمال فرما کر شعر کو عظمتِ مصطفیٰ کی شان کے اظہار میں معنی خیز بنادیا ہے کہ یارسول اللہ! آپ کا مہربان خدا آپ کو کبھی اُداس اور مایوس نہیں کرتا۔

ہم نے اشعار میں محاورات کی نشاندہی کرنے والا جو نقشہ مرتب کیا ہے اس کو دیکھ کر ''حدائق بخشش'' سے واقفیت رکھنے والے کوئی صاحب کو یہ سوال ہوگا کہ اس نقشہ میں حدائق بخشش کی ابتدائی نعتوں کے ہی اشعار ہیں۔ دیگر مشہور نعتوں کے اشعار کیوں شامل نہیں کئے گئے۔ جواباً عرض ہے کہ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پورے دیوان ''حدائق بخشش شریف'' کے تمام اشعار میں مستعمل محاورات اور کہاوت کو الگ چھانٹ کر اس کی فہرست مرتب کریں اور اسی نیک ارادے سے ہم نے کام کا آغاز کیا ''رضا اکیڈمی بمبئی'' نے حدائق بخشش کا جولا جواب و بے مثال نسخہ شائع کیا ہے اس کو سامنے رکھا اور اشعار سے محاورات شُمار کرنے شروع کئے۔ صفحہ نمبر۱ سے صفحہ نمبر۲۰ تک کی پانچ نعت اور تین منقبت کا ہی جائزہ لیا اور ان کے اشعار سے محاورات الگ کئے تو ان کی تعداد ایک سو ایک (۱۰۱) پہنچ گئی۔ ہم نے صفحہ نمبر۲۰ پر درج نعت شریف ''لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا'' تک محاورہ شماری کرنے کے بعد محاورہ شماری کا کام اس لئے روک دیا کہ صرف بیس (۲۰) صفحات کا جائزہ لینے کے نتیجے میں محاورات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ سنیچری پوری ہوگئی تو حصّہ اوّل کے صفحات ۱۵۷/ اور حصّہ دوم کے صفحات ۱۳۷/ ملا کر کل

۲۹۴/صفحات سے تقریباً ایک ہزار سے زائد محاورات برآمد ہونے کا امکان ہے۔ اور فی الحال یہ امر راقم الحروف کے لئے دشوار ہے۔ لہٰذا صرف بیس صفحات پر کام روک دیا۔ انشاء اللہ وانشاء حبیبہ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مستقل کتاب کی صورت میں کام انجام دوں گا۔ فی الحال صفحہ نمبر ۲۰ تک کے کلام سے ۲۴/اشعار کا خاکہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ ۲۴/اشعار میں ۵۶/محاورات پائے جاتے ہیں۔ اس حساب سے ایک شعر میں دو محاورے سے بھی زائد کی اوسط (Avrage) پائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا خاکہ میں ہر شعر کے سامنے شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کے معنی ''فیروز اللغات'' سے نقل کر کے صفحہ نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب حوالہ دیکھنا چاہیں تو ان کو آسانی رہے۔

الحاصل یہ کہ حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الکلام کی شایانِ شان اپنے کلام میں محاورات کا ایسے حسین پیرائے میں استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، شیرینی اور تسلسل میں ذرّہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

''کلام رضاؔ میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال''

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک خوبی ہے کہ آپ کے کلام میں عربی، فارسی، اردو، بھوجپوری اور سنسکرت زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت رضاؔ مذہبیات میں امام العلماء والفضلاء کے درجۂ اعلیٰ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ فن ادب اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ، محاورات اور کہاوت کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

ل حدائق بخشش حصہ اوّل:- (شائع کردہ:- رضاؔ اکیڈمی، بمبئی۔ ۱۹۹۷ء)

نمبر	صفحہ نمبر	شعر نمبر	شعر اختصار کے ساتھ	شعر میں مستعمل لفظ اور اس کے معنی	کونسی زبان	حوالہ
۱	۱	۲	تارے کھلتے ہیں سخا کے	سخا= بخشش، خیرات	سنسکرت	فیروز اللغات صفحہ ۸۴۷
۲	۴	۳	جوت پڑتی ہے تیری اور نور	جوت = روشنی، اجالا، نور	ہندی	ص ۴۸۰
۳	۶	۱	کون سے چک پہ پہنچا نہیں	چک = قطعہ، پٹی، کاشت	ہندی	ص ۵۳۰
۴	۱۰	۳	برسا نہیں جھالا تیرا	جھالا = مقاسی بارش	ہندی	ص ۴۹۰
۵	۱۳	۲	بَل بے او منکرِ بے باک یہ زہرا تیرا	بل = زور، طاقت، قوّت	سنسکرت	ص ۲۱۰
۶	۲۱	۴	تورے چندن چندر پرو کنڈل	چندن= صندل، صندل کی لکڑی	سنسکرت	ص ۵۳۷
۷	//	//	// //	چندر= چاند، ماہتاب	سنسکرت	ص ۵۳۷
۸	//	//	// //	کنڈل= دائرہ، چکّر، ہالہ	سنسکرت	ص ۱۰۳۵
۹	۲۲	۲	پت اپنی بپت میں کاسے کہوں	بپت= مصیبت، آفت، دُکھ	ہندی	ص ۱۷۷
۱۰	۱۰۱	۴	دیس کا جنگلا سنانے والے	جنگلا= ایک راگنی کا نام	ہندی	ص ۴۷۵
۱۱	۱۱۷	۲	قاتل ڈائن شوہر کش	دائن= جادوگرنی، بدصورت عورت	ہندی	ص ۶۷۷
۱۲	۱۱۳	۸	اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن	پاکھ= پندرہ روزہ، نصف ماہ	سنسکرت	ص ۲۶۵
۱۳	۱۱۶	۴	ڈر سمجھائے کوئی پون ہے	پون = ہوا، باد، سانس	سنسکرت	ص ۳۱۰
۱۴	۱۴۳	۳	جو پی کے پاس ہے وہ سُہاگن کنور کی ہے	پی = پریتم، معشوق، پیارا	ہندی	ص ۳۲۲
۱۵	//	//	// // //	سہاگن= وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو	ہندی	ص ۸۲۴
۱۶	//	//	// // //	کنور= شہزادہ	ہندی	ص ۱۰۳۷
۱۷	۱۳۸	۸	برسوں کہ یہ سبھ گھڑی پھری	سبھ= مبارک مسعود	سنسکرت	ص ۴۷۷۵
۱۸	۱۴۹	۲	جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن	اُترن= پہنے ہوئے پرانے کپڑے	ہندی	ص ۶۳
۱۹	//	۳	کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی	رُت= موسم، سماں، فصل	ہندی	ص ۷۰۴

۲۰	رر	۸	گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل	جل تھل=پانی سے بھری ہوئی زمین	سنسکرت	ص ۴۶۶
۲۱	۱۵۳	۱	کسے ملے گھاٹ کا کنارہ	گھاٹ=دریا سے اُترنے کا مقام	ہندی	ص ۱۱۱۹

ناظرینِ کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصّہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیئے ہیں۔ حصّہ اول، دوم اور سوم میں سنسکرت اور ہندی کے اتنے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

ل حضرت رضاؔ کے اشعار میں سنسکرت اور ہندی الفاظ:-

ل بَن ل کٹّر ل بھیانک ل دھار ل پیتم ل باڑا ل مت ل چرن ل ٹکسال ل سنسان ل پاٹ ل بپتا ل چھالا ل موا ل دھوون ل ماتھا ل بھنور ل جنم ل داتا ل باٹ ل پتنگ ل کوپل ل ٹھگ ل کوڑی ل پت ل مد ل مدھ ل جڑاؤ ل گھپّا ل پھانس ل کنول ل دھیان ل پتلا ل گٹھری ل سہاگ ل بھبوکا ل لاج ل گتھی ل ماتا ل پل ل جگنو ل بدرا ل چھینٹ ل گانٹھ ل مہاراجہ ل مکھ ل جگ راج ل بین ل سیس ل چھوٹ ل دمک ل گودی ل سَکھیَن ل گھٹا ل دیو ل سپنا ل رس ل بوٹی ل ان داتا ل چنریا ل دھان ل نین ل مالا ل ادھار ل کرپا ل نیر ل بھرن ل کتھا ل برھا ل آنچل ل برکھا ل درشن ل نیّا ل جیوں ل لہنا ل کلس ل چھاگل ل ناگنی۔ وغیرہ

مذکورہ الفاظ کے علاوہ بہت سارے سنسکرت اور ہندی زبان کے الفاظ، محاورے اور کہاوت کو حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں ایسے حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبانِ دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

n ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج تجارت، شاھی دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملاتِ زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلامِ رضا میں تذکرہ

ہر انسان کو سماج اور معاشرہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ آدمی اکیلے پن سے گھبراتا ہے اور ڈر محسوس کرتا ہے۔ اپنی حفاظت، ترقی، فلاح، بہبود، خوشی، غم اور دیگر معاملاتِ زندگی آسانی سے طے کرنے کے لئے آدمی جماعتی زندگی بسر کرتا ہے اور جماعت، سماج، یا معاشرہ سے منسلک رہتا ہے۔ معاشرہ میں بہت سے رسم و رواج رائج ہوتے ہیں۔ ہر شخص حتّی الامکان اُن رسومات کی ادائیگی کر کے معاشرہ کے ساتھ اتفاق، انضمام اور انطباق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی، بیاہ، تولّد، موت، طلاق، لین دین، تعاون، مدد، جرم، سزا، حق تلفی، حق طلبی، تجارتی معاملات، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، وغیرہ امور میں آدمی سماجی رسم و رواج کو ملحوظ رکھ کر اس کی ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے۔ ہر معاملے کے تعلق سے سماج میں کوئی نہ کوئی رسم یا رواج متعین کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ رسم و رواج بطورِ سماجی قانون کے ہر فرد کو معلوم ہوتے ہیں۔ ان سماجی رسومات میں سے کچھ شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور کچھ خلاف شرع بھی ہوتے ہیں۔

شاعر کا چونکہ معاشرہ سے سیدھا تعلق ہوتا ہے اور وہ جس طرح سماج میں رائج محاورات و کہاوت کو اپنے کلام میں نظم و پیوست کرتا ہے، اسی طرح وہ سماج کے رسم و رواج کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے کلام میں بیان کر کے سماج کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کا اظہار

کرتا ہے۔کبھی وہ تمثیل کے طور پر ان رسومات کا ذکر کرتا ہے تو کبھی خود کو درپیش معاملے کو ان رسومات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔اردو ادب کے شعراء کے کلام میں رسم و رواج کے تعلق سے کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔لیکن ان اشعار کا پسِ منظر اکثر ان کا کسی کے ساتھ عشق کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔عشق مجازی کے نتیجے میں موصول وصل، ہجر، رنج، الم، وفا، جفا و دیگر کیفیات کا اظہار ان رسم و روایت کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔مثلاً سماج کا رواج ہے کہ جانے پہچانے لوگ آپس میں ملتے ہیں تو دعا سلام کرتے ہیں۔لیکن اگر کوئی جانا پہچانا شخص دعا سلام کرنے کی رسم ترک کرتا ہے تو اسے سماجی اعتبار سے بے لحاظ یا بے مروت سمجھا جاتا ہے۔

L **شکیل بدایونی کا شعر ہے:-** یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو سلام نہ کرنے کے عوض میں بے رخی کا طعنہ دیا ہے۔اردو ادب کے دیگر شعرائے صفِ اول کے کلام میں ایسے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کے پسِ پردہ عشقِ مجازی کا جذبہ کارگر ہے۔

عاشق صادق وہ ہوتا ہے جس کا سراپا، جس کے ہوش و حواس اور اس کے تمام حرکات و سکنات یادِ محبوب سے محو ہوتے ہیں۔اس کو کائنات کے ہر ذرّے میں محبوب کے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔دنیا کا کوئی بھی معاملہ ہو چاہے وہ ذاتیات سے متعلق ہوں یا عمومی ہوں وہ ہر معاملے کو اپنے محبوب کے ساتھ محمول کریگا۔حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار عشقِ حقیقی میں فنائیت کی حد تک پہنچنے والے عاشق صادق میں ہوتا ہے۔جنھوں نے زندگی کے ہر محاذ پر اور ہر لمحہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و ذکر کو اپنا سببِ حیات و زندگی بنا رکھا تھا۔حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں ہندوستانی رسم و رواج کے بیان میں کافی اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کا معائنہ کرنے سے صرف یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرت رضاؔ نے ان رسومات کا ذکر بھی صرف اور صرف

اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کا اظہار کرنے کے لئے کیا ہے۔

L **شادی کے رسومات:-**

صرف ایک شادی کا ہی ذکر کر لےلو۔جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو ڈھیر ساری رسمیں ادا کی جاتی ہیں مثلاً L خوشی اور طرب کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں L جس گھر میں شادی ہوتی ہے اس گھر کو بجلی کے قمقموں سے مرصّع کیا جاتا ہے اور رات کے وقت ان قمقموں کے ذریعہ رات کو جگمگاتی شب بنائی جاتی ہے L دولھا دلہن کے لئے نئے نئے کپڑے اور خوشبو کا انتظام کیا جاتا ہے L دولھا کے دوست احباب خادم کی حیثیت سے دولھا کو جھرمٹ میں لے کر نئے کپڑوں سے آراستہ کر کے دولھا بنانے کے لئے سجاتے ہیں L دولھا جب نکاح خوانی کے لئے جاتا ہے تو اس کے ساتھ براتی چلتے ہیں L اس موقعہ پر دولھا کا صدقہ اتار کر بانٹا جاتا ہے L اس خوشی کے موقعہ پر خیرات دی جاتی ہے L نوشہ کے لئے پھولوں کا ہار گوندھا جاتا ہے L دولھا کے ماتھے پر سہرا باندھا جاتا ہے L عورتیں شادی کے گیت گاتی ہیں L بینوں اور باجوں سے موسیقی کی مترنم دھن وئے بجائی جاتی ہیں L دولھا کے پاؤں دھو کر اس دھوون کا مکان میں چھڑکاؤ کیا جاتا ہے L دولھا کی آمد پر پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔مذکورہ تمام امور شادی بیاہ کے تعلق سے ہندوستانی رسم و رواج کے طور پر سماج و معاشرہ میں رائج ہیں۔حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام رسم و رواج کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف میں ایسے حسین انداز سے بیان کر دیئے ہیں کہ معاشرہ میں رائج رسم کو مثال بنا کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت ظاہر فرما دی ہے۔بہت ہی اختصار کے ساتھ مذکورہ چند رسومات سے متعلق حضرت رضاؔ بریلوی کے کچھ اشعار پیشِ خدمت ہیں:-

L **شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیّا کرنا:-(رسم)**

(۱) وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

(۲) وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے، اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

J شادی والے مکان پر روشنی کرنا:-(رسم)

(۱) یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

J خوشبو اور نئے کپڑوں کا انتظام:-(رسم)

(۱) دلھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

(۲) خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

(۳) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلھن پھول

J دوست خادم بن کر دولھا کو سجاتے ہیں:-(رسم)

(۱) خواہی دے صبر جانِ پُرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

J دولہا کے ساتھ براتی کا چلنا:-(رسم)

(۱) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا

(۲) جھلک سی اک قدسیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

(۳) دولھا سے اتنا کہہ دو، پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی، پُرخار بادیے ہیں

J دولہا کے رخ کا صدقہ اور اُترن خیرات کرنا:-(رسم)

(۱) اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر، جبیں کی خیرات مانگتے تھے

(۲) نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

(۳) جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کر قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

J دولہا کیلئے پھولوں کا ہار اور سہرا:-(رسم)

(۱) کیا بنامِ خدا اسرا کا دولہا نور ہے
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

(۲) ادھر تھیں نذر شہ نمازیں، ادھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

(۳) اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (ﷺ)

J عورتوں کا شادی گیت گانا اور بینوں، باجوں پر موسیقی کی دُھن:-(رسم)

(۱) وصفِ رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

J دولہا کے پاؤں کا دھوون:-(رسم)

(۱) بچا جو تلووں کا ان کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولھا کی پائی اترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے

(۲) جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

ل دولہا کی آمد پر پٹاخے پھوڑنا:-(رسم)

(۱) ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلّک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

نوٹ:- شلّک = بندوقوں یا توپوں کی باڑ جو سلامی کے لئے چھوڑی جائے۔(فیروز اللغات،ص ۸۴۷)۔

(۱) اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم جُھکا دیئے ہیں

نوٹ :- سلامی =توپیں، بندوقیں، گولے چلا کر تعظیم کرنا۔وغیرہ وغیرہ۔(فیروز اللغات،ص ۸۰۶)۔

مذکورہ اشعار میں حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستانی رسم ورواج کے تحت شادی بیاہ کے سماجی رسومات کو کتنے نفیس انداز میں اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں ڈھال دیا ہے۔چند اور رسم ورواج ذیل میں پیش ہیں:-

ل پالتو کتّوں کے گلوں میں پٹے:-(سماج میں رائج رواج)

ہر گاؤں اور شہر میں بلکہ ہر محلّے اور گلی میں مفت کے چوکیدار کی حیثیت سے کتّے پائے جاتے ہیں۔کسی اجنبی یا غیر مانوس شخص کو دیکھ کر کتا بھونکتا ہے اور کبھی کبھی کاٹ بھی لیتا ہے۔ کتا جب کاٹتا ہے تو اس کے کاٹنے سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اس کے علاج سے ہوتی ہے کیونکہ کتا کاٹنے کے نتیجے میں Hydrophobia نہ ہو جائے اس لیے ناف کے نیچے چودہ (۱۴) دن تک روزانہ انجکشن لگوانا پڑتا ہے۔جب کتّوں کی کاٹنے کی شرارت حد سے بڑھ جاتی ہے تب بلدیہ (Municipal) والے کتّا گاڑی لے کر نکلتے ہیں اور کتّوں کو پکڑ لیتے ہیں یا مار ڈالتے ہیں۔لیکن جس کتّے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا جو کسی کے پالتو کتّے ہوتے ہیں ان کتّوں کے مالک اپنے اپنے کتّوں کے گلے میں چمڑے کا پٹّا باندھ دیتے ہیں۔اور سماج کے رسم ورواج کے تحت یہ بات عام ہوگئی ہے کہ جس کتّے

کے گلے میں پٹّا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کا پالتو ہے، فالتو نہیں۔بلدیہ والے بھی اس رواج سے واقف ہوتے ہیں لہٰذا وہ گلے میں پٹّا پڑے ہوئے کتّے کو نہیں مارتے۔سماج کے اس رواج کو حضرت رضؔا بریلوی بارگاہِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اپنی عقیدت اور غلامی کا اظہار کرنے کی غرض سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

n اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹّا تیرا

ل عیب اور نقص والا مال خریدار واپس دے گا:-(سماج کا تجارتی دستور)

ہر شخص کو تجارتی امور کے تحت خرید اور فروخت کرنے کا مسابقہ پڑتا ہے۔سماج میں تجارت کا دستور ہے کہ کسی خریدار نے کسی دوکان سے کوئی چیز خریدی اور دوکاندر پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے دام بھی چُکا دیئے اور جب وہ گھر آ کر اس چیز کو بکس یا پیکیٹ سے نکالتا ہے تو وہ چیز نقص والی پاتا ہے۔اس صورت میں وہ شخص دوکاندار کو وہ عیب دار چیز واپس پلٹا کر اپنا مول دوکاندار سے وصول کرلے گا اور دوکاندار عیب دار چیز کو واپس لینے اور مول چکانے سے انکار نہیں کرسکتا۔سماج کے اس دستور اور رواج کو حضرت رضؔا اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

n رکھیئے جیسے ہیں، خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں

اس شعر میں حضرت رضؔا نے بیع وشریٰ یعنی خرید اور فروخت کے تعلق سے فقہ کا ایک مسئلہ، قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم اور چند احادیث کا مغز بیان کردیا ہے۔یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ شعر کی تفصیلی وضاحت کی جائے۔

ل عید کا چاند نظر آنے پر مبارکبادی دینا:-(رسم)

عید کا چاند نظر آتے ہی ماحول میں خوشی کی لہر پھیل جاتی ہے۔عید کا چاند نظر آتے ہی ہر شخص خوشی میں مچلتا ہے اور اپنے دینی بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔حالانکہ عید تو صبح کو

ہےلیکن مغرب کے بعد سے ہی آپس میں مبارک بادی کی لین دین شروع ہوجاتی ہے۔ ہر شخص اپنے اقرباء اور رفقاء کو عید کی بشارت دیتا ہے۔ سماج کے اس رواج کو کلامِ رضا میں ملاحظہ فرمائیں:-

n عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

J میت کا آخری دیدار:-(رسم)

جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اسے غسل دے کر کفنا کر جنازے پر رکھا جاتا ہے اور جنازہ لے کر قبرستان میں دفن کرنے کے لئے روانہ ہونے سے پہلے میّت کا آخری دیدار کرایا جاتا ہے اور اعزا، اقرباء، رفقاء اور خاص خاص لوگوں کو میّت کا منہ دکھایا جاتا ہے اور مردے کا منہ دکھانے کے لئے اس کے چہرے سے کفن ہٹا دیا جاتا ہے۔ سماج میں اس کو آخری دیدار کی رسم کہا جاتا ہے۔ اس رسم کو حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں نصیحت آمیز انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ:-

n مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے
(۲) آخری دید ہے آؤ مل لیں
رنج بے کار ہے کیا ہونا ہے

J سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ:- (رسم)

بیوہ عورت اکثر و بیشتر سیاہ رنگ کا دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ اس کے دوپٹہ کے رنگ سے ہی اس کے بیوہ ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب کے سہاگن رنگ برنگ کے دوپٹوں سے آراستہ ہوتی ہے، اسی سماجی رواج کو حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانۂ کعبہ کے سیاہ غلاف اور گنبد خضراء کے سبز (Green) رنگ پر قیاس کیا ہے۔ جس کا آقا (خاوند)

رخصت ہوجاتا ہے وہ عورت اپنے آقا کے ہجر میں سیاہ لباس اختیار کرتی ہے اور جو وصل کی لذتوں سے فیضیاب ہوتی ہے وہ سبز جوڑا زیبِ تن کرتی ہے۔ خانۂ کعبہ کے غلاف کا سیاہ رنگ ہجر کی علامت اور گنبد خضرا کا سبز رنگ وصل کی کیفیت ظاہر کر رہے ہیں۔ اس تخیّل کو حضرت رضاؔ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:-

n (۱) دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
(۲) سر سبز وصل یہ ہے، سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

J بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا:- (شاہی رسم)

بادشاہوں اور راجاؤں کے دربار کا دستور ہوتا ہے کہ کسی ذی علم، ماہر فن و ہنر، یا حکومت کے وفادار اور بہادر شخص کی حوصلہ افزائی اور عزّت کے لئے شاہی دربار سے اس کو کوئی نہ کوئی خطاب عنایت کیا جاتا ہے۔ مثلاً مغل بادشاہوں کی طرف سے J خان بہادر J رائے بہادر J جنگ بہادر وغیرہ القاب دیئے جاتے تھے۔ ابوالحسن نام کے مشہور ظریف یعنی لطیفہ گو (Jocose) کو ''مُلّا دو پیازہ'' کا لقب دیا گیا تھا۔ برطانی حکومت کی طرف سے ''سر'' (Sir) کا خطاب دیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں بھارت رتن، پدم شری، وغیرہ خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ الغرض ہر حکومت کا دستور اور رواج ہوتا ہے کہ وہ ذی مرتبت شخصیتوں کی عزت افزائی کے لئے اس کی شایان شان خطاب عنایت کیا جاتا ہے۔ دنیا کے شاہی درباروں کے اس دستور کو حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس انداز سے بیان کیا ہے:-

n پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خسرو خیل ملک، خادم سلطانِ عرب

J انعام واکرام پر بادشاہ کی واہ واہ:- (رسم)

جب کوئی بادشاہ کسی شخص پر فیاضی کرتے ہوئے اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے تو بادشاہ کی فیاضی کا شہرہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کے درباری اور رعیت بادشاہ کی فیاضی کی ہر جگہ تعریف کرتے ہیں۔ ایسی تعریف کو عوامی محاورے میں واہ واہ کرنا کہا جاتا ہے (فیروز اللغات، ص۱۴۰۴)۔ بادشاہ کی فیاضی کی واہ واہ کرکے اس کی سخاوت کو داد وتحسین دینا اور بادشاہ کو مزید سخاوت کرنے کے لئے ابھارنا ہندوستانی عوام میں رسم ورواج کے طور پر رائج تھا۔ اسی رسم ورواج کو حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب وکریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں بیان کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعام واکرام پر صدقے اور قربان ہونے اور دونوں عالم میں ''واہ واہ'' ہونے کا ذکر کرتے ہیں کہ:-

- صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
  ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

یہاں چند اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں ایک سو(۱۰۰) کے قریب اس قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

- سائلو دامن سخی کا تھام لو،
  کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا
- تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا،
  سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست
- مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن،
  گیا جو کاسۂ مہ لے کے شب گدائے فلک

- وردیاں بولتے ہیں لہر کارے،
  پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
- دستگیر ہر دو عالم کر دیا سبطین کو،
  اے میں قرباں جان جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں
- میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو،
  کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے
- بہ ادب جھکا لو سر ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا،
  گل تر محمد مصطفیٰ چمن ان کا پاک دیار ہے
- اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اُٹھ،
  دم گھٹنے لگا ظالم، کیا دھونی رمائی ہے
- جادو کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے،
  وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
- برسے کرم کی بھرن، پھولیں نعم کے چمن
  ایسی چلا دو ہوا، تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں سب سے آخری شعر میں لفظ ''بھرن'' کا استعمال کیا گیا ہے شعر میں لفظ......بھرن سے ایک مراد بارش برسانے کی ہے اور دوسری مراد لفظ ''بھرن'' سے اس ہندوستانی رسم ورواج کی طرف اشارہ ہے جو راجستھان کے راجاؤں میں رسم رائج تھی۔ جب کوئی شخص راجاؤں کے حضور خراج ونذر پیش کرتا، تو راجاؤں کا دستور تھا کہ وہ ایسے شخص کو اس کے حسب مرتبہ ''بھرن'' عطا کرتے یعنی انعام، اکرام اور خلعت سے نوازتے۔ بھرن ایک پیمانہ (Goblet) ہوتا تھا جو لگن یعنی بڑے پیالے کی طرح ہوتا تھا۔ اس میں روپئے، جواہرات، اور دیگر اشیاء بھر کر دیا جاتا تھا۔ اس کو بھرن دینا یا ''بھرن برسانا'' بھی کہا جاتا ہے۔ صوبۂ راجستھان کے میواڑی راجاؤں میں یہ رسم ورواج آزادیٔ ہند تک جاری رہے۔ حضرت رضؔا بریلوی نے اس رواج کی جھلک اپنے شعر میں پیش فرمائی ہے۔

n ''صنعتِ اشتقاق''

اشتقاق = ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا۔(فیروز اللغات) یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔نیز وہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔ =Derivation of one world from another word=

اس صنعت میں اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء نے اشعار کہنے کی ضرور سعی کی ہے ان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن بہت ہی محدود تعداد میں۔حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں اُن تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔قارئین کرام کی فرحِ طبع کی غرض سے چند اشعار پیشِ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:-

J مِٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر میں ا مِٹ ا مٹتے ا مٹ ا مٹ ا مٹا ا مٹے گا کے الفاظ ہیں۔یہ تمام الفاظ ایک ہی ماخذ سے اور معنی میں بھی موافقت رکھتے ہیں۔

J طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار،
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

اس شعر میں تین متفرق الفاظ ا بالاؤں ا بالا اور ا بالائی کا استعمال کیا گیا ہے۔یہ تمام الفاظ کی اصل ایک ہی ہے۔ان تمام الفاظ کے معنی الگ ہونے کے باوجود ان تمام الفاظ میں باعتبارِ معنی موافقت پائی جاتی ہے۔

J سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے،
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

اس شعر میں ا اچھوں ا اچھا ا اچھے اور ا اچھا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

J قادری کر قادری رکھ، قادریوں میں اُٹھا،
قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اس شعر میں ا قادری ا قادری ا قادریوں ا قدر ا قادر ا قدرت کا استعمال کیا گیا ہے۔ان تمام الفاظ کا ایک ہی ماخذ ہے۔

J مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا،
نہ یہاں ''نا'' ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا ''کیا ہے''

اس شعر میں ا مانگ ا مانگی اور ا منگتا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔اسی طرح لفظ ا ''نہ'' اور ا ''نا'' بھی ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

J وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس شعر میں ا تھے اور ا تھا ایک ماخذ سے ہیں۔اسی طرح لفظ ا ہوں اور ا ہو کا ماخذ بھی ایک ہے۔ ا ہیں اور ا ہے دونوں الفاظ کی اصل بھی ایک ہے۔

J ذیابٌ فی ثیابٍ، لب پہ کلمہ دل میں گستاخی،
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

اس شعر میں ا سلام ا اسلام اور ا تسلیم کے الفاظ ایک ماخذ سے ہیں۔

J رفعِ ذکر جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں لفظ ا رفع اور ا ارفع ایک ماخذ سے ہیں۔اسی طرح لفظ ا صدر اور ا صدارت بھی ایک ماخذ سے ہیں۔

J ان کو تملیک ملیک الملک سے،
مالک عالم کیا پھر تجھ کو کیا

اس شعر میں لفظ ا تملیک ا ملک اور ا مالک ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

J نصر و بونصر اس کے نصر نصیر،

ناصر اپنا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۷۵)

اس شعر میں لفظ ا نَصر ا نَصَر ا نَصِیر اور ا نَاصِر ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

مندرجہ بالا صرف دس (۱۰) اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے اشعار حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) سے بھی زائد ہیں۔

n ''صنعتِ شبہ اشتقاق''

شبہ = گمان، وہم (فیروز اللغات، ص ۸۳۷) یعنی اشتقاق کا گمان کرنا۔ یہ اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے شعر میں چند ایسے الفاظ لائے جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں۔ حالانکہ بنظرِ ظاہر وہ الفاظ ایک ماخذ سے محسوس ہوں۔

صنعت اشتقاق کے مقابلے میں صنعت ''شبہ اشتقاق'' مشکل ہے۔ اس صنعت میں شعر گوئی کے لئے شاعر کا لغت پر کامل عبور ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں علم الصرف اور علم النحو میں بھی کمال مہارت کا حامِل ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ شاعروں کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کے اصاغر شعراء کو تو اس صنعت کی بھنک تک بھی محسوس ہونا دُشوار ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش شریف'' میں اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ عقلیں حیران و دنگ ہیں۔ خوبی کی بات تو یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے مختلف اور متفرق ماخذ و معنی کے یکساں محسوس ہونے والے الفاظ کو اتنی عمدگی سے استعمال فرمائے ہیں کہ داد و تحسین کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ چند

اشعار پیشِ خدمت ہیں:-

J ابنِ زہرا سے تیرے دل میں ہیں یہ زہر بھرے

بل بے او منکر بے باک یہ زہرا تیرا

اس شعر میں لفظ ا زہرا ا زہر اور ا زہرا تین الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ تینوں الفاظ بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الگ ماخذ سے ہیں اور تینوں الگ معنوں میں ہیں۔ ا زہرا = حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب ہے۔ ا زہر = سم، بس، ہلاہل (Poision) ا زہرا = حوصلہ، دلیری ہے۔ الفاظ کے معنی جاننے کے بعد اب شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

''ابنِ زہرا یعنی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے یعنی حضور قطب الاقطاب، غوثِ اعظم شیخ محی الدین عبدالقادری جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیرے دل میں زہر بھرا ہوا ہے۔ یعنی کہ تیرے دل میں بُغض اور عداوت ہے۔ ''زہر بھرا ہونا'' محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ہونا یا کسی کی طرف سے بغض یا بدی ہونا۔ (فیروز اللغات، ۷۵۵)۔ یہ خطاب منکروں سے کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ منکرِ بارگاہِ غوثیت کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ ''بل بے'' یعنی آہا۔ واہ۔ خوب (فیروز اللغات، ص ۲۱۰)۔ اے منکر! تو اتنا بے باک یعنی بے ادب اور بے پروا ہو گیا ہے کہ تیری دلیری پر اور تیرے آوارہ حوصلوں پر تعجب ہے''۔

J مُشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے

خور یو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

اس شعر میں لفظ ا سارا اور سارے بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں کے ماخذ الگ ہیں۔ ا سارا = خوشبودار (فیروز اللغات، ص ۷۶۳) اور ا سارے = تمام، کُل (ایضاً) معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

J سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر میں ا سونا = طلا، (Gold)، ا سونا = ویران اور سونا = نیند کرنا بظاہر ایک ہی ماخذ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الفاظ کے ماخذ الگ الگ ہیں۔

J شر خیر شور شرر دور نار نور
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیرالبشر کی ہے

اس شعر میں ا شر ا شور ا شرر یہ تینوں بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں۔
اسی طرح ا بشریٰ اور ا بشر بھی بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ کے الگ الگ ماخذ ہیں۔ ا شر = بدی، برائی (فیروز اللغات، ص ۸۳۷) ا شور = غُل، غوغا (فیروز اللغات، ص ۸۴۹) ا شرر = آگ کی چنگاری، کینہ (فیروز اللغات، ص ۸۳۹) ا بُشریٰ = بشارت، خوشخبری اور ا بشر = آدمی، انسان (فیروز اللغات، ص ۲۰۵) کے معنی میں الگ الگ ماخذ سے استعمال ہوئے ہیں۔

J کیا بنا نامِ خدا اَسرا کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

اس شعر میں لفظ ا اسرا ا سرا اور ا سہرا بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن ان تینوں الفاظ کے ماخذ جُدا ہیں۔

J مدینہ جانِ جنان وجہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنون جناں سوئے زاغ لے کے چلے

اس شعر میں ا جان ا جنان ا جہاں ا جنون اور ا جناں کے الفاظ بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

J جو تیرا طِفل ہے کامل ہے یا غوث
طُفیلی کا لقب واصل ہے یا غوث

اس شعر میں لفظ ا طفل اور ا طفیلی بظاہر ایک ماخذ کے معلوم ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ا طفل = لڑکا، بچّہ (فیروز اللغات، ص ۸۷۸) اور ا طفیلی = دوسروں کی بدولت گزارہ کرنے والا (فیروز اللغات، ص ۸۷۹)۔

J فرشتے خدم، رسول حشَم، تمام اُمم، غلام کرم
وجود و عدم، حدوث قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

اس شعر میں ا خِدم ا حشم ا عدم ا قِدم ا اُمم ا تمام ا کرم ا غُلام کے الفاظ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ ایک ہے لیکن الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

J سر میں ساری ہے سِرّ پاک ترے
سر یہ سارا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۴۷)

اس شعر میں ا سِرُ ا ساری ا سِرّ اور ا سارا بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن ان کا ماخذ ایک نہیں۔

J رحم فرمایئے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رُلائے غمِ ہجراں ہم کو

اس شعر میں لفظ ا تاب اور تابکے بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ ماخذ سے ہیں۔ ا تاب = صبر، برداشت، تحمّل، طاقت، مجال وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔ اور ا تابکے = کب تک (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔

مذکورہ اشعار کے معائنہ سے ناظرین کرام لطف اندوز ہوئے ہوں گے۔ ناظرین کرام کی فرح طبع کی خاطر دس اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے دیگر اشعار کے لئے اہل ذوق حضرات ''حدائق بخشش'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

n ''صنعتِ سیاق الاعداد''

شاعر اپنے شعر میں مختلف اعداد کا استعمال کرے۔ پھر وہ اعداد چاہے ترتیب وار ہوں خواہ بے ترتیب ہوں۔ لفظ ''سیاق'' کے لغوی معنی ربطِ مضمون، حساب، گنتی، دفتری اصطلاح، حساب کے قاعدے وغیرہ ہیں (فیروز اللغات، ص ۸۲۵)۔ =Enumeration by the Arabic Alphabet=

اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے معدودے اشعار پائے جاتے ہیں۔

J **ظفرؔ کا شعر ہے:-** عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس شعر میں شاعر نے ا چار۴ اور ا دو۲ کے اعداد کا اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔ شاعری کی اس صنعت کے لوازمات میں یہ امر بھی ہے کہ شعر میں ایک سے زیادہ اعداد کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ اگر شاعر نے شعر میں کسی ایک ہی عدد کا ذکر کر دیا تو وہ شعر اس صنعت میں شمار نہ ہوگا۔ مثلاً

J **شکیلؔ بدایونی کا شعر ہے:-** نالہ کشو اٹھا آہ و فغاں کی رسمیں
دو دن کی زندگی ہے، کاٹو ہنسی خوشی سے

اس شعر میں شاعر نے دو۲ کا ہی ایک عدد استعمال کیا ہے۔ لہٰذا یہ شعر صنعت سیاق الاعداد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:-

n ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اس شعر میں ا ایک ا سو اور ا لاکھ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

اس شعر میں ا پانچ۵ اور ا چار۴ کے اعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔

n پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

اس شعر میں ا ۵۰۰ اور ا ۲ کے عدد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

اس شعر میں ا شش یعنی چھ۶ اور ا ایک ا کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان یک دل
ابوبکر فاروق عثمان علی ہے

اس شعر میں ا چار۴ اور ا یک یعنی ایک ا کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

اس شعر میں ا بست یعنی بیس ۲۰ اور ا چہارم یعنی چار۴ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n جو ایک بار آئے دو بارہ نہ آئیں گے
رُخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

اس شعر میں ا ایک ا اور ا دو۲ کے اعداد استعمال کئے گے ہیں۔

n قسمت میں لاکھ پیچ ہوں، سو بل ہزار کج
یہ ساری گتھی اِک تری سیدھی نظر کی ہے

اس شعر میں ۱لاکھ ۱سو[100] ۱ہزار[1000] اور ۱اک۱ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

اس شعر میں ۱دو[2] تین مرتبہ اور ۱دس[10] کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

n ہاں نہ ان دو کا تیسرا دیکھا
آنکھیں کھلتیں ذرا محبّ رسول (حدائق، حصہ ۳، ص ۴۲)

اس شعر میں ۱دو[2] اور ۱تین[3] کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ اشعار کے علاوہ دیگر اشعار صنعت سیاق الاعداد کے لئے قارئین کرام حدائق بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔

n ”حضرت رضا نے فنِ شاعری کس طرح سیکھی“

فنِ شاعری میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، قادر الکلامی، عبور، سخن وری، جملہ اصناف پر طبع آزمائی، تمام صنعات میں بے نظیر شعر گوئی، نظمِ اشعار میں کامل طور پر دسترس وغیرہ محاسن کو دیکھ کر ہر کوئی شخص یہ سوچتا ہوگا کہ فنِ شاعری میں آپ کا استاد کون تھا؟ اور آپ اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے کس کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس فن کے لئے کسی کے بھی سامنے زانوئے ادب طے نہیں کئے اور نہ ہی کسی سے اصلاح لی ہے بلکہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل شُدہ کثیر علوم وفنون میں فنِ شاعری بھی شامل تھی۔ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

J جبیں طبع ہے نا سودہ داغِ شاگردی
غبارِ منّتِ اصلاح سے ہے دامن دور (حدائق، حصہ ۳، ص ۳۴)

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاگردی کے کلنک کے ٹیکے میری جبیں یعنی پیشانی سیاہ نہیں بلکہ طبع ہے یعنی اچھے نشان سے سرشت ہے۔ اور اصلاح کی منّت کے غبار سے میرا دامن بھی دور یعنی بے داغ ہے۔ یہ حقیقت حضرت رضا

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے کبھی بھی شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ شاعری بھی جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کے لئے ہی نظم فرمائی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کاغذ اور قلم لے کر شاعری لکھنے کے لئے بیٹھتے نہ تھے جیسا کہ اکثر شاعروں کا دستور ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت رضا بریلوی شاعری کس طرح کرتے تھے وہ خود انہیں کے مبارک الفاظ میں سماعت فرمائیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

J مگر جو ملہم غیبی مجھے بتاتا ہے
زباں تک اوسے لاتا ہوں بمدحِ حضور (حدائق، حصہ ۳، ص ۳۴)

یعنی الہام غیبی سے مجھ کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کو میں اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف ومدح کے طور پر اپنی زبان پر لاتا ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ:-

J جو اِذن بارگہ شاہ سے ملے مجھ کو
سناؤں مطلع برجستہ رشکِ مطلع نور

یعنی شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ سے مجھے اجازت ملے تو اجازت پاتے ہی برجستہ یعنی فی الفور یعنی اُسی وقت مطلع یعنی غزل کا پہلا شعر سنادوں اور اس پہلے شعر پر نور کا مطلع بھی رشک کرے۔ اس شعر کی تشریح فقیر کی کتاب ”عرفان رضا در مدح مصطفیٰ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فنِ شاعری میں بے مثالی حیثیت ہونے کے باوجود آپ نے اپنی باکمال سخن وری پر کبھی بھی غرور وگھمنڈ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو شعراء کی صف میں داخل مانا، نہ آپ نے کبھی یہ کوشش کا کہ اربابِ فن وسخن آپ کی شاعری کو داد وتحسین دیں اور آپ بحثیت شاعر مشہور ہوں۔ اسی لئے آپ نے شاعروں سے تعلقات قائم نہیں کئے اور شاعروں کے ساتھ نشست وبرخاست سے آپ ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ بلکہ از راہِ تواضع اور انکساری آپ نے فنِ شاعری سے اپنے عجز اور بے شعوری کا اظہار کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:-

نہ لفظ شستہ نہ مضمون کوئی نہ بندش چشت
نظامِ نظم نہ مجھ سے نہ شاعری میں شعور

رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے
ہمیشہ صحبتِ ارباب شعر سے ہوں نفور

نہ اپنے کاموں سے تضیع وقت کی فرصت
نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور

رہے وہاں سے اس کے مجھے سبکدوشی
کہ ویسے ہی ہے گراس سر پہ بارِ جرم وقصور

علُوم میں ہو شجر تو ورثۂ آباء
ڈبوؤں آبرو کیوں کرکے بحر شعر عبور

حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری وھبی تھی۔ خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے اپنے محبوبِ اعظم کے عاشقِ صادق کو وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں کہ فنِّ شاعری کے میدانِ سخن گوئی میں رضؔا کا کوئی مدِّ مقابل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں صرف ''آمد ہی آمد'' کا شورشوریٰ ہے ''آورد'' کا نام ونشان نہیں۔ آپ کا جُملہ کلام دیوانگی عشقِ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور کیفیت سے سرشار ہے۔ آپ اپنی اس دیوانگیِ عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہوکر اپنے کلام میں تمام مقامات میں سراپا عشق ومحبت نظر آتے ہیں لیکن عشق کی سرمستی میں آپ ذرّہ برابر بھی بہکے نہیں بلکہ حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کو اختیار کرکے قرآن مجید سے محبوب صاحبِ قرآن کی مدح وثنا کی ہدایت پائی اور اسی ہدایت کی رہنمائی میں آپ نے جوشِ اُلفت پر حوشِ حدودِ شریعت کی لگام لگا کر دیوانگی میں بھی فرزانگی کا مُظاہرہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند پایہ تخیّل عشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو نعتیں نظم کی ہیں اُن سے آپ کا بڑے سے بڑا مخالف بھی صرفِ نظر کر سکے اور آپ کی کمال گوئی میں کوئی نقص نکال سکے، آپ کے کلام کو میزانِ شریعت میں تول کر ٹٹولا جائے تو ایک شعر تو کیا بلکہ ایک لفظ بھی ایسا نہ پایا جائے گا کہ

کسی مخالف یا نقّاد کو اُنگلی رکھنے کی جگہ ملے۔ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام اردو ادب میں حرفِ آخر کی حیثیت کا حامل ہے۔ اردو شاعری کے وہ سارے اوصاف جو اردو کے نامور شعراء کے کلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ تمام اوصاف حضرت رضؔا بریلوی کے کلام میں مجتمع ہوگئے ہیں۔ جن اوصاف پر اہلِ زبان کو ناز تھا وہ تمام اوصاف کو حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے کلام میں ایسے حسین اور اچھوتے انداز سے جمع فرمادیا ہے کہ اردو ادب کے ان اوصاف کو کلام رضؔا پر ناز ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شوخیِ طبع کے باوجود عروسِ فنِّ شاعری کو نعت گوئی کے تقدس اور احترام کے گوہر بے بہا کے زیورات سے آراستہ کرکے اس کے حُسن وجمال کو چار چاند لگادیئے ہیں۔ جن صنعات میں شعر گوئی بڑے بڑے شاعروں کے لئے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھی اُن صنعات میں حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شعر گوئی کا کامل ملکہ تھا۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری سے اردو ادب کو تقویت اور زینت بخشی بلکہ نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن کی حیثیت دیتے ہوئے نعتیہ شاعری کی نسیم عشق سے اردو ادب کو بہارِ جانفزا سے روشناس کرایا۔

حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گوہر بار قلمِ عشق سے اردو ادب کے دامن کو فن کے جواہرات سے بھر دیا۔ شاعری کی سنگلاخ ابحار میں اشعار نظم کرکے ویران اور بنجر راہوں پر عشقِ رسول اور فراقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بہنے والے اشکوں کی آبشاری کرکے اُسے آبِ حیات کا تحفہ دے کر اُسے عروج وترقی کی راہ پر گامزن کیا اور اس راہ میں عشقِ رسول کے شاداب پھول اور سایہ دار شجر ثمر دار کھلائے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تمام کلام عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور درد وسوز کی دولت سے مالا مال ہے۔ آپ نے عشق کی مخصوص حالت وکیفیت سے متاثر ہوکر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اتنا بہترین ہے کہ اغیار کو بھی مجبور ہوکر آپ کے کلام کو دادِ تحسین دینی پڑی۔ آپ کی شاعری اُردوئے معلّٰی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اور رہتی دنیا تک ادب اور اہلِ ادب حضرت رضؔا کے مرہونِ منّت رہیں گے۔

n حضرت رضاؔ بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی

اوراقِ سابقہ میں قارئین کرام نے فن وادب کے اعتبار سے اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء اور حضرت رضاؔ کے مابین تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمایا۔ یہاں تک کہ مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر و ثابت ہو چکی ہوگی کہ شعر گوئی کی راہ میں فن وادب کے اعتبار سے حضرت رضاؔ کی حیثیت میر کارواں کی رہی ہے۔ بلکہ رہبر کامل کی حیثیت سے آپ قیامت تک ہونے والے شاعروں کے مقتدا بن کر رہیں گے۔ اردو شاعری کی شاید ہی کوئی ایسی صنعت ہوگی جس کو حضرت رضاؔ نے مزین و آراستہ نہ کیا ہو۔ جب کہ اردو ادب کے صفِ اول کے شاعر کہلانے والے نامور شاعروں کے دیوان اردو شاعری کی بہت سی صنعات سے محروم ہیں۔ اردو ادب کے نامور شعراء فن و ادب کے اعتبار سے جو کمال ''عشق مجازی'' میں کی گئی شاعری میں مجموعی طور پر بھی پیدا نہ کر سکے، اس سے بڑھ چڑھ کر کمال و حسن حضرت رضاؔ بریلوی نے تنِ تنہا ''عشق حقیقی'' میں کی گئی شاعری میں دکھا دیا ہے۔ جن شاعروں کو بڑے بڑے اور وزنی خطابات سے نواز کر ان کے نام سے منسوب اکیڈمیاں، ادارے، اسکول وغیرہ قائم کرنے میں اہلِ ادب فخر محسوس کرتے ہیں، وہ تمام شعراء فن و ادب کے اعتبار سے حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقابلے میں آفتاب کے سامنے چراغ کی طرح ہیں لیکن افسوس ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا مبارک نام سرِ فہرست درج کرنا تو درکنار، شعرائے اردو ادب میں حضرت رضاؔ بریلوی کا شمار کرنے، کرانے میں بھی تعصب کے جذبے کے تحت قصداً انحراف کیا جا رہا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی کے ساتھ کی جانے والی ناانصافی کی چند وجوہات ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنی شاعری کو اپنے مسلک حق کی نشر و اشاعت کا ذریعہ

بنانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم گیر پیغام کا واسطہ قرار دیا اور احکام شریعت اور آداب عشق رسول کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے کلام کو صرف اور صرف ''عشق حقیقی'' تک محدود رکھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے کمال فن کا یہ عالم تھا کہ فن اور ادب کے اعتبار سے بھی آپ تمام دل پھینک اور مجازی عشق کے متوالے شاعروں پر چھا گئے۔ جو رنگینی اور رعنائی عشق مجازی میں شعر گو شعراء پیدا نہ کر سکے، وہ حضرت رضاؔ بریلوی نے عشق حقیقی میں کی گئی شاعری میں پیدا کر دیا۔ اور یہ دنیائے ادب کے لئے ایک چیلنج تھی۔ علاوہ حضرت رضاؔ بریلوی نے جو زمانہ پایا وہ برطانوی حکومت کی غلامی کا دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے زوال کا دور تھا لیکن اس کے باوجود بھی علمی تہذیب اور فنون لطیفہ کی دلکشی کا حسن برقرار تھا۔ حالانکہ فن وادب پر ماحول کی پراگندگی اثر پذیر تھی۔ شرعی اعتبار سے ہزاروں عیوب شامل تھے۔ اس کے باوجود بھی شعر و سخن کا چرچا تھا اور بزم شعر و سخن سابقہ طمطراق قائم رکھتے ہوئے گرم تھیں۔ معاشرے پر سخن گوئی اور زبان دانی کا تسلط تھا۔ اگر حضرت رضاؔ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور بیشمار خوبیوں کے ساتھ صرف شعر گوئی میں ہی مصروف رہتے تو آپ کا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ایسی محفلوں سے اعراض و احتراز فرمایا بلکہ دنیا کے عشق میں الجھے شاعروں کی صحبت سے بھی احتیاط کیا۔ اور آپ زہد و تقوی اور روحانی تصرفات کی عملی مثال بنے رہے۔ اور اپنی تمام علمی صلاحتیوں کو ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت اور رہنمائی میں صرف فرمایا۔ فرقہ نجدیہ، وہابیہ و دیگر باطل فرقوں کے اٹھتے ہوئے سیلاب کے سامنے آپ آہنی چٹان کی طرح جمے رہے اور ملت اسلامیہ کی ایک بھاری اکثریت کو بے دینی کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا کر صحیح و سالم کنارے تک پہنچایا۔ صدہا فتنوں کا سدّ باب اور استیصال فرمانے میں آپ ہمہ وقت ایسے منہمک رہے کہ شاعرانہ تخلیقات کی طرف آپ کو توجہ کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔ آپ شعر گوئی کے لئے وقت نکال کر کاغذ اور قلم لے کر تخلیق اشعار میں منجمد ہو کر بیٹھتے نہیں تھے۔ البتہ آپ نے عشق رسول کے جذبے کے تحت کثرت سے اشعار گوئی فرمائی ہے لیکن آپ کی تمام شاعری عشق

رسول کی نشر واشاعت اور بارگاہ رسالت کے گستاخوں کی ہجو اور تذلیل میں ہے اور اس طرح آپ نے اپنے عقائد حقہ کا بے لاگ اظہار فرمایا۔ حضرت رضؔا بریلوی نے ملت اسلامیہ کو جو علمی سرمایہ دیا ہے وہ اتنا معتمد اور وسیع ہے کہ تمام عالم اسلام کے علماء حضرت رضؔا بریلوی کی علمی وجاہت اور شان تجدید کے معترف اور مداح ہیں۔ آپ نے اپنے تبحر علم اور وہبی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں ذہنی اور ایمانی انقلاب پیدا کر کے عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جذبہ قلوب مسلمین میں اس طرح نقش فرمادیا کہ بے دینی کے فتنوں کے سیلاب اس نقش کو کبھی مٹا نہیں سکتے۔ حضرت رضؔا بریلوی کی بے لوث دینی اور علمی خدمات کی وجہ سے آپ ''عالم دین'' کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اور آپ کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ عوام نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار کر کے مجازی راہ سخن سے اعراض فرما کر نعت رسول اور تذلیل گستاخ رسول کو موضوع سخن بنا کر ''کلک رضؔا'' کے جو جوہر دکھائے ہیں اس کی تاب لانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ حضرت رضؔا نے دین کے معاملے میں کسی کی بھی رعایت نہ کی اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں نہ لائے بلکہ پورے طنطنہ اور طمطراق کے ساتھ اپنے کلک خنجر خونخوار برق بار سے چقا چاق بلند فرماتے رہے اور آپ کی اس حق گوئی اور صداقت بلندی کی وجہ سے آپ بہت سے حلقوں میں مورد طعن ومخالفت رہے اور آپ کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل ہونے والا یہی بڑا سبب ہے۔ مسلکی اختلاف رکھنے والوں نے تعصب اور تنگ نظری کی راہ اپنا کر ایک منظم سازش کے تحت حضرت رضؔا بریلوی کی شاعرانہ شخصیت کو ناروا داری، نا انصافی، نا التفاتی اور ناحق سناشی کی دبیز تہ کے تحت نہاں کر دینے کی مہم چلائی اور فن وادب کے دامن کو بھی داغدار کیا۔ عدل وانصاف کا تو تقاضا یہی تھا کہ مسلکی اختلاف کی چشم مخالفت سے عصبیت کی عینک ہٹا کر غیر جانبدارانہ طور پر فن وادب کے اعتبار سے حضرت رضؔا بریلوی کے نعتیہ

کلام کا جائزہ لینے میں اہل ادب تامل نہ کرتے اور فن وادب کے کمال کی میزان میں حضرت رضؔا کے کلام اور دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام کا توازن کرتے۔ لیکن برا ہو اس تنگ نظری اور تعصب پذیر ذہنیت کا جس نے فن وادب سے وابستگی رکھنے والے ذی شعور طبقے کو بھی طوطا چشمی کے مرض میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ فن شاعری کی تمام صنعات میں کہے گئے حضرت رضؔا بریلوی کے لاجواب اشعار پر اہل ادب فخر کرتے اور ان اشعار کو بطور مثال پیش کرتے کہ اردو ادب میں ایک ایسا عظیم سخن ور پیدا ہوا ہے جس نے تمام صنعات میں اشعار کہہ کر فن شاعری کو سر بلندی بخشی ہے لیکن وائے! حسرتا! حضرت رضؔا بریلوی سے مسلکی اختلاف کے تعصب کی بنا پر حضرت رضؔا جیسے ''امام فن وادب'' کو شاعروں کے زمرے میں شمار کرانے سے بھی گریز کیا جا رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ کچھ جہلاء اور کم فہموں کو حضرت رضؔا بریلوی کے کلام پر مضحکہ خیز اعتراضات قائم کرنے کیلئے متعین کر رکھا ہے۔

حضرت رضؔا کے ایک شعر پر اعتراض

کچھ لوگوں کی یہ ذہنیت ہوتی ہے کہ تعصب کی بنا پر اعتراض برائے اعتراض کرنا۔ پھر چاہے اس اعتراض کا ''سر نہ پیر'' کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان سے مسلکی اختلاف رکھنے والے گروہ کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ حضرت رضؔا بریلوی جیسی ذی وقار شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے کسی نہ کسی بہانے اعتراض ونکتہ چینی کرنا۔ خصوصا فرقہ نجدیہ وہابیہ دیوبندیہ تبلیغیہ کے متبعین اور ان کے ہمنوا ہمہ وقت حضرت رضؔا بریلوی کے دامن تقدس کو بے تکے اعتراضات سے تار تار کرنے کی سعی ناکام کرتے رہتے ہیں۔ پھر چاہے ان کا قائم کردہ اعتراض ''منہ میں آیا سو بک دیا'' ثابت ہو اور ان کا قائم کردہ اعتراض سے ان کے ''منہ میں کالک لگ جائے''۔

۱۹۹۶ء میں راقم الحروف کی قسمت کی معراج ہوئی اور اس عبد مذنب کو رشک جنت اور

افضل مقام کائنات، شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار عالی کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ سے واپسی پر جدہ شریف میں میرے مخدوم ومحترم، ناصر مسلک اعلیٰ حضرت، میرے برادر طریقت، حضرت قبلہ سید شوکت حسین صاحب نوری دامت برکاتہم القدسیہ کے اصرار پر چار دن تک ان کے دولت کدہ پر فقیر کا قیام رہا۔ سید شوکت صاحب کے دولت کدہ پر روزآنہ شب میں علمی محفل جمتی تھی۔ خوش قسمتی سے جناب شیخ بدرالدین صاحب قبلہ کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین صاحب کا جدہ شریف میں وسیع حلقہ ہے۔ اور انکو اکثر وبیشتر ایسے افراد سے سابقہ پڑا کرتا ہے جو امام عشق ومحبت حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور گاہے گاہے اعتراضات کی بھرمار کرتے رہتے ہیں۔ محترم ومکرم شیخ بدرالدین صاحب قبلہ نے ایسے کئی اعتراضات کا فقیر سے تذکرہ کیا اور ان اعتراضات کے معقول جوابات طلب فرمائے۔ فقیر سراپا تقصیر نے اپنی علمی بے مائگی کے باوجود ان تمام اعتراضات کے کافی، وافی اور شافی جوابات پیش کئے۔ اعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ چار شب تک جاری رہا۔ جو تمام گفت وشنید کو ٹیپ کرلیا گیا۔ ان اعتراضات میں ایک اعتراضات حضرت رضا کے ایک شعر پر تھا۔ جس کی تفصیل ذیل میں مرقوم ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی مشہور ومعروف نعت شریف ''چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے -:- مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے'' اس نعت کا ایک شعر ہے ''حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا -:- ارے سر کا موقع ہے او جانے والے'' عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لبریز حضرت رضا بریلوی کے اس شعر پر وہابیوں نے اعتراض کیا ہے کہ اس شعر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کی توہین کی گئی ہے۔ اعتراض سن کر تعجب ہوا کہ سراسر عشق سے بھرے ہوئے شعر میں توہین کا شائبہ تک نہیں۔ لہٰذا ہم نے عرض کیا کہ اس شعر میں ایسی کونسی بات ہے جو باعث توہین ہے؟ جواب ملا کہ حضرت رضا بریلوی ''ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے'' کہہ کر ادب کے نام پر زائرین مدینہ طیبہ کو

جانوروں کی ہیئت تعلیم کررہے ہیں۔ کیونکہ سر کے بل چلنا جانوروں کی ہیئت ہے۔ بندر (Monkey) شرارت کرتے ہوئے سر کے بل یعنی الٹا ہو کر چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حاکم یا معزز شخص کو ملنے کے لئے جائے اور سر کے بل چلے تو حاکم کے دربار کی بے عزتی ہے۔ لوگوں کا ہجوم تماشائی کی حیثیت سے جمع ہو جائے گا کہ آج حاکم کے دربار میں کوئی مسخرہ آپہنچا ہے۔ حاکم بھی خجلت اور شرم محسوس کرے گا کہ اس کے دربار کو مورد تمسخر بنایا گیا ہے۔ بلکہ اس طرح سے آنے والے پر حاکم غضبناک ہوگا کہ جانوروں کی ہیئت سے کون آیا ہے؟ اس طرح الٹا ہو کر چل کر اس نے ہمارے دربار کا مذاق اڑا کر ہماری شان میں توہین کی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں سر کے بل چل کر جانے سے بھی یقیناً توہین ہوتی ہے۔ اعتراض کی مذکورہ وضاحت سن کر ہم واقعی ششدر رہ گئے۔ ہمارے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ حضرت رضا کے شعر پر مخالفین ایسا گھنونا اعتراض کریں گے۔

جواباً ہم نے عرض کیا کہ جناب! حضرت رضا بریلوی کے شعر میں جو کہا گیا ہے کہ ''ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے'' یہ بتقاضائے ادب واحترام کہا گیا ہے اور اردو زبان میں ''سر کے بل چلنا'' اور ''سر سے چلنا'' یہ دونوں جملے محاورات سے ہیں۔ ان محاورات کا مطلب ہے ''بے حد تعظیم وتکریم سے جانا'' فیروز اللغات ص۷۹۲)۔ شعر میں یہ نہیں کہا گیا کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر اٹھا کر جانوروں کی ہیئت سے چلو بلکہ اردو زبان کے محاورے کا فن وادب کے اعتبار سے استعمال کر کے یہ کہا گیا ہے کہ ''نہایت تعظیم وتکریم سے مدینہ منورہ میں جانا''۔ ہم نے سوچا کہ شعر میں مستعمل محاورے کے معنی اور وضاحت سے معترض صاحب کے اعتراض کا اطمینان بخش جواب دے دیا گیا ہے لیکن اعتراض برائے اعتراض کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا شوشہ نکالا گیا کہ ہمدانی صاحب! آپ محاورے کی بات جانے دو۔ اگر کوئی شخص شعر میں استعمال شدہ محاورے کے مطلب سے آگاہ نہ ہو اور وہ شخص اس شعر کے جملے کا ظاہری معنی اخذ کر کے، مولانا احمد رضا بریلوی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مدینہ شریف میں سر کے بل چلے تو کیا حشر ہوگا؟ ایام حج میں لاکھوں کی تعداد

میں زائرین کرام کا مدینہ منورہ میں ہجوم ہوتا ہے۔لوگوں کی کثرت اور بھیڑ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ راستے چلنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ایسی صورت میں کوئی شخص مولانا احمد رضا بریلوی کے شعر پر عمل کرتے ہوئے الٹا ہوکر سر کے بل چلے، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لوگ حیرت اور تعجب میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون دیوانہ یا مسخرہ آگیا ہے جو جانوروں کی ہیئت اپنائے ہوئے ہے۔اس شخص کو قریب سے دیکھنے کے لئے لوگ تماشا کی شکل اختیار کرتے ہوئے شوروغل مچائیں گے، لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی، دھکا دھکی ہوگی، لوگ ایک دوسرے پر گریں گے، جھگڑا اور فساد ہو جائے گا اور حرم شریف کا احترام ملحوظ نہ رہے گا۔مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا ادب کا بہانہ بنا کر لوگوں کو جانوروں کی ہیئت سکھا کر درپردہ دربار رسالت کی بے عزتی اور توہین کر رہے ہیں۔

اب بات بہت ہی نازک موڑ پر آگئی تھی۔ہم نے ہر چند سمجھانے کی سعی کی کہ جناب! شعر میں استعمال کردہ محاورے کے الفاظ سے نہیں بلکہ اس کے مطلب اور مفہوم سے استدلال کرنا چاہئے اور اس ضمن میں ہم نے کئی محاورات بطور مثال پیش کئے لیکن ہماری ایک بھی نہ سنی گئی اور وہی بات پر اصرار ہوتا رہا کہ جانوروں کی ہیئت سکھائی جارہی ہے۔ اب ہم بھی پریشان کہ اس عقدہ کو کس طرح حل کریں۔امام احمد رضا محدث بریلوی کا تصور کیا اور ان کی بارگاہ میں استدعا کی کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے اشعار کا صحیح مفہوم ومطلب جان سکوں اور کسی کو سمجھا سکوں۔آپ اپنا فیض جاری کرو اور آپ کے در کے سوالی اور منگتا کے دماغ میں مدلل جواب القا فرماؤ تاکہ آپ کا یہ غلام آپ کے شعر پر عائد اعتراض کا مثبت اور مسکت جواب دے سکے۔ہماری اس التجا پر "فیض رضا" جاری ہوا اور ہمارے ذہن میں شعر کا جو مفہوم آیا اس کو جوابا پیش کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا کہ جناب! پہلے آپ یہ بتائیے کہ عشق کے جو دو مقام ہیں یعنی (۱) مقام ادب اور (۲) مقام فنا۔ان دونوں میں کس کا درجہ اعلی ہے؟ جواب ملا کہ "مقام فنا" کا۔ہم نے کہا الحمد اللہ! یہ حضرت رضا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فیض وکرم ہے کہ حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو

جتنی دبانے کی کوشش کی جاتی، اتنی ہی ان کی شخصیت ابھرتی ہے۔کیونکہ حضرت رضا کا یہ شعر مقام ادب میں ہے لیکن اب اس شعر پر اعتراض عائد ہوا ہے لہذا اب یہ شعر مقام ادب سے نکل کر اعلیٰ مقام فنا کا شعر ہو گیا۔ہم سے سوال ہوا" وہ کس طرح؟ ہم نے کہا کہ جناب! اب آپ پھر سے ایک مرتبہ اس شعر کا مطلب بیان کرو۔

مطلب بیان کیا گیا کہ "مولانا احمد رضا بریلوی مدینہ منورہ میں جانے والے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے مدینے میں جانے والے! حرم کی زمین میں قدم رکھ کر مت چلنا بلکہ یہ موقع سر سے چلنے کا ہے۔ہم نے کہا کہ آپ نے شعر کا جو مطلب بیان فرمایا ہے وہ مطلب تو مقام ادب کا ہے۔حالانکہ یہ شعر مقام فنا کا ہے۔اور شعر کو مقام فنا میں شمار کرنے پر شعر کا مطلب ہی دیگر ہے۔اس شعر میں حضرت رضا بریلوی "مدینہ میں" جانے والے کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ "مدینہ سے" جانے والے کو مخاطب فرمارہے ہیں۔اگر مدینہ میں جانے والے کو مخاطب فرماتے تو شعر اس طرح ہوتا کہ:

n "حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا-:- ارے سر کا موقع ہے او آنے والے"

لیکن حضرت رضا نے شعر اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:-

J حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا-:- ارے سر کا موقع ہے او جانے والے"

یعنی شعر میں "جانے والے" کا کلمہ ہے۔"آنے والے" کا کلمہ نہیں۔اس سے یہ مطلب ہوا کہ مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد "مدینہ منورہ سے" جانے والے زائر کو مدینہ سے زندہ رخصت ہونے پر حضرت رضا بریلوی متعجب لہجے میں فرماتے ہیں کہ "اے مدینہ منورہ کے زائر۔کیا یہی تیرے عشق کا تقاضا ہے کہ مدینہ منورہ میں تو آیا اور تیرا آنا اس طرح کہ مدینہ میں قدم رکھنا یعنی پاؤں دھرنا اور پھر چلنا یعنی روانہ ہونا یا رخصت ہونا؟ ارے یہ وہ موقع ہے کہ جو بار بار نصیب نہ ہوگا۔ارے سر کا موقع ہے یعنی مدینہ منورہ میں پاؤں رکھنا یعنی تھوڑا سا قیام کرنا اور چلنا یعنی رخصت ہونے کا موقع نہیں بلکہ یہاں پر سر کو ہمیشہ کے لئے رکھنے کا موقع ہے۔اور کسی زمین میں ہمیشہ کے لئے سر کو رکھنے کے لئے اس زمین میں دفن

ہونا پڑتا ہے اور دفن تب ہی ہوتا ہے، جب وہ مرجاتا ہے۔ الحاصل اے مدینے سے رخصت ہونے والے! پیارے آقا و مولی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جدائی اور فراق کس طرح برداشت کرے گا؟ فراق نبی کے غم میں مرجا۔ اور مدینہ منورہ کی سرزمین میں دفن ہوجا۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے تیرے سر کو اس مقدس سرزمین سے مس ہونے کا موقع میسر ہو۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کے اس شعر کو ''مقام فنا'' میں شمار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس شعر میں جو ''چلنا'' کا لفظ ہے وہ شعر کو ''مقام فنا'' کے معنی میں موزوں کر رہا ہے۔ اس شعر میں جو لفظ ''چلنا'' ہے وہ چلنے یعنی مشی کرنا (Walking) کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ''چلنا'' رخصت یا روانہ ہونا (Departure or Exit) کے معنی میں ہے۔ لغت کا حوالہ ملاحظہ ہو۔ چلنا = روانہ ہونا، رخصت ہونا (فیروز اللغات، ص ۵۳۴) قدم رکھنا = پاؤں دھرنا، آنا وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۹۵۱) دھرنا = رکھنا (فیروز اللغات، ص ۶۶۳) جانا = روانہ ہونا، رخصت ہونا، چلنا، سدھارنا، سرکنا، ٹلنا۔ (فیروز اللغات، ص ۴۴۷)۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مذکورہ شعر میں ''چلنا'' اور ''جانے والے'' کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت رضا نے یہ شعر ''مدینہ منورہ میں آنے والے'' کو مخاطب بنا کر نہیں کیا بلکہ ''مدینہ منورہ سے جانے والے'' کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا ہے کیونکہ شعر کے اختتام میں ''او جانے والے'' کا جملہ ہے۔ اور لغت کے مندرجہ بالا حوالے کے اعتبار سے ''جانے والے'' کا مطلب ''رخصت ہونے والے'' ہوتا ہے۔ اپنی بات کو اور بھی زیادہ آسانی سے تفہیم کرتے ہوئے ہم نے شیخ صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ قدم رکھنا اور چلنا کو بآسانی سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے کہ آپ کا یہ خادم ہمدانی آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوا۔ آپ نے ''مرحباً'' اور ''اھلاً وسھلاً'' فرماتے ہوئے خادم کا استقبال فرمایا۔ دعا اور سلام کے بعد مصافحہ اور معانقہ ہوا۔ آپ نے ''تفضّل'' کہہ کر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم آپ کے دالان میں رکھے ہوئے سوفہ پر بیٹھ گئے۔ آپ اپنے نوکر کو چائے۔ ناشتہ کا حکم دینے ہی والے تھے کہ ہم نے

عرض کیا کہ شیخ مخدوم صاحب! چلنے (رخصت) کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ خادم کی اس گذارش پر آپ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ واہ! ہمدانی صاحب! یہ کیا محبت ہوئی؟ آئے، قدم رکھا اور چل دیئے؟ اسی انداز میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے شعر میں ''قدم رکھنا'' اور ''چلنا'' فرمایا ہے۔

ہماری اس مختصر سی وضاحت سے حضرت رضا بریلوی کے شعر پر عائد اعتراض رفع اور دفع ہوگیا اور شعر کا جو مطلب اور مفہوم ہم نے بیان کیا وہ محترم و مخدوم شیخ بدرالدین صاحب کو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے حضرت رضا علیہ الرحمتہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے راقم الحروف کو اپنی پرخلوص دعاؤں سے نوازا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مذکورہ شعر کے جملے ''ارے سر کا موقع ہے'' کی تشریح میں ہم نے جو مفہوم بیان کیا کہ مدینہ میں مرجاؤ، اس پر بہت سی احادیث وارد ہیں کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں انتقال کرنا اور مدینہ منورہ میں مدفون ہونے کے فضائل بیان فرمائے ہیں بلکہ ترغیب فرمائی ہے۔ ان تمام احادیث کو یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر صرف ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''**من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت فمن مات بالمدینة کنت له شفیعا و شهیدا**'' ترجمہ:- جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے، تو اسے چاہیے کہ اسی جگہ مرے۔ وہ میری شفاعت اور شہادت با سعادت سے مشرف ہوگا'' (حوالہ:- ''**جذب القلوب الی دیار المحبوب**'' از:- شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۲)۔ اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول حضرت رضا بریلوی ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:-

n ''طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند:- سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے''

J امیر المومنین، خلیفہ المسلمین، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ ''**اللھم ارزقنی شھادة فی سبیلك و اجعل موتی فی بلد**

رسولك‘‘۔ترجمہ:-’’اے اللہ! مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب کراور میری موت تیرے رسول کے شہر میں کر‘‘(حوالہ:- جذب القوب،از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

جدہ شریف میں حضرت رضؔا کے دیگر چند اشعار پر بھی اعتراض قائم کئے گئے تھے ان اشعار میں ‘‘وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں÷ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں’’ اور ‘‘یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر÷ دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا’’ خصوصی طور پر تھے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ تمام اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان نے صرف نعتیہ شاعری تک محدود رہ کر ہی شعر گوئی میں اپنا ایسا کمال دکھایا ہے کہ آپ تمام سخنوروں کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت رضؔا کو زبان و بیان پر وہ عبور اور ملکہ حاصل تھا کہ آپ زبان کی لغت میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ مقامی اصطلاحات، محاورات کا بھی ستھرا اور سنجیدہ شعور رکھتے تھے۔ اردو زبان میں آپ دہلی یا لکھنؤ کے پابند نہ تھے بلکہ شعر کے عنوان کے ساتھ موازنت اور موافقت میں جو محاورہ اور مثال زیادہ صحیح اور فصیح ہوتا تھا اسے اختیار فرماتے تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت رضؔا کے کلام کا ایک نرالا اور انوکھا رنگ ڈھنگ ہے۔ ان کی اردو میں کہیں خالص لکھنؤ کی ٹکسالی بیگماتی زبان کا رنگ نظر آتا ہے تو کہیں خالص دہلی کی اردو کی سنجیدگی محسوس ہوتی ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی کے کلام میں حقیقت اور اصلیت کی سادگی کے ساتھ ساتھ تخیل کی بلندی اور باریکی بھی پائی جاتی ہے۔ کلام کی متانت و تہذیب کی استواری کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے ہمیشہ شستہ، شفاف اور شگفتہ الفاظ میں اشعار نظم فرمائے ہیں۔

۱۱۴/علوم وفنون میں حضرت رضؔا کی مہارت اور کلام رضؔا میں ان کا استعمال

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان حدیث شریف کے ارشاد کے بموجب مجدد بن کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مجدد ہر سو سال کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی کوششوں سے تجدید و احیائے دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت رضؔا بریلوی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل علوم کثیرہ عطا فرمائے تھے۔ حضرت رضؔا بریلوی ’’علم لدنی‘‘ کی زندہ مثال تھے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے بھی زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتب میں آپ نے متعدد علوم وفنون پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ الحمد اللہ! راقم الحروف کے پاس حضرت رضؔا بریلوی کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ راقم الحروف کے پاس حضرت رضؔا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کا جو ذخیرہ ہے، وہ شاید ہی کسی کے پاس ہوگا۔ ہم نے انفرادی طور پر حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی تصانیف پر ریسرچ کا کام تقریباً دس سال سے جاری رکھا ہے۔ حضرت رضؔا کے ۹۶۸ رسائل، حواشی، وغیرہ کی فہرست باعتبار فن اور عنوان مرتب کر لی ہے، جو عنقریب منظر عام پر آجائے گی۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں جو علوم وفنون پائے جاتے ہیں ان کو ہم نے شمار کیا تو اس کی تعداد ایک سو چودہ تک پہنچتی ہے۔ یہ کوئی مبالغہ یا غلو پر مشتمل گپ نہیں بلکہ حقائق اور صداقت پر مبنی دعویٰ ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر علم وفن میں حضرت رضؔا کی کونسی تصنیف ہے؟ وہ چھانٹ کر اس تصنیف کا نام، مع سن تصنیف، وغیرہ تفصیلات کے ساتھ متعین کر لیا ہے۔ اور **انشاء اللہ وجیبہٖ** بہت جلد

کتابی شکل میں اسے شائع کریں گے۔ حضرت رضاؔ مجدد کی حیثیت سے دین متین کی خدمت میں منہمک تھے لہٰذا علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم الفرائض وغیرہ میں مہارت رکھنا لازمی تھا لیکن آپ کو دنیوی علوم وفنون اور خصوصاً علوم جدیدہ مثلاً ٹاپولوجی (Topologey) جیسے علوم میں کمال حاصل تھا۔ جس کی تفصیلی گفتگو اس کتاب میں ملاحظہ خاطر ہوگی، جو عنقریب شائع ہوگی۔ یہاں پر ہم صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش شریف'' میں وہ تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ ہر فن کے تعلق سے حضرت رضاؔ کے دیوان میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم اپنی آئندہ تصنیف میں ان ۱۱۴ علوم وفنون کو حسب ذیل ترتیب سے شائع کریں گے۔

(۱) علم اور فن کا نام اور اس کی کیفیت۔

(۲) یہ علم یا فن کب ایجاد ہوا ؟ اور اس کے موجد کا نام۔

(۳) انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام کے عہد میں اس علم وفن کی کیا حیثیت تھی؟ اور اس دور میں اس علم وفن کے ماہرین کے نام اور اس فن کا استعمال کس مقصد کے تحت تھا؟

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دورِ ظاہری حیات میں اس علم وفن کی حیثیت، اس کے ماہرین اور استعمال کی کیفیت۔

(۵) عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر حضرت رضاؔ بریلوی کے زمانے تک ہر دور میں اس علم وفن کی کیا حیثیت رہی؟ اور ہر دور کے ماہرین کے نام۔

(۶) حضرت رضاؔ بریلوی کے دور میں اس فن وعلم کی حیثیت اور ماہرین کے نام۔

(۷) حضرت رضاؔ بریلوی نے اس فن وعلم میں کس طرح مہارت حاصل کی؟ اور کس لئے کی؟

(۸) اس علم وفن میں حضرت رضاؔ کی مہارت کی کیفیت اور حضرت رضاؔ نے اس علم وفن کو

علم شریعت کے تابع بنا کر خدمتِ دین کی غرض سے کس طرح استعمال فرمایا؟

(۹) اس علم وفن میں حضرت رضاؔ کی تصنیف اور اس کا نام۔

(۱۰) اس علم وفن میں حضرت رضاؔ کا شعر اور اس شعر کی تشریح۔

حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان میں ان علوم وفنون کے تعلق سے جو اشعار ہیں وہ تمام اشعار خصوصی طور پر اپنے آقا ومولیٰ، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں اور دیگر نفوس قدسیہ کی تعریف وتوصیف میں ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اختصار کے ساتھ بھی ان اشعار پر گفتگو کی جائے۔ پھر بھی ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر رواں رواں چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:-

n علم نجوم کی اصطلاح میں:-(Astronomy)

(۱) بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ۱۲ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

یہ شعر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں علم نجوم کی اصطلاح میں ہے۔ اس شعر میں بارہ۱۲ برجوں کا ذکر ہے۔ برج (Zodiac) بارہ۱۲ ہیں۔ (۱) اسد =LEO (۲) ثور =Tauras (۳) جدّی = Capricorn (۴) جوزہ =Gemini (۵) حمل = Aries (۶) حوت= Pisces (۷) دلو= Aquarius (۸) سرطان= Cancer (۹) سنبلہ= Virgo (۱۰) شرف = Sagittarius (۱۱) عقرب= Scorpio (۱۲) میزان= Libra۔

(۲) سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں،
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلّی قمر کی ہے۔

۱ سعدین= دو مبارک ستارے زہرہ اور مشتری (فیروز اللغات، ص ۸۰۰)

Jupiter and venus.

| قران = دوستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا (فیروز اللغات، ص ۹۵۳)

n علم ہیئت پر مبنی اشعار :-(Astrophysics)

(۱) مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے،
ڈالے اک بوند شب دے میں جو باران عرب۔

| مہر = آفتاب (فیروز اللغات، ص ۱۳۲۲) | میزان = آسمان کا ساتواں برج (فیروز اللغات، ص ۱۳۳۰) | حمل = آسمان کا پہلا برج (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)۔

(۲) ہیں عکسِ چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں،
ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلال گل۔

n علم نباتات پر مبنی اشعار :-(Botany)

(1) یہ سُمن یہ سوسن و یاسمن یہ بنفشہ سنبل و نسترن،
گل و سرو ولالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے۔

(۲) شاخِ قامتِ شہ میں زلف وچشم و رخسار ولب ہیں،
سنبل، نرگس، گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ۔

n علم ہندسہ پر مبنی اشعار :-(Geometry)

(۱) محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوطِ واصل،
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکّر میں دائرے تھے۔

(۲) کیا لکیروں میں یداللہ خط سرو آسا لکھا،
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں۔

n علم موسیقی پر مبنی اشعار :-(Music)

(۱) حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا،
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں۔

(۲) ارے بد فال بُری ہوتی ہے،
دیس کا جنگلا سنانے والے۔

n علم ارضیات و معدنیات پر مبنی اشعار :-(Geology & Minerology)

(۱) نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن،
حسنی لعل، حسینی ہے تجلّا تیرا۔

(۲) کوہ سرمُکھ ہو تو اِک وار میں دو پر کالے،
ہاتھ پڑتا ہی نہیں، بھول کے اوچھا تیرا۔

n علم موسمیاتی پر مبنی اشعار :-(Metrology)

(۱) در ودیں صورتِ ہالہ محیط ماہِ طیبہ ہیں،
برستا امّتِ عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے۔

(۲) اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم،
یا خُدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن۔

n علم اکسیر پر مبنی اشعار :-(Alchemy)

(۱) سونے کو تپائیں جب کچھ مِیل ہو یا کچھ مَیل،
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے۔

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا،
جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی۔

n علم منطق پر مبنی اشعار:-(Logic)

(۱) تم سے خدا کا ظُہور اُس سے تمہارا ظہور،
لِم ہے وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود۔

(۲) سببِ ہر سبب منتہائے طلب،
علّتِ جملہ علّت پہ لاکھوں سلام۔

n علم نفسیات پر مبنی اشعار:-(Psychology)

(۱) یہ مرحمتیں کی کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گُتیں،
قصور کریں اور ان سے بھریں قصورِ جناں تمہارے لئے

(۲) سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں،
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے۔

قارئینِ کرام ہمیں اپنے عفو اور معافی سے ہمیں نوازیں کہ طوالتِ تحریر کے خوف سے ہم نے مذکورہ متفرق علوم کی مثال میں پیش شدہ اشعار کی کوئی تشریح نہیں کی۔ ورنہ مطالعہ کا لطف مزید بڑھ جاتا۔ ہم خود بھی اپنی اس کوتاہی پر ملول اور خجل ہیں اور قارئینِ کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جن علوم وفنون میں مہارت تامّہ حاصل تھی ان میں سے چند علوم وفنون کے نام اور کیفیت ذیل میں پیشِ خدمت ہیں:-

نمبر	اسمائے علوم وفنون	کیفیت	انگریزی
۱	علم موسمیاتی	موسموں کی معلومات کا علم	Metrology
۲	علم حشریات	کیڑے مکوڑوں کا علم	Entomology
۳	علم المعیشت	اقتصادیات ومعاشیات کا علم	Economies
۴	علم حرکت	حرکت اور سرعت کی بحث کا فن	Dynamics
۵	علم حیوانات	حیوانات کے حالات کا علم	Zoology
۶	علم طبیعات	چیزوں کی خاصیت کا علم	Temprament Physics
۷	علم کیمیا	چیزوں کے اجزاء وبناوٹ کا علم	Chemistry
۸	علم نباتات	نباتات، پھول وغیرہ کی معلومات	Botany
۹	علم ہندسہ	لکیروں، خطوط اور زاویوں کا علم	Geometry
۱۰	علم نجوم وزیجات	ستاروں کا علم	Astronomy
۱۱	علم الحقیقت	حقائق اشیاء کی بحث کا علم۔تصوّف	Theology
۱۲	علم نفسیات	انسان کے تحت الشعور ولاشعور کی شرح کا علم	Psycology
۱۳	علم جنسیات	مرد۔عورت کے جسمانی تعلق کی تحقیق	Temperament
۱۴	علم وبائیات	وباؤں کی تحقیق اور روک تھام کا علم	Epidemology
۱۵	علم صوتیات	وہ علم وفن جو آواز سے تعلق رکھے	Phonetics
۱۶	علم جغرافیہ	زمین کی طبعی تقسیم کا علم	Geography
۱۷	علم شماریات	اعداد وشمار کی باضابطہ فراہمی کا علم	Statixtics
۱۸	علم معاشرت	مل جل کر جماعتی زندگی بسر کرنے کی تحقیق	Sociology
۱۹	علم منطق	دلائل کا علم	Logic

Alchemy	کیمیا۔ تانبے کو سونا بنانا وغیرہ کا علم	علم اکسیر	۲۰
Philosophy	حکمت، دانائی اور موجودات کا علم	علم فلسفہ	۲۱
Logaritham	حساب کے پھیلاؤ کو مختصر کرنے کا علم	علم لوگارثم	۲۲
Ancestrology	نسل، نسب اور خاندانی شجرے کا علم	علم الانساب	۲۳
Mysticism	قربِ الٰہی اور تلاشِ حق کا علم	علم سلوک	۲۴
Horoscopology	بچے کے پیدائش پر جنم کنڈلی کا علم	علم زائچہ وزائرچہ	۲۵
Astroghysics	اجرام فلکی، زمین کی گردش وکشش کا علم	علم ہیئت	۲۶
Ethics	اخلاق کی تعلیم وتربیت کا علم	علم اخلاقیات	۲۷
Law of Inheritance	میراث کی تقسیم اور ورثاء کے حقوق کا علم	علم الفرائض	۲۸
Recitation	حروف کی صحیح ادائیگی اور مخارج کا علم	علم قرأت وتجوید	۲۹
Ephemeris	طلوع، غروب، ودیگر اوقات کا علم	علم توقیت	۳۰
Numerology	عدد، حساب، شمار وغیرہ کا علم	علم الاعداد	۳۱
InternationalAffairs	عالمی پیمانے پر ملکی امور وسیاست کا علم	علم بین الاقوامی امور	۳۲
Foretelling Astrology	ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم ہو	علم جفر	۳۳
Augury	ہندسوں اور خطوط سے غیب کا حال بتانا	علم رمل	۳۴
Abstrct of Science	وجود خارجی میں مادہ کا محتاج عقلی علم	علم ریاضی	۳۵
Medical Science	امراض اور اس کے علاج کا علم	علم طبِ وحکمت	۳۶
Pharmacy	دوائیوں کا علم	علم ادویات	۳۷
Arithmetic	حساب کے حاصل اور کسر کا علم	علم تکسیر	۳۸
Equation & Algebra	علامات وحروف سے عمل کا علم شاخِ ریاضی	علم جبر ومقابلہ	۳۹

Squarology	مربع خانے، تعویذ کے خانے بھرنے کا علم	علم مربعات	۴۰
Geology	زمین کے طبقوں کا علم	علم ارضیات	۴۱
Minerology	زمین سے برآمد ہونے والی اشیاء کا علم	علم معدنیات	۴۲
Virty & History	تاریخ اور ماضی کے واقعات کا علم	علم سیر وتواریخ	۴۳
Research&Analysis	قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے کا علم	علم استنباط واستخراج	۴۴
Marginal Explanation	کتاب کے متن پر شرح وتفسیر لکھنے کا علم	علم حاشیہ نگاری	۴۵
Vocabulary	الفاظ کے معنیٰ اور اصل کا علم	علم لغات	۴۶
Art of Versification	شعر گوئی اور شعر کے اوزان وقواعد کا علم	علم عروض	۴۷
ArabicChirograbhy	عربی تحریر کی ایک قسم	علم خطِّ نسخ	۴۸
Curiosity	کلام کی لفظی ومعنوی خوبیوں کا علم	علم بدیع	۴۹
Art of Refutation	پھیرنے اور رد کرنے کا علم	علم ردّات	۵۰

مندرجہ بالا فہرست میں صرف پچاس (۵۰) علوم وفنون کا ہی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رضؔا بریلوی کی تصانیف کثیرہ سے کل ۱۱۴؍علوم وفنون ثابت ہوتے ہیں۔ جس کا تفصیلی تذکرہ ہم اپنی آئندہ (Next) تصنیف میں کریں گے۔ ایک اہم بات قارئین کرام کے گوش گزار کردیں کہ مذکورہ ایک سو چودہ (۱۱۴) علوم وفنون کی حضرت رضؔا کو صرف معلومات ہی نہ تھی بلکہ مہارت تامّہ (Mastery) حاصل تھی۔ ان علوم وفنون میں حضرت رضؔا بریلوی کے ہمعصر ماہرین کو جب حضرت رضؔا بریلوی سے ان علوم فنون کے تعلق سے سابقہ پڑا تو انہوں نے دانتوں تلے انگلیاں دبالیں اور حضرت رضؔا کے تبحر علم کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت رضؔا کے مقابل طفلِ مکتب محسوس کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، امیر کی منجم البرٹ پورٹا، مشہور سائنسداں آئنسٹین وغیرہ کے واقعات ہمارے اس دعوے کی شہادت دیتے ہیں۔

''اتنی عرضِ آخری سن لوذار......''

یہاں تک کہ مطالع سے قارئین کرام پر روشن ہوگیا ہوگا کہ حضرت رضؔا بریلوی جیسی نادرزمن شخصیت صدیوں کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت رضؔا نے جس بھی علم وفن کی طرف توجہ فرمائی، تو نتیجہ یہ آیا کہ اس فن کے ماہرین پر فوقیت وسبقت لے گئے۔ فنِ شاعری میں حضرت رضؔا کی قادرالکلامی میں کوئی کلام نہیں بلکہ اظہر من الشّمس ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے شہنشاہ ہونے کے ناطے امام الکلام کا تاج آپ کے سر پر ہی زیبا دیتا ہے۔ فنِّ عروض کی میزان میں ایک پلّے میں حضرت رضؔا بریلوی کے کلام کو رکھا جائے اور دوسرے پلّے میں تمام شعرائے اردو ادب کے کلام کو رکھا جائے تو بلاشبہ حضرت رضؔا کے کلام کا پلّہ بھاری رہے گا۔ حضرت رضؔا کے کلام میں فن وادب کے اعتبار سے جو محاسن پائے جاتے ہیں، وہ کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن صد افسوس! باوجود بے شمار فنّی محاسنِ فنِ شاعری کے حامل ہونے کے باوجود اردو ادب کی تاریخ میں جہاں دیگر شاعروں کو خراجِ تحسین دینے میں غُلو اور مبالغہ کرنے میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جاتا وہاں حضرت رضؔا جیسے باکمال سخنور کہ جن کو فنِ شاعری میں اپنے وقت کا امام کہنا، درحقیقت فنّ وادب کی آبرو کو چار چاند لگانا ہے، ایسے باکمال شاعر کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اپنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اوراقِ سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضؔا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کی گئی ناانصافی کے پسِ پردہ مسلکی اختلاف کا تعصّب ہی کارگر ہے۔ اس حقیقت کو حضرت رضؔا جانتے تھے اور آپ نے اس حقیقت کا برملا انکشاف کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

n سنّیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم

لیکن حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے عقائد کی بنا پر کی جانے والی ایسی ناحق مخالفت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور ایسی مخالفت ولعن-طعن سے ذرّہ برابر بھی ملول وبددل نہیں ہوئے بلکہ اس کو بھی اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عشق کے جذبے کے تحت خندہ پیشانی جھیلتے ہوئے اپنے آقا کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

n مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی
کہ وہی نا، وہ رضؔا بندۂ رسوا تیرا

حضرت رضؔا بریلوی متعصّب اور مخالف گروہ کی بے اعتدالیوں سے بالکل بے اعتنائی کا مظاہر کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:-

n خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضؔا
دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

J حضرت رضؔا بریلوی کو فنِ شاعری میں جو عبور حاصل تھا اور آپ فن کی جس بلندی پر پرواز کناں تھے۔ وہاں پہنچ کر بہت سے حضرت انسان کو بتقاضائے بشری تکبرّ اور خودستائی کی بانگ پُکارنے کی گدگدی ہوتی ہے لیکن حضرت رضؔا بریلوی نے خود آرائی کے عیب سے اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار فرماتے ہوئے اپنے عجز ونقائص کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

n کس منھ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں
شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں
حقّا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

J اردو ادب کے بہت سے شاعروں نے اپنے ہی منھ سے تعریف کے پُل باندھے ہیں اور فنِ شاعری میں اپنے کمال کے گن گانے کے غُلو میں کمال کر دیا ہے لیکن حضرت رضؔا بریلوی نے تواضع اور انکساری اپناتے ہوئے اپنے کمال کا نہیں بلکہ اپنی ''بے کمالی'' کا

اظہار فرمایا ہے:-

n محصور جہاندانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضؔا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اِک وصف میں ہوتا ہے کمال
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

J حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں شاعر ہوں یا اپنی شاعری کو کھانے کمانے کا پیشہ بنایا۔ آپ نے اپنی شاعری کو شاعری برائے پیشہ یا برائے پیسا نہیں کی بلکہ شاعری برائے عبادت کی۔ اور وہ عبادت یعنی ایمان کی جان عظمت ومحبتِ رسول کا عالمگیر پیغام عام فرمایا لیکن آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں عشق کی دیوانگی پر پاسِ شریعت کے ہوش کی فرزانگی کی لگام دی۔ اور اس امر کا پورا لحاظ فرمایا کہ حضور کی تعریف کرنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

n پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو
ہاں شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولیٰ کا خلاف
لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

I جنبہ = حمایت، طرفداری وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۴۷۳)۔ I الوزینہ = بادام کا حلوا، ایک قسم کی مٹھائی جس میں بادام ڈالتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۶۹)۔ I سیر = لہسن (Garlic) (فیروز اللغات، ص ۸۲۷)۔ مذکورہ رُباعی کے آخری مصرعہ میں ایک مثال دیتے ہوئے حضرت رضؔا فرماتے ہیں کہ جس طرح بادام کے حلوے میں لہسن ڈالنا طبّانی یعنی کھانے پکانے کے امور کے خلاف ہے اور بادام کی مٹھائی میں لہسن کی آمیزش کسی کو نہیں بھاتی، یونہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کرنے میں کوئی ایسی بات

کہنی جو حضور کے حکم کے خلاف ہو، تو یہ امر بھی شریعت میں ناروا ہے۔ لہٰذا میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں شاعر ہوں، البتہ شریعت کے احکام کی میں ضرور حمایت ولحاظ کرتا ہوں۔

J نعتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں احکامِ شریعت جو قرآنِ شریف سے واضح ہیں، اُن کا لحاظ کرنا ازبس ضروری ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی فرماتے ہیں:-

n ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

I محظوظ = مسرور، بہرہ مند، خوش وخرّم، شاد، مگن وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۳)۔ I بیجا = ایک ڈراؤنی شکل کا کاغذی چہرہ جسے بچے منہ پر رکھ کر ڈراتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۲۵۳)۔ I المنۃ للہ = خدا کا شکر کرنا (فیروز اللغات، ص ۱۱۹)۔ I محفوظ = حفاظت کیا گیا، صحیح سلامت، (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۳)۔ I ملحوظ = لحاظ کیا گیا، خیال کیا گیا (فیروز اللغات، ص ۱۲۸۳)۔

یعنی میں اپنے کلام سے مسرور ہوں کیونکہ اس راہ میں جو ڈراؤنی صورت پیش آتی ہے اس سے اللہ کا شکر ہے کہ میں حفاظت کیا گیا ہوں۔ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ہے لہٰذا مجھ پر لازم ہے کہ میں شریعت کے احکام کا پورا خیال کروں۔

J نعت گوئی کی راہ میں حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جب بھی رہبر کی ضرورت محسوس ہوئی، تب آپ نے دنیادار شاعروں اور ادیبوں کی طرف رجوع نہ کیا بلکہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر عاشقِ رسول حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشِ قدم اختیار کیا۔ حضرت رضؔا فرماتے ہیں:-

n توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دل زار حدیِ خواں بس ہے

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسّاں بس ہے

ا توشہ= زادِ راہ، وہ کھانا جو مسافر ساتھ لے جائے، وغیرہ (فیروز اللغات ،ص ۳۹۰) ا افغان =فریاد،فُغان، وغیرہ (فیروزاللغات،ص۱۰۴) ا زار= نالہ،فریاد،غمگین (فیروزاللغات،ص۷۳۷)۔ ا حُدی=عرب شُتر بانوں کا نغمہ(فیروزاللغات،ص۵۶۴) اشُتر بان= اونٹ ہانکنے والا (فیروزاللغات،ص۷۴۳)۔

مذکورہ رُباعی میں حضرت رضؔا بریلوی فرماتے ہیں سفر کے توشہ میں غم اور آنسوؤں کا سامان کافی ہے اور غمگین دل کی فریاد و نالہ کیلئے عرب کے شُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہو تو حضرت حسّان بن ثابت کا نقشِ قدم اختیار کرنا کافی ہے۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ رباعی کی تشریح لکھیں لیکن مضمون کی طواطت مانع ہونے کی وجہ صرف اہم نکات کی طرف اشارہ کر کے سبکدوش ہوتے ہیں۔ رباعی کی ابتداء میں لفظ ’’توشہ‘‘ کا استعمال کیا گیا۔ جب آدمی سفر کرتا ہے تو کھانے اور پینے کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ صرف کھانے کا یا صرف پینے کا سامان نہیں لیتا بلکہ کھانے اور پینے دونوں کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اسی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت رضؔا نے ’’غم‘‘ اور ’’اشک‘‘ کا ذکر فرمایا ہے یعنی کھانے کے لئے غم اور پینے کے لئے اشک یعنی آنسو۔ حالانکہ روزمرّہ کی اصطلاح میں ’’غم کھانا‘‘ اور ’’آنسو پینا‘‘ کے محاورے رائج ہیں ا غم کھانا= صدمہ اٹھانا، رنج سہنا، دُکھ بھوگنا (فیروز اللغات ،ص ۹۱۷) ا آنسو پینا= ضبط کرنا، صبر کرنا، دکھ درد کے وقت خاموش رہنا۔ (فیروز اللغات ،ص ۳۴) یعنی عشق کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جو سفر درکار ہے اس سفر میں ایک عاشق صادق کے لئے لازمی ہے کہ زادِ سفر کے لئے ’’غم عشقِ رسول‘‘ اور ’’اشک درفراق نبی‘‘ کا سامان ساتھ لے کر چلے۔ مصرعۂ ثانی میں فرمایا ہے کہ غمگین دل کی فریاد و نالہ کے لئے عرب کے سُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ ملک عرب میں اکثر و بیشتر اونٹ پر ہی سفر کیا جاتا تھا کیونکہ

وہاں کی زمین ریتیلی (Sandiest) ہونے کی وجہ سے صرف اونٹ کی سواری موزوں ہوتی۔ اونٹ کے سائبان یعنی ہانکنے والے اکثر سفر میں رہتے تھے۔ آج اس مسافر کے ساتھ تو کل دوسرے مسافر کے ساتھ سفر کرنا پڑتا تھا۔ وہ اپنے اہل وعیال سے جُدا ہو کر ملک عرب کی ریتیلی زمینوں میں سفر میں رہتے تھے کیونکہ یہی اُن کا پیشہ تھا۔ رات کے وقت جب قافلہ کہیں پڑاؤ کرتا اور ٹھہرتا تب اونٹ کے سائبان جمع ہو کر حلقہ بنا کر بیٹھتے اور اپنے اہل وعیال کو یاد کر کے ان کے فراق وہجر میں نہایت پُر درد لہجے میں نغمے گاتے تھے۔ اونٹ کے ساءبانوں کے درد بھرے نغمات اتنے رقّت آمیز ہوتے تھے کہ سننے والے پر بھی رنج وغم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کے بھی آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ اُن شتر بانوں کے پُر درد نغموں کو ملک عرب میں غم کے نغموں کی حیثیت سے بہت ہی شُہرت حاصل ہوئی تھی اور ان نغمات کو ’’حُدی‘‘ یعنی Elegey کہا جاتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہے تو حضرت حسّان کا نقشِ قدم اختیار کرنا کافی ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس رباعی شریف میں تفصیلی گفتگو کریں۔ مختصر یہ کہ اس رباعی میں حضرت رضؔا نے سفر سے تعلق رکھنے والے تمام اُمور مثلاً توشہ، سامان، سواری، ساء بان، فراق، نغمہ، رہبر، راہ، نقشِ قدم وغیرہ کا بالترتیب ذکر ایسے حسین انداز میں فرمایا ہے کہ شعر کا ربط وتسلسل قائم رہتے ہوئے شعر میں الفاظ کی قُدرت، بیان کی سائستگی، زبان کی شیرنی، جذبات کی شدّت، عشق کی صداقت، سخن کی سلاست، محبت کی وارفتگی وغیرہ کئی محاسن مجتمع نظر آتے ہیں۔

ل مذکورہ رُباعی کے آخری دو امصار میں حضرت رضؔا بریلوی نے حضرت حسّان بن ثابت کا نقشِ قدم اختیار کرنے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشِ قدم اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت حسّان نے ہر موقعہ پر اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا اور آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تذلیل اور ہجو کرنے میں کسی قسم کی کمی، کسر، کوتاہی، کاہلی، تاخیر، یا

تامّل نہیں کیا۔ اِسی طرح حضرت رضؔا بریلوی نے بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تردید اور اور تذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ حضرت رضؔا کا نعتیہ دیوان اس کی کُھلی شہادت ہے۔ مثلاً

- اپنے آقا و مولیٰ، رحمتِ عالم، جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے بے پناہ عشق کا اظہار اور پیارے آقا کی مدح و ثنا کرتے ہوئے حضرت رضؔا رقمطراز ہیں کہ:۔

- اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ،
  اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
  قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
  ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ۔
- فرش والے تیری شوکت کا عُلُو کیا جانیں
  خُسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا۔
- وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،
  جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے،
- کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہئے،
  دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی۔
- وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا،
  کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا، ترے شہر وکلام وبقا کی قسم۔
- ہشت خُلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضؔا،
  چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب۔
- خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم،
  خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

- میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا،
  دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں۔
- مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں،
  دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں۔
- وہی نورِ حق وہی ظلّ رب، ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب،
  نہیں ان کی ملک میں آسماں، کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں۔
- اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم،
  سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گِرا کرتے ہیں
  حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو،
  کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو۔
- اے رضؔا خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضور،
  تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی۔
- تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ،
  مرے چشمِ عالم سے چُھپ جانے والے
- لیکن رضؔا نے ختمِ سُخن اس پہ کر دیا،
  خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے۔
- ترا قدِّ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے،
  اُسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے۔
- شفاعت کرے حشر میں جو رضؔا کی،
  سوا تیرے کس کو یہ عزّت ملی ہے۔
- وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر،
  اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے۔

- تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا،
  تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا۔
- ملکِ خاص کبریا ہو÷ مالکِ ہر ماہ سوا ہو۔
- اسالتِ کل، امامتِ کل، سیادتِ کل، امارتِ کل،
  حکومتِ کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے
- وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا،
  وہ ہے جان، جان سے ہے بقا، وہی بُن ہے، بن سے ہی بنا رہے۔
- کل سے بالا، رُسل سے اعلیٰ÷ اجلال وجلالِ مصطفائی
- میرے آقا کا وہ در ہے جس پر÷ ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
- وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا،
  ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا ÷ تجھے حمد ہے خدایا۔
- صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
  نائبِ دستِ قُدرت پہ لاکھوں سلام۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے چند اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں حالانکہ حضرت رضؔا کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش شریف'' اوّل تا آخر عشق رسول کے گوہرِ شاداب سے لبریز ہے۔ حضرت رضؔا کے کلام میں غیرتِ عشق، آدابِ عشق، سوزشِ عشق، نوائے عشق، توقیرِ عشق، جوشِ عشق، ہوشِ عشق، احترامِ عشق، لحاظِ عشق، آرزوئے عشق، خلوصِ عشق، صداقتِ عشق اور فنائیتِ عشق کی جو گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے وہ صرف آپ کا ہی خاصہ اور کمال ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں حضرت رضؔا بریلوی نے ایسے اچھوتے اور انوکھے اشعار نظم فرمائے ہیں کہ دور تک ان اشعار کی مثال نظر نہیں آتی۔ حالانکہ زمانۂ ماضی کے عُشّاق شاعروں نے اپنے عشق کی

رعنائی کو بہترین انداز میں نظم بند فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر لسان العرب علاّمہ امام بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

- کانما اللؤلؤ المکنون فی صدفٍ
  من معدنی منطقٍ منہ ومبتسم

یعنی:- ''یارسول اللہ! آپ کے دندان مبارک ایسے چمکدار موتی ہیں جو سیپ میں چُھپے ہوئے ہیں یعنی دہن شریف میں نہاں ہیں۔ اور وہ موتی گفتگو اور تبسّم کرنے کے وقت اپنی معدن سے نمایاں ہوتے ہیں'' اس شعر میں علاّمہ بوصیری نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کو ''لؤلؤ'' یعنی موتی سے تشبیہ دی ہے اور صرف دندان مبارک کی توصیف میں پورا ایک شعر نظم فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ نے بارگاہِ رسالت میں اس طرح عرض کیا ہے کہ:-

- دندان ولب وزلف و رُخ شہ کے فدائی
  ہیں دُرّ عدن لعل یمن مُشک خُتن پھول

اس شعر میں حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ''دُرِّ عدن'' یعنی جنت کا موتی کہنے کے ساتھ ساتھ ایک ہی شعر میں دانداں، لب، زلف اور رخ کی تعریف کر کے شعر کو جامعت کا حسن بخشا ہے۔

اگر حضرت رضؔا بریلوی علاّمہ بوصیری کے ہمعصر ہوتے اور علاّمہ بوصیری علیہ الرحمۃ حضرت رضؔا کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے تو یقیناً علاّمہ بوصیری حضرت رضؔا کو اپنے سینے سے لگا کر حضرت رضؔا کے اس شعر کو داد دیتے ہوئے سراہتے۔

n کلکِ رضا کی برق بار جولانیاں

حضرت رضا بریلوی نے بارگاہِ رسالت کے مقبول نعت گو شاعر حضرتِ حسّان بن ثابت کے نقشِ قدم پر چل کر بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنے نیزے (قلم) کی نوک سے چھلنی کرنے میں کوئی جھجک اور ڈر محسوس نہیں کیا اور بلاخوف لومۃ لائم احقاقِ حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت رضا کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئین کرام کی طبعِ خاطر کے لئے پیش خدمت ہیں:-

- آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے،
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا۔
- جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں،
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں۔
- کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں،
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں۔
- مومن وہ ہے جو اُن کی عزّت پہ مرے دل سے،
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے
- سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک،
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی۔
- ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں،
ہیں مُنکر عجب کھانے غرّانے والے
- سُنّیو! اُن سے مدد مانگے جاؤ،
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

- سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے،
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے۔
- دشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے،
ملحدوں کی کیا مروّت کیجئے
- شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب،
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے
- ذکرِ خدا جو اُن سے جُدا چاہو نجدیو!،
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے۔
- حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم،
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے۔
- تُف نجدیت نہ کفر، نہ اسلام سب پہ حرف،
کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی، اَدھر کی ہے،
- کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو،تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو،
محیط کی چال سے تو پوچھو، کِدھر سے آئے کدھر گئے تھے۔
- وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید وذبیح کا،
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبیح تیغِ خیار ہے۔
- وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر،
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے۔
- نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی،
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا۔
- پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربہ ہی سے کھائے،
بیڑ ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے۔

n اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصّب آخر،
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا۔

n دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض،
ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا۔

n وہ رضؔا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے،
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنی قلم کی ضربِ کاری سے ایسے چھلنی کیئے کہ وہ پورا گروہ براہین وشواہد کے میدان سے مبہوت ہوکر راہ فرار اختیار کی۔ انتقام کی آگ سے دہکتے ہوئے سقاوت سے بھرے اُن کے دل حضرت رضؔا بریلوی کی عالمگیر شخصیت کو مجروح اور غیر معارف کردینے کے لئے ہمہ وقت مستعد تھے۔ چنانچہ بہتان تراشی اور الزام پروری کی راہ اختیار کرنے کا کھلم کھلّا ناچ نچایا۔ فنِ شاعری اور ادب کے اعتبار سے حضرت رضؔا کے کلام میں جو محاسن تھے اُن کو ارادۃً پسِ پردہ پوشیدہ رکھنے کی منظّم مہم چلائی گئی۔ حضرت رضؔا کے کلام کو دادِ تحسین دینے کے بجائے غلط پروپگنڈے اور افواہیں پھیلا کر حضرت رضؔا کے کلام کو ہلکی اور گھٹیا سطح کا ٹھہرایا بلکہ حضرت رضؔا کو اردو ادب کے شعراء میں شمار کرنے سے بھی اعراض واحتراز کیا۔ لیکن حضرت رضؔا ایسے مخالف پروپیگنڈوں سے بے پرواہ تھے۔ خود فرماتے ہیں:-

n نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن،
نہ مرا گوش بمدحے، نہ مرا ہوش زمے،
منم وکنج خمولی کہ نہ گنجد در وے،
جُز من وچند کتابے و دواتِ وقلمے۔

یعنی:- ”میری تعریف کی جائے یہ مجھے خوشگوار نہیں اور مجھ پر کوئی طنز اور ملامت کرے تو مجھے اُس سے کوئی ڈنک نہیں لگتا یعنی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اپنی تعریف کی نہ

تو پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی بُرائی پر کان دھرتا ہوں۔ میں ہوں اور میرا تنہائی وگمنامی کا گوشہ ہے۔ جس میں چند کتابوں، قلم ودوات اور میری اپنی ذات کے سوا کوئی نہیں“۔

مذکورہ بالا قطعہ امامِ عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مکمل سوانح حیات کی عکاّسی کرتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضؔا نے دنیوی جاہ وجلال اور سماجی اقتدار حاصل کرنے کی مُطلق پروانہیں کی اور بقول خود:-

n اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج،
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں۔

حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ وقت تجدید واحیاء دین کی خاطر تصنیفی خدمت میں ایسے مصروف ومنہمک رہے کہ آپ نے یہ جاننے کے لئے بھی وقت ضائع نہیں کیا کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فریضے کی ادائیگی کے ثمرے میں آپ کی تعریف وتحسین کی جارہی ہے یا تذلیل وتکذیب کی جارہی ہے۔ آپ کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ ہے عشقِ رسول کا پیغام عالمی پیمانے پر عام کرنا۔ پھر چاہے وہ نثر ونظم سے ہو چاہے تقریر وتصنیف سے ہو۔ ویران، مرجھائے ہوئے اور اُجڑے ہوئے دلوں کو عشقِ صادق کی آبشاری سے آپ نے عشقِ رسول کے شاداب اور مہکتے پھولوں سے اس طرح آباد فرمایا ہے کہ اس گلستانِ عشق پر ہمیشہ نو بہار ہی رہے گی اور خزاں کا منھ دیکھنا نہ پڑے گا۔ حضرت رضاء نے قلوب مسلمین پر جو عشق کا ولولہ اور جذبہ نقش فرمایا ہے وہ کبھی مٹنے والا نہیں۔ ایک مؤمن کے لئے نبی کی محبت ہی جانِ ایمان وجانِ جان وجانِ جہان ہے یہ سبق آپ نے عالم اسلام کو ازبر کرایا اور پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کردینے کی سچّی تڑپ اور جذبہ پیدا کیا۔ ذیل میں درج حضرت رضؔا کے کچھ اشعار ہماری اس بات کی پرزور تائید کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ان اشعار سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

n تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں،
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا۔

n جان دے دو وعدۂ دیوار پر،
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا۔

n الروح فداک فزد حرقاً یک شعلہ دگر برزن عشقا،
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا۔

n دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا،
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا۔

n دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر،
محمد محمد خدائے محمد۔ ﷺ

n یہی عرض ہے خالقِ ارض وسما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا،
مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خُلد کو جس کی صفا کی قسم۔

n دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں،
اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم۔

n جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا،
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں۔

n بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے،
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں۔

n کروں تیرے نام پہ جانِ فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا،
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں۔

n لب پرآجاتا ہے جب نامِ جناب، منہ میں گُھل جاتا ہے شہد نایاب،
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں۔

n خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے،
یا الٰہی نہ پھرا بے سر وساماں ہم کو۔

n ایسا گُما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں،
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو۔

n دل کو ان سے خُدا جدا نہ کرے ÷ بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے۔

n حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا،
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے۔

n جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے خورو! ÷ طیبہ سے خُلد میں آنے والے۔

n عاصیو! تھام لو دامن اُن کا ÷ وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے۔

n لو وہ آیا مِرا حامی مرا غم خوار امم،
آگئی جان تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے۔

n جلی جلی بو سے اُس کی پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشمِ والا،
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دل کے کباب میں ہے۔

n نصیبِ دوستاں گر اُن کے در پر موت آئی ہے،
خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے۔

n اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے،
جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے۔

n اُن کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے ÷ ناتوانو! کچھ تو ہمّت کیجئے۔

n غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل،
"یا رسول اللہ" کی کثرت کیجئے۔

n نور الٰہ کیا ہے؟ محبت حبیب کی،
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے۔

n زندہ رہیں تو حاضری بارگہ نصیب،
مرجائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے۔

- نزع میں لوٹے گا خاکِ در پہ شیدا نور کا،
  مر کے اوڑھے گی عروسِ جاں دوپٹّا نور کا۔
- دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے،
  ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے۔
- وہی آنکھ اُن کا جو منھ تکے، وہی اب لب کہ محو ہوں نعت کے،
  وہی دل جو اُن کے لئے جھکے، وہی سر جو اُن پہ نثار ہے۔
- بُلبلو! مالک فردوش تمہارا گل ہے،
  باغباں کس کا ہے، گل کس کا، گلستاں کس کا۔
- ان کے نام کے صدقے جس سے÷ جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں۔
- ہجر مولیٰ میں تڑپنے دے، قرار اچھا نہیں،
  کیوں ہے اے تصویرِ دامنگیر پشتِ آئینہ۔
- ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے،
  کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خُدا نہ کرے۔
- یہ دل کو بھایا گل زخم عشق کا لکھا،
  ہزار پھولے چمن قصد انتہا نہ کرے۔
- قبر میں آپ کو دیکھا تو رضؔا نے یہ کہا
  دیکھئے آئے وہ مردوں کو جلانے والے۔
- پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا،
  اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے۔
- جس کو اُس کے مکاں کا پتہ مل گیا،
  بے نشاں، بے نشاں، بے نشاں ہو گیا۔

- بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
  مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا۔
- سائل ہوں ترا، مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو،
  معلوم ہے اقرار کی عادت تیری ہم کو۔
- بھیجتا خود ہے خدا جس کے سلامی پہ سلام،
  عرضِ تسلیم ہے اُس شاہ پر ایمان اپنا۔
- تری تعریف میں جتنا بڑھیں، سب تجھ کو شایاں ہے،
  فقط اک نارو یہ ہے کہ یوں کہئے خدا تو ہے۔
- کیوں نہ گزرے خیر سے دن حشر کا جب خواب سے،
  ان کا منھ دیکھیں گے اُٹھ کر خفتگانِ کوئے دوست۔
- کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو
  قسمت اس کی ہے جسے تم چاہو۔

مذکورہ اشعار میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت کی پُر اضطراب کیفیت کو حضرت رضؔا بریلوی نے اپنے خونِ جگر سے نہاے ہوئے پُر کیف الفاظ میں نظم فرما کر عشقِ صادق کے صحیح سوز و گداز کو حقیقت اور لطافت کے پھولوں کی مانند کھلایا ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی ایسے عاشقِ جاں سوختہ تھے کہ اپنی پوری زندگی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں بسر کرنے کے باوجود ان کی تشنگی میں کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ عشق کا ولولہ روز افزوں ترقی پذیر ہوتا رہا اور اب مرنے کے بعد قبر میں اور قبر سے اُٹھ کر میدانِ محشر میں بھی اپنے آقا و مولیٰ کی تعریف وتوصیف کرنے کی سعادت کے حصول کی آرزو اور تمنّا کرتے ہیں:-

- لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کر چلے
  اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

n صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لِوا کے تلے، ثنا میں کُھلے، رضؔا کی زباں، تمہارے لئے

اور حضرت رضؔا بریلوی کے عشقِ صادق نے حضرت رضؔا کا قلوبِ مؤمنین وعاشقین میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اُن کا کلام ہر عاشقِ سوختہ جان کے دل کا قرار بن چکا ہے۔ حضرت رضؔا کے نغمات سے گلستانِ عشق گونج اٹھے ہیں اور بلبل باغ جناں کی ترنم ریزیاں بلند صدا میں کہہ رہی ہیں کہ:-

n یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضؔا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضؔا کی قسم

n ایک نظر اِدھر بھی......!!!

حضرت رضؔا بریلوی کے ساتھ متعصبین اور تنگ نظروں نے مسلکی اختلاف کی بنا پر فن وادب کے معاملے میں بھی ناانصافی اور بے اعتدالی کا رویّہ اپنا کر حضرت رضؔا بریلوی کے نعتیہ کلام کو نا آشنا اور نابود کرنے کی تمام کوششیں کر لیں لیکن حضرت رضؔا کے کلام کو بارگاہِ رسالت میں مقبولیت حاصل تھی لہٰذا ان کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ محفلِ نعت ومیلاد میں جب تک کلامِ رضؔا نہیں پڑھا جاتا، کمالِ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ بالخصوص ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' تو ہر محفل کی جان بن چکا ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی کا نظم فرمودہ یہ سلام ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ہر نعت گو شاعر جب تک ایک سلام نہیں لکھتا، تب تک وہ اپنے مجموعۂ نعت کو غیر مکمل ہی محسوس کرتا ہے۔ اردو نعتیہ کلام میں کئی نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں لیکن حضرت رضؔا کے سلام کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ کسی کے سلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ دنیا کے گوشے گوشے میں حضرت رضؔا کا یہ سلام عشق کے ولولے کے ساتھ جُھوم جُھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں بلکہ اس میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے جسمِ اقدس کے ایک ایک عضو کی عظمت ورفعت کا ذکر والہانہ طور پر کیا گیا ہے۔ ایک مؤمن کے ایمان کی حیات وبقا اور ضیا وجلا کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو لازمی اعتقاد ہیں، وہ تمام کے تمام حضورِ اقدس شہنشاہِ کونین، جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عام صفات، خصائصِ کبریٰ، مدارجِ عالیہ، مراتبِ رفیعہ، درجاتِ عظیمہ، اوصافِ جمیلہ، حُسن لطیفہ، مناصبِ بدیعہ، اعجازِ قاہرہ، وقارِ مخصوصہ، اور معجزاتِ اعتلائیہ کے طور پر ایمان کے موتیوں کی لڑی کی شکل میں نظم بند کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پورا سلام فن وادب کی تمام صنعات کا گنجینہ محسوس ہوتا ہے۔ ایک سو اکہتر (۱۷۱) اشعار پر مشتمل یہ سلام ہر مؤمن کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ اس سلام نے اردو ادب اور فن شاعری کا سر اونچا کر دیا ہے کیونکہ جس بحر میں یہ سلام نظم کیا گیا ہے اُس بحر سے غالباً اس سے قبل اردو شاعری نا آشنا تھی۔

حضرت رضؔا بریلوی نے ''لاکھوں سلام'' کے علاوہ ''کروڑوں درود'' والا جو قصیدہ مرتّب فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اوراقِ سابقہ میں قصیدۂ مرصّعہ کے عنوان کے تحت اس قصیدہ کے تعلق سے مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی نے حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفرِ معراج کے ذکر میں جس انداز سے طبع آزمائی فرمائی ہے اس کی نظیر اردو نعتیہ شاعری میں نہیں۔ ''تہنیتِ شادی اسرا'' کے نام سے حضرت رضؔا بریلوی کا منظوم معراج نامہ ۶۷/اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضؔا بریلوی نے شبِ معراج کے پُر کیف سماں کا عشق کی وارفتگی کے ساتھ جو منظر نگاری کی ہے اور فنّ وادب کو تمام محاسن اور صنعات کے ساتھ جس حسن اسلوبی سے نکھارا ہے اُسے دیکھ کر بڑے سے بڑا ادیب بھی متحیّر ہے۔ اندازِ بیان اتنا دلکش ہے کہ معراج کا منظر نظروں کے سامنے اُبھر آیا ہوا ایسا محسوس ہوتا ہے۔ زبان کی حلاوت ولطافت کا یہ عالم ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ کوثر وتسنیم میں دُھلی ہوں زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی کے اس قصیدۂ معراج کو حسن کر اردو کے نامور شاعروں اور ادیبوں نے اپنے سرخم نیاز کئے ہیں۔

J حضرت محسن کاکوری نے ایک قصیدہ معراج کے بیان میں نظم فرمایا تھا۔ آپ اپنا وہ قصیدہ سنانے کے لئے حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن انہوں نے حضرت رضا بریلوی کا قصیدہ معراج سماعت فرمایا تو اپنا قصیدہ جیب میں رکھ لیا اور عرض کیا کہ یہ قصیدہ سننے کے بعد اب میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

J حضور محدّث اعظم ہند، سیّد محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی محفل میں حضرت رضا کا قصیدۂ معراج سنایا تو اس کے کیف وسرور میں تمام حاضرین جُھومنے لگے اور تمام نے یک زبان اعتراف کیا کہ اس کی زبان کوثر کی دُھلی ہوئی ہے۔

المختصر! حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف کو ایک نیا حُسن اور رعنائی بخشی ہے۔ اردو کا کوئی بھی نعت گو شاعر معلوماتِ دینیہ کی وسعت، شریعتِ مطہرہ کے اسرار ورموز کی اطلاع، کتاب وسنت کے علوم ونکات کی شناسائی، اور فضل وکمال کے نوادرات ونُدرت میں حضرت رضا کے مقابلے میں طفلش مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ نعت گوئی کی راہ میں پاس شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حزم واحتیاط کی باکمال شان دکھاتیہوئے ہوش وجوش کا توازن برقرار رکھتے ہوئے حصرت رضا بریلوی نے فن وادب کے جو نادر نمونے اور تحفے اردو شاعری کو عطا کئے ہیں، اور اردو شاعری پر جو احسان کئے ہیں، رہتی دنیا تک دنیائے اردو ادب آپ کی مرہونِ منّت رہے گی۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان جیسے بلند مقام نعت گو کی شاعری پر خامہ آرائی کرنا اور آپ کے کلام کے محاسن کو احاطہ تحریر میں لانا مجھ سے اردو زبان کے ابجد خواں کہ جس کو اپنی بے مائگی اور بے بضاعتی کا پورا احساس واعتراف ہے، کچھ لکھنا استطاعت وبساط سے خارج ہے۔ راقم الحروف کا یہ مضمون حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر حرف آخر نہیں بلکہ حرف اوّل ہے اور اہل علم وادب کو دعوتِ فکر وترغیب ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کے بحر ذخّار میں غوطہ زنی کر کے عشق وادب کے بیش بہا موتیوں کو ڈھونڈھ نکالیں

اور اُن موتیوں کو صفحہ قرطاس میں جڑ دیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اہلِ علم وادب اگر بنظرِ عمیق حضرت رضا بریلوی کے دیوان کا مطالعہ اور معائنہ فرمائیں گے تو ان کی زبانِ انصار سے بے ساختہ یہی فیصلہ سننے میں آئے گا کہ:-

n مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو، سکّے بٹھا دیئے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس سچّے عاشق کے دل میں عشقِ رسول کا جو سمندر جوش زن تھا اس کی کچھ لہریں ہم کو بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

پیش لفظ

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ریڈر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسّان بس ہے

یہ شعر امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ اس کے مصرع ثانی میں حضرت حسان سے مراد شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ یہ حضرت حسان وہی ہیں جن کی مومنانہ شاعری کی عظمت وسربلندی کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللّٰھم ایّدہ بروح القدس کے ذریعہ دعا فرمائی وہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت پوری دنیا میں شعروسخن کا ملکہ رکھنے والے نعت گوشعرائے کرام کے امام بن گئے۔ دنیائے نعت نگاری میں ان کی امامت وسیادت کا جو سلسلہ ابتدائے اسلام میں جاری ہوا وہ تادم تحریر جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت جاری وساری رہے گا۔

نعت گوشعرائے کرام نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سے کس قدر استفادہ کیا ہے اس کا اندازہ تو ان نعت گوشعراء کی نگارشات کے مطالعہ کے بعد لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ بیسویں صدی کی عظیم نعت گوشخصیت حضرت مولانا احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنہیں دنیائے شعروسخن میں ''حضرت رضا بریلوی'' سے جانا جاتا ہے انہوں نے نعت نگاری میں نہ صرف قرآن واحادیث کے مضامین باندھے بلکہ دنیائے نعت میں حضرت حسان کو اپنا قائد ورہنما بنا کر نعت نگاری کی عظمت کو دوبالا کردیا۔

حضرت رضا بریلوی کا علمی مقام ومرتبہ کیا ہے اپنے اور بیگانے سبھی جانتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کچھ لوگ انہیں پڑھ کے جانتے ہیں اور کچھ لوگ صرف سن کر ہی ان کی عظمت کے معترف ہیں۔ یہاں ان کے فضائل ومناقب کا ذکر کرکے ان کا علمی قد بلند کرنا مقصود نہیں بات صرف اتنی سی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا آشیانہ علم وفضل کی جس بلندی پر ہے اس تک رسائی بیسویں صدی میں بہت ہی کم ارباب فضل وکمال کو ہوئی۔ جن اصحاب فکر ونظر نے ان کی شخصیت کا مطالعہ براہ راست ان کی تصانیف سے کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں جو سربرآوردہ شخصیتیں گذری ہیں، ان میں کسی کو ایک تو کسی کو دوسرے فن میں کمال تھا۔ مگر قربان جائے حضرت رضا بریلوی کی علمی عبقریت پر ان کی نظر تمام علوم وفنون پر یکساں تھی۔ وہ بیک وقت کئی فنون اور مضامین پر نہ صرف درک رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہر فن میں اپنی قلمی نگارشات بھی چھوڑی ہیں۔ متعدد فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ اس تعلق سے تفصیلی معلومات کتب سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

راقم کی معلومات کے مطابق ہندوستان کا یہ واحد عالم اور ادیب وشاعر ہے جس کی شخصیت کے مختلف پہلو پر ریسرچ وتحقیقی سرگرمیاں پورے عالم اسلام میں جاری ہیں اور خود برصغیر میں بیسویں صدی کے ربع آخر سے جس تیزی سے کام ہوا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے اور عہدِ حاضر میں متعدد تحقیقی واشاعتی اداروں نے ان کی شخصیت کے اہم مخفی گوشوں کی تلاش اور اس کی اشاعت سے یہ ثابت کردکھایا ہے۔

جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

شعروسخن ایک خداداد ملکہ ہے اس کا حصول ریاضت ومجاہدہ سے ممکن نہیں۔ حضرت

رضا بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت اور صلاحیت سے بھر پور نوازا تھا اور اس کی توفیق بھی بخشی تھی کہ وہ اپنی صلاحیت کا استعمال اس شخصیت کی تعریف وتوصیف میں استعمال کریں جس کی شان اقدس میں اللہ رب العزت نے پورا قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی شاعرانہ صلاحیت کو گل وبلبل، حسن وعشق، زلف وگیسو، شراب وکباب، سوز ودرد کی داستان کی نذر کر سکتے تھے۔ مگر نہیں جس طرح انہوں نے اپنی دیگر صلاحیتیں مذہب حق کی نشر واشاعت میں صرف کیں اسی طرح اپنی شاعرانہ صلاحیت کو بھی حمد خدا، نعت مصطفیٰ اور منقبت اولیاء میں استعمال کیا۔ جس کے طفیل ان کی شاعرانہ عظمت بلند سے بلند تر ہوگئی۔ اردو ادب کے دامن میں اگر صنف نعت کو کوئی جگہ ملتی تو بلاشبہ نعت گو شعراء میں حسان الہند حضرت رضا بریلوی سرفہرست ہوتے۔ اردو ادب کا دامن صنف نعت جیسی مقدس شاعری سے خالی ہے۔ اس میں کیا حکمت ومصلحت کارفرما ہے اس سلسلہ میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلّم ہے کہ ان اردو کے مسیحاؤں میں اگر کوئی عاشق رسول ہوتا تو اردو کا دامن نعت جیسی مقدس صنف سے خالی نہیں رہتا۔ اردو ادب کے نصاب میں نعتیہ شاعری کی شمولیت کے سلسلہ میں نعت اکیڈمی الہٰ آباد، رضا اکیڈمی، بمبئی کے علاوہ انفرادی طور پر بھی کچھ کوششیں ہو رہی ہیں۔ خدا کرے ان حضرات کی کوششیں بارآور ہوں اور نعتیہ شاعری کو عالمی ادب کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کا موقع فراہم ہو۔

حضرت رضا بریلوی وہ واحد شاعر ہیں جن کا نعتیہ سلام ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور چہار لسانی نعت ''لم یات نظیرك فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا'' برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں اردو خواں حضرات ہیں بڑی دلچسپی سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

دینی مزاج رکھنے والے شعراء میں مدحت رسول کا مضمون باندھنے والے شاعروں کی کمی نہیں مگر جو عشق رسالت کی تڑپ اور محبت رسول کی جھلک حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں ملتی ہے وہ دوسرے شعراء کے یہاں مفقود ہے۔ اگر کہیں ملتی بھی ہے تو صرف بعض اشعار میں مگر اس کے برخلاف جب رضا بریلوی کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی زبان۔ ''ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر''۔ کا اہتمام کرتے ہوئے مدحت رسول میں مسلسل عطر بیزی کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ ایک دو شعر یا ایک دو نعت نہیں بلکہ پورا دیوان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یہی وہ قدر مشترک ہے جو عرب نژاد شاعر حضرت حسان بن ثابت اور ہند نژاد شاعر حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ اس بنیاد پر اگر رضا بریلوی کو حسان الہند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستان کے ماہر رضویات مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی جو صرف شعر پسند ہی نہیں بلکہ بذات خود نعت گو نغز بھی ہیں۔ اور دنیائے شعر وسخن میں انہیں ''مصروفؔ'' سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے فن شاعری اور حسان الہند لکھ کر دنیائے رضویات میں ایک گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ کثرت مشاغل اور مسلسل اسفار کے باعث کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کرسکا البتہ جستہ جستہ جس قدر بھی دیکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے فن شاعری کو رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کے آئینے میں دیکھنے اور رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو فن شاعری کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب گجرات کے نامور عالم دین ہیں ان کی قلمی وعلمی نگارشات متعدد موضوعات پر آئے دن زیور طبع سے آراستہ ہوکر اہل علم وصاحب قلم حضرات کے مطالعہ میز کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں

موضوع کا حق ادا کرنے کی بھر پور جدو جہد کرتے ہیں زیر نظر کتاب اس دعوئی کی دلیل میں پیش کی جاسکتی ہے، مصنف نے فن شاعری کے جس بحث کو بھی عنوان قلم بنایا ہے معاصر اردو ادب کے نامور شعراء سے مثالیں دے کر حضرت رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو خراج پیش کیا ہے۔ زبان صاف اور شستہ استعمال کرنے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی کہیں کہیں پیچیدگی اور ژولیدگی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر اس کتاب پر اس مقصد سے ایک طائرانہ نظر اور ڈال لی جائے تو زیر نظر کتاب سے عوام وخواص یکساں مستفید ہوسکیں گے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب و صاحب کتاب دونوں کو قبولیت اور سربلندی سے سرفراز فرمائے اور قارئین حضرات کو حضرت رضا بریلوی کے طفیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور والہانہ محبت کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین)

غلام یحییٰ انجم — **جامعہ ہمدرد**

یکم مارچ ۲۰۰۲ء — دہلی